فتاوی دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاوی فریدیہ (جلد چہارم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مفتی محمد وہاب منگلوری (سوات)

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب:——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی

دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج:——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی......(لوندخوڑ)

پروف ریڈنگ: ——— سلطان فریدی

ضخامت:——— ۵۲۸/صفحات

طبع باردوم:———مارچ ۲۰۰۹ء ، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

تعداد باردوم:——— تیرہ سو......(۱۳۰۰)

قیمت:———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت:——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی

مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم:0938-480534 رہائش:480156

موبائل:0300-5681986

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین جلد چہارم

عنوانات	صفحہ

كتاب الصوم

باب رؤية الهلال واختلاف المطالع

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب تعریف الصوم وانواعه

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ

عنوانات	صفحہ

باب ما تجب به القضاء والكفارة

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب العوارض المبیحة للفطر

عنوانات	صفحہ

باب الفدية

باب الاعتكاف

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ
اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ	۲۰۳
سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ	۲۰۵
اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ	۲۰۶
اعتکاف عشرہ اخیرہ کی قضا اور عدم قضا کا مسئلہ	۲۰۷
معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ	۲۰۸

کتاب الحج

باب تفسیر الحج وشرائطه وارکانه

عنوانات	صفحہ
سفر حج کے اسرار اور منافع	۲۱۱
حدیث "من لم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا" تغلیظ پر محمول ہے	۲۱۲
صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا	۲۱۲
حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا	۲۱۳
دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟	۲۱۴
حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ	۲۱۵

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات

مسائل منثورہ

فصل فی الاحرام

عنوانات	صفحہ

باب القران والتمتع

عنوانات	صفحہ

باب الحج عن الغير

عنوانات	صفحہ

باب العمرة

باب الجنايات

باب زیارة

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عنوانات صفحہ

كتاب النكاح

باب رسم النكاح وشرائطه وآدابه

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

باب مایجوز تزویجها

ومالا یجوز (المحرمات)

عنوانات	صفحہ
خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعیانیہ ہوں یا غیر اعیانیہ	۴۵۱
خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگر چہ علاتی ہوں	۴۵۳
بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاحا جمع کرنا جائز نہیں	۴۵۳
ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہوان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ	۴۵۴
ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نواسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں	۴۵۵
علاتی دادی اور پوتی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں	۴۵۶
عدت کے دوران میں نکاح کالعدم ہے	۴۵۶
عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم	۴۵۷
دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ	۴۵۸
مطلقہ مغلظہ باقاعدہ نکاح وجماع وطلاق کے بعد اول شوہر سے نکاح کرسکتی ہے	۴۵۹
شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دودن بعد نکاح کرسکتا ہے	۴۵۹
حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام	۴۶۰
ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے	۴۶۱
مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے	۴۶۲
مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے	۴۶۳
زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے	۴۶۳
زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ	۴۶۴

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

مسائل شتیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

الحمد لله القديم المنعم العظيم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد عبده الحليم ورسوله الكريم وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين، امابعد!

ارباب علم وفضل، فقہاء ومشائخ، علماء وطلباء اور عام مسلمانوں کی خدمت میں فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ کی جلد چہارم پیش کی جارہی ہے، فقیر مرتب اللہ کریم کا شاکر بلانہایت ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اور سیاہ کار کو اس علمی اور دینی خدمت کی توفیق بخشی، **الحمد لله حمداً كثيراً على ذلك.**

فتاویٰ کی ابتدائی جلدوں میں سے جلد دوم اور سوم کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں جبکہ جلد اول کی ابھی تک چہار ایڈیشن نکلے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے خواص وعوام میں اس سلسلہ کو مقبولیت سے نوازا ہے اور امت مسلمہ برابر اس سے استفادہ فرمارہی ہے، یقیناً یہ سب کچھ خانوادہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات جلیلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیضان کا نتیجہ ہے، اس جلد (چہارم) میں **كتاب الصوم، كتاب الحج** (کامل) اور **كتاب النكاح** کے بعض ابواب شامل کئے گئے ہیں حسب سابق اس جلد کی ترتیب وتخریج اور بحث وتزئین میں بھی ان شرائط اور لوازمات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جو پہلی جلدوں میں ہم نے اختیار کئے تھے، بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام لیا گیا ہے، کامیابی اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

ہر باب اور فصل تیار ہوتے ہی رئیس دارالافتاء (جامعہ حقانیہ) حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا جاتا، آپ انتہائی جانفشانی کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے اور بعض مقامات پر جہاں آپ وضاحتی کلمات کا اضافہ محسوس کرتے آپ ہی کے حوالہ سے اس میں درج کئے گئے ہیں تاکہ کسی کا یہ خدشہ باقی نہ رہے کہ شاید اس میں حک واضافہ کیا گیا ہے، ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے فتاویٰ اپنی اصل شکل میں نقل ہوں اور حضرت مفتی صاحب کے ہزاروں شاگرد اور مریدین ومتعلقین یہ فیصلہ خود بھی کرسکتے ہیں کہ یقیناً یہ فتاویٰ اپنی اصل شکل میں منقول ہیں۔

اللہ کریم کا اس پر بھی بندہ شاکر بلانہایت ہے کہ سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی ایک ایک باب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی اور شدید ضعف ونقاہت اور کمزوری وعلالت کے باوجود ملاحظہ فرماکر خوشی کا اظہار کیا، اللہ کریم سے دست بدعا ہوں کہ آنے والی جلدیں بھی اسی طرح آپ کی تصدیق وتصویب کے ساتھ شائع ہوں۔

ترتیب، حذف مکررات، تخریج وتحقیق میں تلاش وجستجو، کمپوزنگ کی نگرانی اور پروف میں فقیر نے کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی، بہرحال سولہ مہینے کی شبانہ روز محنت اور مسلسل کاوش کے بعد ہم اس سے سبکدوش ہورہے ہیں محدود وسائل اور بے مایہ صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم علمی وفقہی ذخیرہ کیلئے ہم جتنا کچھ بھی اپنی طالب علمانہ بساط کی حد تک اپنی کاوشوں کو بروئے کار لاسکتے تھے اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے: ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

فقیر کو کم مائیگی، تقصیر اور تہی دامنی کا پورا اعتراف ہے لیکن اپنے شیخ ومربی زبدۃ المحدثین فقیہ النفس زبدۃ العارفین حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم اور اساتذہ کرام ووالدین کی دعاؤں سے یہ فقیر اس علمی خدمت گرامی کے لائق ہوسکا ہے، اللہ کریم ان تمام کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے اور علمی اور دینی کاموں میں اخلاص اور پورے سکون کے ساتھ منہمک رکھے، فقیر مرتب ایک ادنیٰ طالب علم اور اپنے اکابر ومشائخ اور علماء اسلام کا خادم ہے، اسلئے کہیں بھی ٹھوکر کھانے اور غلطی کرنے سے کسی انسان کو مفر نہیں اسلئے ناظرین اور علماء کی خدمت میں عرض ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی نظر آئے بلا تأمل اطلاع سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں (**من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ**) جو کسی بھی درجہ میں اس کام میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے ہیں، خواہ صرف دعائیں کرنا اور حوصلہ افزا کلمات کہنا کیوں نہ ہو بالخصوص مولانا محمد اسحاق حقانی جو تخصص فی الفقہ کا طالب علم ہے نے تخریج میں پوری معاونت کی اسی طرح حافظ ولی الرحمن صدیقی (لوندخوڑ) جنہوں نے کمپوزنگ کا کام بہت چابکدستی کے ساتھ سرانجام دیا اور ساتھ جناب سلطان فریدی صاحب کہ آپ نے پروف اور اردو محاورہ کی تصحیح میں کامل جہد ومشقت سے کام لیا، اللہ کریم ہم سب کی ان محنتوں کو قبولیت سے نوازے اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے متمتع فرمائے، قارئین وناظرین سے استدعا والتجاء ہے کہ ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

وللہ الحمد اولاً وآخراً وبہ التوفیق وھو المستعان وعلیہ التکلان ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا. آمین یارب العالمین

طالب دعا

فقیر محمد وھاب منگلوری عفی عنہ

۲۰/۰۷/۲۰۰۷ء

الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
کتاب الصوم
باب رؤیة الهلال
واختلاف المطالع

...... : قال اللّٰہ تعالیٰ : ......
شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
هدیً للناس وبینٰت من الهدیٰ والفرقان،
فمن شهد منکم الشهر فلیصمه.
...... ﴿البقرة: ۱۸۵﴾ ......

بسم الله الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

باب رؤية الهلال و اختلاف المطالع

صوم وعید ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ مفروضوں پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہلیان مردان ہر سال دو تین دن پہلے محض مفروضوں اور حساب کتاب پر روزہ رکھتے ہیں، اسی طرح عید بھی کرتے ہیں جبکہ دوسرے علاقوں اور حکومتی کمیٹی کا اعلان بعد میں ہوتا ہے، اسی بنا پر بندہ نے ایک مسجد کی امامت سے استعفیٰ بھی دے دیا ہے اور میرے خلاف پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے اب کیا کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن مردان

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ ثبوت شرعی کے بغیر نہ روزہ رکھیں اور نہ عید منائیں ﴿۱﴾ اگر آپ امامت کرنے پر مجبور ہوں تو ظاہری طور پر عید منائیں اور افطار نہ کریں، حقیقت یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبيان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال وان كانت متغيمة يعرف باكمال شعبان ثلاثين يوماً...... وكذلك ان غم على الناس هلال شوال اكملوا عدة رمضان ثلاثين يوما لان الاصل بقاء الشهر وكماله فلا يترك هذا الاصل الا بيقين على الاصل المعهود ان ما ثبت بيقين لا يزول الا بيقين مثله فان كانت السماء مصحية ورأى الناس الهلال صاموا وان شهد واحد برؤية الهلال لا تقبل شهادته مالم تشهد جماعة يقع العلم للقاضي بشهادتهم في ظاهر الرواية ولم يقدر في ذلك تقديراً.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۲۰ قبيل اختلاف المطالع)

ہے کہ مردان کے لوگ احتیاط نہیں کرتے اللہ کریم ان کو توفیق دے۔ وھو الموفق

عیدو رمضان کا حکم ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ حساب و شمار پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دنوں کے حساب سے عید جمعہ کے دن آتی ہے، رات گیارہ بجے ریڈیو نے بھی اعلان عید کر دیا اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے مکمل ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ روزے پورے نہیں ہوئے ڈائری میں بھی ایک دن کم ہے کیونکہ اس میں تیس روزے حساب کئے گئے ہیں لہٰذا اس ایک روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل حق کلکوٹ ضلع دیر......۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ کے روزے مکمل ہیں کیونکہ یہ رمضان انتیس دن کا تھا رؤیت ہلال کی بنا پر رمضان کا حکم دیا گیا تھا اور اسی طرح شوال کا بھی، ڈائری اور جنتری کے حسابات پر کوئی اہل علم اعتماد نہیں کرتا لہٰذا شک و شبہ نہ کریں اور آپ پر یا کسی اور کے ذمہ قضا نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مہینوں کا حساب غیر ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حساب سے مہینہ معلوم کر کے روزہ اور عید کا حکم بغیر رؤیت ہلال اور شہادت دے دیں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور سند بن سکتی ہے یا نہیں؟ یہ حساب کتاب فتاویٰ نور الہدیٰ جامع الفوائد ۴۳۶ میں درج ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحئی اکبر پورہ......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان الاستقصاء فی معرفه الشهر لا الی الکتاب والحساب کما علیه اهل النجامة فالمعنی ان العمل علی ما یعتاده المنجمون لیس من هدینا وسنتنا بل علمنا یتعلق برؤیة الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین.

(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴: ۲۴۴ باب رؤیة الهلال الفصل الاول)

الجواب: یہ حساب روایۃً اور درایۃً مردود ہے، اما الاول فلانہ لم یرو عن اصحابنا لا فی الظواھر ولا فی النوادر ولا فی الفتاویٰ المعتبرۃ ﴿۱﴾ واما درایۃ فلانہ معارض بالحدیث وتعامل السلف ﴿۲﴾ وایضا لم یرو عن علی رضی اللہ عنہ بسند صحیح ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: قولہ ولا عبرۃ بقول الموقتین ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ...... ووجہ ما قلناہ ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاہ بالکلیۃ بقولہ نحن امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا۔

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۰۰ مطلب لا عبرۃ بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۲﴾عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ متفق علیہ،وقال رسول اللہ ﷺ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین متفق علیہ، وقال رسول اللہ ﷺ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا و عقد الابھام فی الثالثۃ ثم قال الشھر ھکذا ھکذا وھکذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلاثین متفق علیہ .

(مشکواۃ المصابیح ۱: ۱۹۰ باب رؤیۃ الھلال)

﴿۳﴾ یہ توقیت اور اندازے بعض سلف سے منقول ہیں لیکن ان کی حیثیت محض لطائف سے زیادہ نہیں شریعت میں مشاہدہ کو اعتبار ہے مثلا علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہوسکتا ہے مگر اس کے بعد نہیں اور انتیس کا چاند مسلسل تین ماہ تک ہوسکتا ہے اس کے بعد نہیں (الیواقیت العصریہ ۱۴۹) اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہو اگلے رمضان کا پہلا روزہ لازما اسی دن ہوتا ہے علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا (الیواقیت ۳۴۲) ابن عبد البر نے تصریح کی ہے کہ مہینہ چار مہینوں تک مسلسل ناقص رہ سکتا ہے اور پانچواں پورا تیس رہے گا، اور علامہ نووی نے کہا ہے،قالوا وقد یقع النقص متوالیا فی شھرین وثلاثۃ واربعۃ ولا یقع فی اکثر من اربعۃ.

(نووی شرح مسلم ۱: ۳۴۷ باب رؤیۃ الھلال) ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب چاند نظر نہ آئے تو رؤیت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے عیدالفطر کا جو اعلان ہوا تھا کہ کمیٹی والوں نے چاند خود دیکھا ہے یہاں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان ہمارے لئے حجت نہیں جب تک میرے پاس خود شواہد نہیں آئیں گے، میں عید کا اعلان نہیں کروں گا، کیا مولوی صاحب مذکور کا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فاروق احمد، احمد پور شرقیہ بہاولپور......۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: ریڈیو اور دیگر آلات اطلاعات ونشریات جب چاند کے متعلق اعلان کرتے ہیں تو

(بقیہ حاشیہ) لیکن علامہ نووی اور ابن عبدالبر نے اس میں استقراء پر اعتماد کیا ہے اور دلیل استقرائی مفید یقین نہیں ہوتی، قال ابو عبد الله قطب الدين الرازي: الاستقراء هو الحكم على كلي لوجوده في اكثر جزئياته...... لان مقدماته لا تحصل الا بتبع الجزئيات وهو لا يفيد اليقين لجواز وجود جزئ آخر لم يستقر ويكون حكمه مخالفا لما استقرئ، (القطبي ۳۴۸ بيان الاستقراء) لہٰذا یہ محض لطیفہ ہوسکتا ہے کلی حکم نہیں ہے، قال الملا علي قاري: فان النووي وابن عبد البر صرحا بان الشهر قد ينقص اربعة اشهر متوالية لا خمسة قال ابن حجر وكانهما اعتمدا في ذلك على الاستقراء ومع ذلك الظاهر انه لو وقع خلاف ذلك عمل به (مرقاة المفاتيح ۴: ۲۴۴ باب رؤية الهلال) اور یہ حدیث جو ہے شهرا عيد لا ينقصان رمضان وذوالحجة متفق عليه، تو اس سے مراد حسی اور عددی نقصان نہیں ہے بلکہ ثواب مراد ہے، قال القاري: لا ينقصان اى غالبا عن الثلاثين او ثوابا ولو نقصا عددا او لا ينقصان معا في سنة واحدة او في سنة معينة اراها ﷺ وليس المراد انهما لا ينقصان حسا كما اجمعوا عليه ولا عبرة بمخالفة بعض الشيعة لانه مخالف للمشاهدة ...... قال بعض الحفاظ صام رسول الله ﷺ تسع رمضانات منها رمضانان فقط ثلاثون كذا في شرح ابن حجر.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكواة المصابيح ۴: ۲۴۵ باب رؤية الهلال)......از مرتب

اعتمادی ادارہ (رؤیت ہلال کمیٹی) کی طرف سے اعلان کرتے ہیں جس سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس پر اعتماد کر کے عید اور روزہ رکھنا جائز ہے ﴿۱﴾ ہر ایک امام (مسجد) کے سامنے ثبوت رؤیت ضروری نہیں ہے بلکہ ایک جگہ رؤیت ثابت ہونے پر تمام لوگوں کو روزہ رکھنا ضروری ہے (لما فی الهندیة ۱:۱۹۸)﴿۲﴾. وهو الموفق

قمری سال کا حساب وکتاب بہت آسان اور مشاہد ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمسی اور عیسوی سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن کا مانا گیا ہے لیکن اس کے برعکس قمری سال میں ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک انتیس اور کبھی دو تیس اور دو انتیس دن کے، لیکن میرے خیال میں کسی کو بھی صحیح علم نہیں کہ کونسا مہینہ قمری کا انتیس کا ہے اور کونسا تیس کا ہے اگر واقعی کوئی صحیح حساب موجود ہے تو اس کو مکمل طور پر تحریر کیجئے تا کہ ہم بخوبی واقف ہو سکیں، یا اس کا صحیح علم صرف خداوند کریم کو ہے، اور اگر یہ کوئی مشکوک چیز ہے تو کیا دین میں بھی شک جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جمعہ خان خٹک نظام پور نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱۱/۲۶

الجواب: شمسی سال کا شروع اور اختتام اسی طرح مہینوں کی ابتدا اور انتہا ہمیں صرف تقلید اور

﴿۱﴾قال ابن عابدین: وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفیدغلبة الظن وان کان ضاربه فاسقا لان العادة ان المؤقت یذهب الی دارالحکم آخر النهار فیعین له وقت ضربه ویعینه ایضا للوزیر وغیره واذا ضربه یکون ذلک بمراقبة الوزیر واعوانه فیغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۵ مطلب فی جواز الافطار بالتحری)

﴿۲﴾وفی الهندیة: وان لم یکن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جمع کثیر یقع العلم بخبرهم وهو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر هو الصحیح کذا فی الاختیارشرح المختار.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۱۹۸ الباب الثانی فی رؤیة الهلال)

حساب سے معلوم ہوتا ہے﴿۱﴾ ورنہ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سورج فلاں نقطہ سے فلاں تاریخ کو روانہ ہوا اور اسی نقطہ کو فلاں تاریخ کو پہنچا، اور اسی طرح مہینے کی ابتدا اور انتہا کا حال ہے بلکہ جو لوگ شمس کو ساکن خیال کرتے ہیں تو ان کیلئے سال شمسی کی بجائے سال ارضی نام رکھنا چاہئے، اور ان کیلئے ضروری ہے کہ زمین کے ایک خاص نقطہ سے حرکت کی ابتدا اور انتہا مقرر کریں بخلاف قمری سال اور مہینہ کے کہ اس کی ابتدا اور انتہا کا دار مدار شریعت مقدسہ میں ہمارے ثبوت پر رکھا گیا ہے جو کہ بہت آسان ہے اور اسی ثبوت کی بنا پر مہینے بعض

﴿۱﴾ زمین سورج کے گرد ایک چکر تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ چھیالیس سیکنڈ میں مکمل کرتی ہے اگر ہر سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کیا جاتا تو کیلنڈر پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ ۴۶ سیکنڈ سالانہ کے حساب سے مسلسل تیز چلتا جاتا جس سے مندرہ ذیل کیفیت جنم لیتی۔

چار سالوں میں تیئیس گھنٹے پندرہ منٹ اور چار سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

سو سالوں میں چوبیس دن پانچ گھنٹے سولہ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار سو سالوں میں ۹۶/ دن ۲۱/ گھنٹے ۶/ منٹ ۴۰/ سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار ہزار سالوں میں ۹۶۸/ دن انیس گھنٹے چھ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

اس فرق کو دور کرنے کیلئے عیسوی شمسی تقویم میں مندرجہ ذیل ضابطے وضع کئے گئے ہیں۔

(۱)...... چار سال میں کیلنڈر سورج کے گرد زمین کی سالانہ گردش کے اعتبار سے تقریبا ایک دن آگے ہو جاتا ہے جسے اصل مقام پر لانے کیلئے ہر چوتھے سال ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے یوں جس سال کے اعداد چار پر پورا تقسیم ہو جائیں وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے اس اضافہ کے باعث لیپ کا سال ۳۶۶/ دن کا ہو جاتا ہے۔

(۲)...... اگر مذکورہ بالا ضابطہ پر مکمل عمل کیا جائے تو ۱۰۰/ سال میں ۲۵/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریبا چوبیس دن ہوتا ہے لہٰذا ۲۵ ویں دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے صدی کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۱۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں، لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس طرح ایک عام صدی میں لیپ کے کل چوبیس سال بنتے ہیں۔

(۳)...... اگر ہر صدی میں چوبیس دن بڑھائے جائیں تو چار سو سال میں ۹۶/ دن کا اضافہ ہوگا، جبکہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریبا ۹۷/ دن ہوتا ہے لہٰذا اس ایک دن کی کمی کو پورا کرنے کیلئے............ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیس دن کے ہوں گے اور بعض انتیس دن کے، **فافهم و تدبر** ﴿۲﴾۔ لہٰذا اس کا یقین نہ کرنا شریعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی شک ممکن نہیں ہے لیکن ہماری معلومات میں شک واقع ہوتا ہے مثلاً یوم الشک جو کہا جاتا ہے تو خدا کے علم میں کوئی شک نہیں ہوتا ہے خدا کو یہ معلوم ہے کہ یہ دن رمضان کا ہے یا شعبان کا، شک ہم کو عارض ہے کہ ہم سے مکمل تحقیق نہ ہو سکی۔ **وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) چار صدیوں کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۴۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار کیا جاتا ہے۔

(۴)......اگر ہر چار صدیوں میں ۹۷/ دن بڑھائے جائیں تو چار ہزار سال میں ۹۷۰/ دن کا اضافہ ہو جائے گا جب کہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً ۹۶۹/ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے ہر چار ہزار سال بعد وہ سال جن کے اعداد ۴۰۰۰/ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس عرصہ کے بعد جو چند گھنٹوں کا فرق رہ جاتا ہے اسے چوبیس گھنٹے یا ایک مکمل دن بننے کیلئے تقریباً بیس ہزار سال چاہئیں۔

مذکورہ بالا سارا اہتمام جدید گریگورین کیلنڈر میں کیا گیا ہے قدیم جیولین کیلنڈر میں ہر صدی کا آخری سال لیپ شمار کیا جاتا تھا، لہٰذا جب پوپ گریگوری نے ۱۵۸۲ء میں ایک فرمان کے ذریعے جدید کیلنڈر کے ضوابط جاری کئے اس وقت عیسوی کیلنڈر اصل سے تقریباً ڈیڑھ ہفتہ پیچھے چل رہا تھا، اس فرق کو یوں دور کیا گیا کہ جمعرات چار اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد دس دن حذف کر دیئے گئے یعنی اس سے اگلا روز جمعہ بجائے پانچ اکتوبر کے پندرہ اکتوبر قرار پایا، پروٹسٹنٹ ممالک نے پوپ سے اپنے مذہبی اختلافات کے پس منظر میں اس ترمیم کو جلد قبول نہ کیا تاہم مختلف ممالک اسے مختلف وقفوں سے اپناتے رہے، مصر اور جاپان نے اسے انیسویں صدی کے تیسرے ربع کے آخر میں قبول کیا، چین، ترکی، روس اور یونان نے اسے اپنے ہاں بیسویں صدی میں جاری کیا اس وقت تک یہ فرق تیرہ دن ہو چکا تھا۔

اٹھارویں صدی کے وسط ۱۷۵۲ء میں جب گریگورین کیلنڈر انگلستان میں نافذ کیا گیا، مذکورہ بالا فرق گیارہ دن تھا، لہٰذا اس سال بدھ دو ستمبر کے بعد گیارہ دن شمار نہیں کئے گئے یعنی اس سے اگلے روز جمعرات کو تین ستمبر کی بجائے چودہ ستمبر قرار دیا گیا، علاوہ ازیں انگلستان میں اسی سال سے سال نو کا اول دن یکم جنوری قرار پایا جبکہ اس سے پیشتر وہاں دو قسم کے کیلنڈر رائج تھے، سول Civil یا قانونی Legal سال کا آغاز پچیس مارچ سے ہوتا تھا اس طرح اگر مثال کے طور پر ۱۵۵۰ء کا آخری روز چوبیس مارچ تھا تو اس سے اگلا روز پچیس مارچ ۱۵۵۱ء بنتا تھا

۱۵۵۱ء کا پہلا دن، اس کے برعکس تواریخی Historical سال یکم جنوری ہی سے شروع کیا جاتا تھا، اس طرح اگر ایک ہی دن قانونی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۰ء تھا تو تواریخی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۱ء ہر سال یکم جنوری سے چوبیس مارچ تک تمام دنوں کی یہی کیفیت تھی، اس سے قبل ساتویں صدی سے تیرھویں صدی تک سال نو کرسمس کے دن سے شمار کیا جاتا رہا، اس کے علاوہ بھی عیسوی تقویم میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر موجودہ تقویمی حسابوں میں یکسانیت اور سہولت کی خاطر تمام عرصے کے سالوں کا آغاز یکم جنوری ہی سے کیا جاتا ہے (ماخوذ از جوہر تقویم)......(از مرتب)

﴿۲﴾ واضح رہے کہ قمری مہینے نئے چاند سے شروع ہوتے ہیں اور حسابی قواعد صرف حساب میں اختصار اور آسانی کی خاطر ترتیب دیئے گئے ہیں علوم فلکیات کی رو سے رویت ہلال کے مشاہداتی معیار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہم ہفتے کے ایام اور شمسی تاریخیں مشرق کے ایک مخصوص مقام (۱۸۰/ درجہ طول بلد کے ساتھ گزرنے والی بین الاقوامی ڈیٹ لائن) سے ایک مخصوص وقت پر (رات بارہ بجے) شروع کرتے ہیں اور آئندہ چوبیس گھنٹوں کیلئے اس سے مغرب کی طرف واقع مقامات پر ان جگہوں کے معیاری اوقات کے مطابق ان کی یکساں مطابقت کرتے جاتے ہیں قمری اعتبار سے ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ چاند کی غیر یکساں ماہانہ گردش کے باعث رویت ہلال کا آغاز ہمیشہ کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہوتا، نیا چاند کرۂ ارض کے وسطی یا مغربی حصوں میں مشرقی مقامات سے پہلے نظر آ سکتا ہے دوسرے الفاظ میں ہر مہینے کی قمری ڈیٹ لائن مختلف مقامات سے شروع ہوتی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ شمسی ڈیٹ لائن کی مانند یہ تقریباً ایک سیدھ میں نہیں بلکہ خمیدہ بیضوی قوس کی صورت میں ہوتی ہے اور یوں ایک ہی طول بلد پر واقع تمام مقامات سے نہیں گزرتی بلکہ مشرق سے مغرب کی جانب قوس کے صرف اندرونی درجوں کو گھیرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں چاند دیکھے جانے کے باقاعدہ انتظامات کے باوجود کئی مرتبہ ان کی رویت ہلال میں دوسرے ممالک سے ایک روز کی تاخیر ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنا پر رویت ہلال کے مطابق ایک حتمی بین الاقوامی قمری تقویم تیار کرنا قطعاً ممکن نہیں لہٰذا مذکورہ بالا حسابی قاعدوں کو ہم حرف آخر نہیں بلکہ قریب ترین درست تاریخ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ کہہ سکتے ہیں، جس میں رویت ہلال سے ایک آدھ روز کا اختلاف بسا اوقات ہو جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قمری مہینوں کی اصل مدت ۲۹/ دن چھ گھنٹے اور ۲۹/ دن ۲۰/ گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس زمانے میں فسق عام ہے اس لئے رؤیت کے مسئلے میں قاضی تحری کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا دو آدمیوں سے زیادہ نے گواہی دی کہ ہم نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور ساتھ آسمان گرد آلود اور ابر آلود بھی ہو اور یہ لوگ عام لوگوں میں متہم بالفسق ہوں کیونکہ یہ لوگ بعض دفعہ بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتے ہیں اور پھر بھی رویت ہلال فطر کی گواہی دیتے ہیں تو کیا ان کا قول اور شہادت قبول کی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد لورا لائی بلوچستان......۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: اس باب میں ظن غالب کو دیکھا جاتا ہے اگر قاضی کی تشفی ان کے بیان پر ہو جائے تو پھر صحیح ہے اس زمانے میں تو فسق عام ہے اس وجہ سے قاضی تحری کرے گا، والفاسق اهل للقضاء حتی لو قلد يصح الا انه لا ينبغي ان يقلد كما في حكم الشهادة فانه لا ينبغي ان يقبل القاضي شهادته ولو قبل جاز عندنا (هدايه ۲: ۱۲۲)﴿۱﴾. جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگرچہ

(بقیہ حاشیہ) مختلف ہوتی ہے مگر حسابی تقویم میں ان کی اوسط مدت (۲۹/ دن پونے تیرہ گھنٹے تقریباً) کو مدنظر رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ حساب میں سہولت کی خاطر ہر قمری سال کے مہینے ایک ہی ترتیب سے ۳۰/ اور ۲۹/ دنوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں جبکہ عملی طور پر قطعاً ایسا نہیں ہوتا، اس معمولی سے سقم کے باوجود ان قاعدوں کی افادیت بہر حال مسلم ہے جو تحقیقی امور میں کافی ممد ثابت ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از جوہر تقویم لضیاء الدین لاہوری)۔

خلاصہ:......ان دونوں نظاموں کی تفصیلی تقویم سے معلوم ہوا کہ شمسی نظام تقویم مفروضوں اور انسانوں کے تعین و تخصیص کے ساتھ قائم ہے، اور اس لئے طویل میعاد گزرنے کے بعد اس میں کمی بیشی کی جاتی ہے، جبکہ قمری حساب میں ایسا نہیں ہے اور اسلئے شریعت نے چاند کے ثبوت اور عدم ثبوت پر معیار رکھا ہے جو کہ انتہائی آسان اور سہل ترین طریقہ ہے۔......(از مرتب)

﴿۱﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۳۵۸ كتاب ادب القاضي)

فساق ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے ہیں تو پھر ان کی شہادت قبول کی جائے گی ﴿۱﴾ آج کل عادلین کہاں ہیں، لان قوله فی الدیانات غیر مقبول ای فی التی یتیسر تلقیها من العدول (ردالمحتار ۲: ۱۲۲) ﴿۲﴾. وهو الموفق

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تفصیلی خبر پر اعتماد درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایسے مقام یا علاقہ میں لوگ رہتے ہیں جن کو عموماً اول رات کا چاند نظر آتا ہو اگر کسی وجہ سے ان کو چاند نظر نہ آئے تو اس قسم کے لوگ ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: (شیخ الحدیث) مولانا مغفور اللہ صاحب دار العلوم حقانیہ ۱۹۷۸ء/۱/۳۰

الجواب: وہ امارات جو ظن غالب کا افادہ کریں ان پر اعتماد بلاتقید جائز ہے تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بشرطیکہ خبر تفصیلی ہو اور حکم دہندہ اور منشأ حکم پر مشتمل ہو، اما الاول فلما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ ﴿۳﴾. واما الثانی فلکونها

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قال فی جامع الفتاویٰ واما شهادة الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شهادته تقبل والا لا، وفی الفتاویٰ القاعدية هذا اذا غلب علی ظنه صدقه وهو مما یحفظ درد اول کتاب القضاء وظاهر قوله وهو مما یحفظ اعتماده.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۱۴ کتاب الشهادات)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۹۹ قبیل مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

واضحة الدلالة لعدم احتمال التخلف بضرب المدافع وغيرها ﴿۱﴾. واما الثالث فلحصول اليقين على الظن مالم يعتمدوا على قول الطاعنين. وهوالموفق

سوال میں پیش کردہ تجویز اصولی نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں ہمیشہ عیدالفطراور عیدالاضحیٰ اوراسی طرح رمضان کے متعلق اختلاف آرہا ہےلہٰذا اگرہم سعودی عرب کے ساتھ صرف ایک دن کافرق رکھ کرصوم وغیرہ کااعلان کرتے رہیں تو یہ تجویز عندالشرع جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عجب خان آفریدی درہ آدم خیل ۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صوم وفطر کادارمدارثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامراوراصل حقیقت پرلہٰذا اس میں اختلاف سلفاً وخلفاً آرہا ہے اس کومنکر سمجھنا منکر ہے﴿۲﴾ اور جوتجویز آپ نے پیش کی ہے وہ غیر اصولی ہے، نیز اختلاف مطالع کااعتبار نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ عوام کالانعام بلالگام پاکستانی رویت پر روزہ رکھیں گے اور ۲۷/ یا ۲۸/ دن بعد سعودی ریڈیو پرافطار کریں گے۔ وهوالموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت يذهب الى دارالحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الافساد والا لزم تاثيم الناس وايجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فان غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلبة ظن والله تعالىٰ اعلم. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۱۵ مطلب في جواز الافطار بالتحرى)

﴿۲﴾قال الامام ولى الله الدهلوى: قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين اقول لما كان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار روية الهلال (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہلی رات کا چاند نظر نہیں آتا خواہ آسمان صاف ہو یا گرد آلود ہو کیونکہ یہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں چونکہ ہمارا علاقہ قبائلی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے تو ہم عید اور صوم پاکستان کے ساتھ کریں یا افغانستان کے ساتھ، حالانکہ اکثر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبید اللہ افغانی مقام تیراہ کرم ایجنسی.....شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے درمیانی علاقہ کے اہل کیلئے اہل علم وفتویٰ کے فیصلہ کے رو سے دونوں ملکوں کے ساتھ موافقت جائز ہے ﴿۱﴾ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وطن کی خبر پر رمضان کا حکم دیوے تو فطر میں بھی اس کی موافقت کریں۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب في صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية، بل الشريعة واردة باخمال ذكرها وهو قولهﷺ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب..... واعلم ان من المقاصد المهمة في باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان هذه الطاعة كانت شائعة في اليهود والنصارىٰ ومتحنثي العرب ولما رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء فيها زيادة القهر وفي ذلك تحريف دين الله وهو اما بزيادة الكم اوالكيف ..... واصل التعمق ان يؤخذ موضع الاحتياط لازما ومنه يوم الشك ومن الكيف النهي عن الوصال والترغيب في السحور..... ثم الهلال يثبت بشهادة مسلم عدل او مستور انه رآه وقد سن رسول اللهﷺ في كلتا الصورتين ..... وكذلك الحكم في كل ما كان من امور الملة فانه يشبه الرواية.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۱ احكام الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولو كانوا ببلدة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عیدوروزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان......

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ تیراہ میں ہمیشہ آسمان غبار آلود ہوتا ہے ہمیشہ رمضان المبارک میں کمی آتی ہے لہٰذا اگر آپ کے پاس شعبان المعظم کی شہادت آئی ہو اور کسی دن کا ثبوت ہو تو ہمیں ارسال فرما کر مشکور فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم محمد الیاس بزوٹ خیل تیراہ کوہاٹ......۱۹۷۶ء/۸/۳

الجواب: ہمارے ہاں ماہ شعبان المعظم کی رویت لیلۃ الاربعاء (بدھ کی رات) کو ہوئی تھی، نیز ماہ رمضان المبارک (۱۳۹۶ھ) کی رویت شب جمعہ کو ہوئی تھی اور اس پر شہادت بھی قائم کی گئی تھی اور قبول کی گئی تھی، باقی آپ کے علاقہ کے لوگ مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی کریں اور ریڈیو کی تفصیلی خبر پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

رمضان اور عید ہمارے ہاں رویت ہلال شرعی پر ہوا ہے

سوال: بخدمت اقدس مخدومی وسیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم؛

(بقیہ حاشیہ) لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة) وفي السراج ولو تفرد واحد برؤيته في قرية ليس فيهاوال ولم يأت مصرا يشهد وهو ثقة يصومون بقوله قلت والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللكنوی: المراد الجمع الذی يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الىٰ رای الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بيان روية هلال صوم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! معروض اینکہ ہمارے علاقہ میں مطلع صاف ہونے کی وجہ سے رمضان شریف کے ابتدائی روزہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے ریڈیو کی خبر پر جمعہ کو روزہ رکھا اور بعض نے ہفتہ کو، لہٰذا عرض ہے کہ آپ اپنے علاقہ کے حالات سے آگاہ فرماویں، تاکہ عید پر ہم چاند کا صحیح جائزہ لے سکیں اور یہ فتویٰ عوام الناس کے سامنے بطور حجت پیش کرسکیں۔ والسلام

المستفتی: مولانا عبداللطیف مدرسہ عربیہ حمیدیہ نعمانیہ اظہار الاسلام ڈیرہ غازی خان......۱۹۶۸ء/۱۲/۳۱

الجواب: ہمارے ہاں رؤیت ہلال شرعی کی بنا پر صوم اور افطار کا حکم دیا گیا ہے ہمارا جمعہ کے دن یکم رمضان تھا اور ہفتہ کے دن یکم شوال تھا ﴿۱﴾ آپ کا خط سات شوال کو موصول ہوا اسلئے یہی وجہ تاخیر کی ہے۔ وهو الموفق

عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر پر اعتماد کیا جاوے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر محمد ولایت زابل افغانستان......۱۹۸۶ء/۷/۲۳

الجواب: ٹیلیفون غیر محفوظ آلہ ہے البتہ اگر محفوظ ہو اور آواز کا امتیاز ہوسکتا ہے تو اس پر اعتماد

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قال رسول اللهﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال) ای حتی یثبت عندکم رویة هلال رمضان بشهادة عدلین او اکثر ویثبت بعدل واحد عند ابی حنیفة ایضا اذا کان فی السماء غیم وعند الشافعی ایضا فی اصح قولیه وعند احمد سواء کان فی السماء غیم ام لا وعند مالک لا تثبت اصلا قاله ابن الملک وقال القاضی ای لا تصوموا علی قصد رمضان الا ان یثبت وهو ان یری هو او من یثق علیه والمنفرد بالرؤیة اذا لم یحکم بشهادته یجب علیه عندنا ان یصوم الخ.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ۴: ۲۴۱ باب رؤیة الهلال)

جائز ہے،لانہ لا فرق بین التلفون والتیلی غراف والرادیو عند افادة الظن الغالب الا اذا کان غیر محفوظة مثل التلفون العوامی، فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

ریڈیو وغیرہ پر اعلان صوم وعید معتبر اور وحدت صوم وعید غیر مطلوب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعے صوم وفطر کے اعلان کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی دن تمام عالم اسلام میں عیدین منانے اور صوم رکھنے کی کوششیں کس حد تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبد القہار دار العلوم عربیہ ٹل......۱۹۷۶ء/۳/۲۵

الجواب: وحدت صوم وفطر مطلوب شرعی نہیں ہے اور اختلاف میں کوئی ضرر نہیں ہے، ولم

﴿۱﴾ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ شهادت من وراء الحجاب معتبر نہیں، اور فون کے ذریعہ خبر ایک قسم کی غائبانہ اطلاع ہوتی ہے نہ کہ شہادت، شہادت میں مجلس قضا میں شاہد کا سامنے آکر بیان کرنا شرط ہوتا ہے، پس یہ شہادت نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے، لہٰذا حدود شرعیہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں یہ خبر معتبر ومقبول ہوسکتی ہے مطلقاً اور ہر حال میں مقبول ومعتبر نہیں ہوگی جب غلبہ ظن کیلئے مفید ہو اور دھوکہ وفریب کا اندیشہ نہ ہو تو اس خبر کا اعتبار صحیح ہے۔

قال ابن الهمام: ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد ولو شهد وفسره للقاضي بان قال سمعته باع ولم ارشخصه حين تكلم لا يقبله لان النغمة تشبه النغمة الا اذا احاط بعلم ذلك لان المسوغ هو العلم غير ان رؤيته متكلما بالعقد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريق آخر جاز.

(فتح القدير ۶: ۴۶۳ فصل كيفية الشهادة).

اور علامہ حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں: وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ كتاب الصوم)

اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

يبال به الصحابة رضى الله عنهم كما في حديث رواه مسلم وابوداؤد ﴿۱﴾ حيث صرح فيه باختلاف اهل المدينة باهل الشام فى الصوم والفطر ﴿۲﴾. اورآلات وعلامات پراعتماد جائز ہے عند افادة الظن الغالب كما فى منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع

(بقيه حاشيه) (وعن ابن عباس قال جاء اعرابى) اى واحد من الاعراب وهم سكان البادية (الى النبى ﷺ فقال انى رأيت الهلال) يعنى وكان غيما وفيه دليل على ان الاخبار كاف ولا يحتاج الى لفظ الشهادة ولا الى الدعوىٰ. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۴۸ هل يقبل شهادة المستور فى الهلال) ..... (ازمرتب)

﴿۱﴾ عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورواه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت اولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ. (مسلم ۱: ۳۴۸ باب ان لكل بلد رؤيتهم ، وابوداؤد ۱: ۳۲۶ باب اذا رأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة، ورواه الجماعة الا البخارى وابن ماجه (نيل الاوطار ۴: ۱۹۴)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: (قوله قال الصوم يوم تصومون)...... ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم او وقفتم عرفات وفقا لقواعد رؤية الهلال ولم يكن الامر الواقع كذلك فلا ضير فيه لان المعتبر فى هذه الامور الثبوت الشرعى دون الموافقة بنفس الامر، ففى هذا الحديث دليل واضح على ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر، وتوحيدها ليس بمطلوب، لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد ... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فی زمانـنا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاھل القریٰ ونحوھا الخ ﴿۱﴾ قلت والرادیو آلة محفوظ جدا فجاز الاعتماد بخبرھا عند بیان منشأ الحکم واسم الحاکم خاصة لا یصل الیھا کل احد اذا عرف السامع الصوت وصاحبه فافھم. وھو الموفق

ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خبر مستفیض میں ریڈیو اعلان برائے عید داخل ہے یا نہیں اور ہمارے قبائلی علاقے اس اعلان کی حدود میں آسکتے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ رکھنے کیلئے اگر یقین آجائے تو گنجائش ہوسکتی ہے لیکن عید کیلئے رؤیت یا شہادت یا خبر مستفیض کی ضرورت ہے اور ریڈیو کی خبر شرعی لحاظ سے ان میں داخل نہیں ہے رؤیت اور شہادت تو ظاہر ہے اور خبر مستفیض تو کتب فقہ میں استفاضہ کا یہ معنی لکھا ہے، قال الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تأتی عن تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة

(بقیه حاشیه) معاویة رضی الله عنه من غیر نکیر یدل علی انه غیر منکر. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۴:۱۶۱ باب ان الفطر یوم تفطرون الخ) قال العلامة مفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی اور مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن، عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ وحدت صوم وعید کا کوئی شرعی اجر نہیں)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسده)

انهم صاموا عن رویته لا مجرد الشیوع من غیر علم من اشاعه (شامی مصری ۱ : ۱۲۹) نیز احسن الفتاویٰ ۳۴۹ اور بہشتی زیور حصہ ششم اور جدید آلات کا شرعی حکم مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں عدم جواز کا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالمستعان مہند ایجنسی ۱۹۷۳ء/۷/۱۷

الجواب: وفی منحة الخالق بعد ذکر عدم اختلاف المطالع و بعد تعریف الاستفاضة: لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا و الظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها الخ (هامش البحر ۲ : ۲۷۰) ﴿۱﴾ قلت الآلة المسمادة بالرادیو محفوظة جدا فکما جاز الاعتماد علیها لمن تحت ولایة الحاکم لافادة الظن الغالب فکذلک جاز الاعتماد لغیرهم ایضا للعلة السابقة مع ان اهل القریٰ ونحوها اعم ممن یکون تحت الولایة ولان ضرب المدافع و انارة القنادیل لا یختصان بالحکم فافهم وتدبر. وقلت اخبار الجماعات قد یتحقق فیه الغلط و التلبیس فلما جاز الاکتفاء علیه فجواز الاکتفاء بالاخبار الذی یوجد بتوسط هذه الآلة یکون مشروعا بطریق اولیٰ لعدم مظنة الغلط و التلبیس کما هو مشاهد ومجرب. وهو الموفق

ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر ہلال کمیٹی جو اعلان عید

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲ : ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

وصوم کرتی ہے یہ صحیح ہے یانہیں؟ نیز موجودہ ہلال کمیٹی کے جوممبر ہیں یہ عادل ہیں یانہیں؟ اگر نہیں تو ان کے اعلان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالسلام......۱۹۷۴ء/۹/۱۷

الجواب: ہلال کمیٹی کا اعلان اور اخبار بذریعہ ریڈیو وغیرہ واجب الاعتماد ہوگا جبکہ خبر تفصیلی ہو، اس میں حکم دہندہ اور سبب حکم مذکور ہوتا کہ ظن غالب حاصل ہو اور توہمات یعنی سائنسی اصول پر مبنی ہونا، دوربینوں سے دیکھنا، ہوائی جہازوں وغیرہ سے دیکھنا وغیرہ سے قطع اور زائل ہو، **فليتفكر في ما حرره العلامة الشامي في منحة الخالق على هامش البحر (٢: ٢٧٠) لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم اھ ﴿١﴾ قلت: الراديو وغيرها اشد حفاظة واوضح دلالة كما لا يخفىٰ بخلاف ضرب المدافع او روية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به ﴿٢﴾ قلت هذا يقتضي كون غلبة الظن مقصودة ومطلوبة ايضا.** چونکہ قاضی اور محکم اور سلطانی منادی میں عدالت شرط نہیں ہے لہٰذا ان

﴿١﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٧٠ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وقبل بلاعلة يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن) لانه العلم الموجب للعمل لا العلم بمعنى اليقين نص عليه في المنافع وغاية البيان ابن كمال ومثله في البحر عن الفتح وكذا في المعراج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ٢: ١٠٠ كتاب الصوم)

ممبران کی عدالت کی تحقیق ضروری نہیں ہے، وفي الهندية ۵ : ۳۴۲ خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان او فاسقا كذا في جوهر الاخلاطي ﴿۱﴾.

ملاحظہ:...... کمیٹی کا یہ اعلان کہ رؤیت نہیں ہوئی ہے اس سے دیگر مسلمانوں کی رؤیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وهو الموفق

صوم وعید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو سعودیہ عربیہ کا اعلان برائے صوم وعید پاکستانیوں کیلئے حجت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور کسی نے افطار کیا تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تحریک طلباء اسلام برمل وزیرستان..... ۱۹۸۶ء/۷/۸

الجواب: بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور ریڈیو بنسبت امارات کے واضح الدلالت ہے لعدم احتمال الغلط فيه بخلاف المدافع ﴿۲﴾، پس سعودی عرب کی تفصیلی خبر پر اعتماد کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ یہ اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا ﴿۳﴾۔ عوام کالانعام بلا لگام سے بعید نہیں کہ پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور عرب کی رؤیت پر افطار کریں گے اور ستائیس اٹھائیس

﴿۱﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۵ : ۳۰۹ كتاب الكراهية باب في العمل بخبر الواحد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر الخ.

(منحة الخالق على بحر الرائق ۲ : ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئ اللكنوى: المراد الجمع الذى يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى راى الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱ : ۳۰۹ بيان رؤية هلال صوم)

روزے رکھیں گے جوکہ امر اجماعی اور منصوص کے خلاف ہے اور جس نے اس پر اعتماد کیا اور نصف النہار میں افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا لوجود الشبهة فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ روزہ رمضان پاکستان کے اعلان پر رکھتے ہیں اور آخر میں عید سعودی اعلان پر کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: مولانا حاجی محمد بنوں......۱۹۸۷ء/۲/۲

الجواب: چونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا، اور روبیہ مذکورہ اس حکم منصوص اور اجماعی کا خلاف ہے ﴿۲﴾ لہٰذا یہ ناجائز ہے اور علاوہ ازیں عوام قضاء کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانما لم تجب الكفارة فيما اذا رأى هلال رمضان ولم يصم لان القاضي رد شهادته بدليل شرعي وهو تهمة الغلط فاورث شبهة وهذه الكفارة تندرئ بالشبهات لانها الحقت بالعقوبات الخ.

(البحر الرائق ۲: ۲٦۵ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالي: يثبت رمضان برؤية هلاله لقولهﷺ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين فلذا قال او بعد شعبان ثلاثين يوما ان غم الهلال فلم ير لغيم ونحوه لما روينا وهذا بالاجماع.

(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ٦٦۲ فصل فيما يثبت به الهلال)

﴿۳﴾..... ☆ قال العلامةابن عابدين: لو صام رائ هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذى وغيره والناس لم يفطروا فى مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکومت کی جانب سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان نے موجودہ صورت حال میں رؤیت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ روزہ افطار وغیرہ کا حکم لگا کر ریڈیو ٹی وی پر اعلان کرتے ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ کمیٹی کوئی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری اشرف گل ڈھب سنگینی کرک......۱۹۸۹ء/۵/۱۸

الجواب: حکومت پاکستان کی طرف سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے، لیکن پاکستان کے مغربی صوبوں میں یہ کمیٹی ناکام ہے نہ حکومت نے علت سے خالی فضاؤں میں رؤیت کنندہ گان مقرر کیے ہیں اور نہ عوام الناس کی اس کمیٹی یا حکومت سے کوئی ہمدردی ہے، نیز یہ کمیٹی آزاد (بااختیار) بھی نہیں ہے جب مشرقی صوبوں کے لوگوں کے روزے اٹھائیس ہوں یا جمعہ کو عید ہونے والی ہو تو یہ کمیٹی شریعت پر مصلحت کو ترجیح دیتی ہے بہر حال ضرورت رؤیت کنندگان کی تقرری کا ہے، عید وفطر کا حکم ایک معتمد عالم بھی دے سکتا ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۸ مبحث فی صوم یوم الشک)

......☆وفی المنهاج: لا نفطر براديو العرب فی باکستان لان العوام يصومون برؤية باكستان ويفطرون برؤية العرب ثم لا يقضون عند نقصان الشهر ويقومون ليلة العيد دون ليلة رمضان بالتلوم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۵ قبیل باب ما یستحب علیه الافطار)

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزيری: لا يشترط فی ثبوت الهلال و وجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حكم الحاكم ولكن لو حكم بثبوت الهلال بناء علی ای طريق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمين ولو خالف مذهب البعض منهم لان......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

(۱) اگر شرعی ثبوت کے ہوتے ہوئے عید کا اعلان مقامی طور پر علماء کریں تو عام لوگ عید مناتے ہیں لیکن فوجی لوگ جو وہاں رہائش پذیر ہیں ان کیلئے مخالفت کرنا کیسا ہے؟ (۲) شرعی رؤیت اور اعلان قاضی کے بعد رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مانع حکم شرعی ہے؟ (۳) اگر ثبوت کے باوجود ہلال کمیٹی اعلان نہ کرے تو اس اعلان نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا اشرف الدین خطیب فوج نوشہرہ.....۱۹۷۸ء/۱۱/۲۴

الجواب: (۱) ثبوت شرعی کے بعد کوئی شخص خواہ آرمی کا آدمی ہو یا سول، مخالفت کرنے کا مجاز نہیں ہے﴿۱﴾۔ (۲) ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا حکم شرعی کیلئے مانع نہیں ہے (بشرط صدق وثبوت)﴿۲﴾۔ (۳) ثبوت شرعی کے باوجود کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہوسکتا ہے خدا پرستی نہیں ہے۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) حکم الحاکم یرفع الخلاف وهذا متفق علیه. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۴۸۲ کتاب الصیام)

﴿۱﴾ وقال فی الهندیة: ولا یشترط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعویٰ ولا حکم الحاکم حتی انه لو شهد عند الحاکم وسمع رجل شهادته عند الحاکم وظاهره العدالة وجب علی السامع ان یصوم ولا یحتاج الی حکم الحاکم.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۹۷ الباب الثانی فی رؤیة الهلال)

﴿۲﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: لا یشترط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حکم الحاکم ولکن لو حکم بثبوت الهلال بناء علی ای طریق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمین.

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۴۸۳ هل یشترط حکم الحاکم فی الصوم)

صبح کو مشرق اور شام کو مغرب کی طرف چاند دیکھنا ممکن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جید عالم دین نے اعلان کیا کہ کل عید ہوگی لیکن اس سے کم تر علم رکھنے والے نے یہ لکھ دیا کہ یہ عید نا جائز ہے چنانچہ خود بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور متعلقین کو بھی تلقین کرتا رہا، دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اس دن میں نے چاند مشرق کی جانب دیکھا ہے لہٰذا اسی روز مغرب کی جانب چاند نہیں دیکھا جا سکتا، اب ان میں کون غلطی پر ہے اور کون صحیح؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم طوطی آبادلکی مروت......۲۴/شوال ۱۴۰۶ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ردالمحتار ۲:۱۳۱ میں مسطور ہے کہ صباحاً اور مساءً رؤیت ممکن ہے وعبارته هذا: وشمل قولهم لا عبرة برويته نهارا ما اذا رؤى يوم التاسع والعشرين قبل الشمس ثم رؤى ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤيته صباحا ثم مساءً في يوم واحد كما قدمناه﴿۱﴾ پس بہر حال اس مخالفت کنندہ کا منشأ فاسد ہے۔ وهو الموفق

مملکۃ سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (دربارۂ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے

سوال: ما ذا يقول العلماء في المسائل الآتية: (۱) ما حكم الاخبار والعمل براديو الرياض من السعودية او غيره من الممالك الاسلامية العربية والحال ان في الافغانستان ليس بسلطان ولا امير الا امراء المجاهدين والعلماء؟ (۲) وما حكم التلفون والراديو من الآلات الاستخبارية في القوة والضعف والظن واليقين؟ (۳) فاذا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۴ مطلب في اختلاف المطالع)

لم يوجد السلطان والامير فكيف حكم العالم بالعمل بهذا الاخبار مع وجود الاختلاف الشديد بين العلماء فبعضهم يعمل بهذا الاخبار وبعضهم لا يعمل به فما حكم الفريقين؟ بينوا توجروا

المستفتی: ہیئت علماء حرکت انقلاب اسلامی افغانستان ۱۹۸۷ء/۱/۴

الجواب: (۱) جاز الاعتماد باخبار راديو الرياض اذا كان مفصلا ذكر فيه الحاكم وسبب الحكم (ماخوذ من منحة الخالق على هامش البحر) (۲: ۲۷۰)﴿۱﴾. (۲) التلفون آلة غير محفوظة فلا بد من التحرى فى الاخبار الموصولة بها. (۳) العلماء اتفقوا على ان لا يتفقوا ولاضير فى الاختلاف لوجوده سلفاً وخلفاً ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين الشامي: واذا كانت الاستفاضة فى حكم الثبوت لزم العمل بها ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التى لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنية على اخبار رجل واحد...... ولم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرىٰ ونحوها الخ.

(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر وتوحيدها ليس بمطلوب لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد معاوية رضى الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۴: ۱۶ باب ان الفطر يوم تفطرون) وقال الحصكفي: ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۹۹ مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں آس پاس دیہاتی علاقوں میں عیدالفطر منانے پر اختلاف کی وجہ سے دو عیدیں منائی گئی ہیں، ایک طبقہ نے پورے شعبان کے تیس دن پوری کر کے روزہ شروع کیا تھا اور انتیس روزے رکھے اور دوسرے طبقہ نے بھی اسی دن سے روزے شروع کر کے تیس روزے رکھے، لہٰذا ہر دو فریق ایک دوسرے پر لعنت اور کفارت کی پکار لگاتے ہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ آپ نے روزہ کھا کر کفارہ ادا کرنا ہے، اور یاد رہے کہ طبقہ اولی نے ٹیلفون کر کے عید منائی ہے اب جانبین آپ صاحبان کے حکم کے منتظر ہیں، لہٰذا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان خطیب جامع مسجد داروڑہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: واضح رہے کہ حدیث صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ سے معلوم ہے کہ صوم وفطر کا دارمدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر پر﴿۱﴾ پس اس بنا پر صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے

﴿۱﴾ یؤخذ من هذا الحديث (۱) وجوب صيام شهر رمضان اذا ثبتت رؤية هلال ووجوب الفطر اذا ثبتت رؤيةهلال شوال. (۲) استحباب اشاعة خبر دخول شهر رمضان وخروجه بأوسع وسيلة واسرعها. (۳) ان الحكم بالصوم والفطر معلق برؤية الهلال فلا يصام ولا يفطر الا بالرؤية. (۴) اذا حال دون مغيب الهلال ما يمنع الرؤية من سحاب او غبار او نحوهما ليلة الثلاثين من شعبان فتكمل عدة شعبان ثلاثين يوما ولا يصام يوم تلك الليلة. (۵) الرؤية هي المستند الشرعي في احكام الصيام والافطار ولا عبرة بالحساب ولا يصح الاعتماد عليه بحال من الاحوال لان الرؤية لا تنضبط بامر حسابي فانها تختلف باختلاف ارتفاع المكان وانخفاضه وغير ذلك.

واختلف العلماء فيما اذا رؤى الهلال ببلد من (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اور نہ امر منکر ہے، صحیح مسلم شریف وغیرہ کی روایات کی بنا پر خیر القرون میں بھی یہ اختلاف وقوع پذیر ہوا ہے پس صورت مسئولہ میں فریقین کا ایک دوسرے پر لعن وطعن کرنا ایک عوامی اور جاہلانہ رویہ ہے عوام کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی ارباب علم وفتویٰ پر اعتماد کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقيه حاشيه) البلدان فهل يجب الصيام او الافطار على عموم المسلمين او ان كل قطر له حكمه في الصيام والافطار حسب مطلع قطره الذى هو فيه؟ فذهب جمهور العلماء ومنهم الامامان ابوحنيفة واحمد الى انه اذا رؤى فى بلد لزم حكمه جميع الناس عملا بهذا الحديث والخطاب للمسلمين عامة ولا عبرة باتفاق المطالع واختلافها ، وذهب الشافعى وجماعة من السلف الى القول بالحكم باختلاف المطالع وقالوا ان الخطاب فى الحديث نسبى فان الامر بالصوم والفطر موجه الى من وجد عندهم الهلال. فمسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التى للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشأن فى العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم فى هذه المسألة على قولين فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره واستدل كل فريق بادلته وقد مضىٰ على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشر قرناً ولا نعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياد اسلامية على رؤية واحدة، فيجب صوم رمضان على رؤية الهلال او الشهادة على الرؤية والاخبار بها او اكمال عدة شعبان ثلاثين يوما فخلاصة الاقوال فى الصوم والفطر ثلاثة الاول انه اذا رؤى فى بلد لزم الناس كلهم الصوم نظرا الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله اذا رأيتموه ، الثانى اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات مع الاختلاف وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته فى قطرهم، الثالث لزوم الصوم والفطر اذا كانوا تحت ولاية واحدة اى بلاد متقاربة، فالصحيح من حيث الدليل الاول وعمل اليوم على الثالث. (ملخص ماقرر مجلس هيئة كبار العلماء فى المملكة السعودية على هامش على بلوغ المرام ٢٠٧ كتاب الصيام)...... ازمرتب

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئى اللكنوى: والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ١: ٣٠٩ بيان رؤية هلال صوم اوفطر)

مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں

سوال: فضیلة الشیخ المحترم مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: بعد از سلام (۱) **لا عبرة لاختلاف المطالع** مسئلہ متون است وظاہر المذہب آنست **وظاهر الرواية وهو الاصح وعليه الفتوىٰ على ما في المستخلص ونور الايضاح وغيره،** پس قول زیلعی کہ از اہل اجتہاد نیست بلکہ قول مقلد وناقل است بکدام دلیل شرعی نزد او ثانی معمول شد ومذہب احناف ومالکیہ وحنابلہ را شما علماء کرام پاکستان ترک کردہ اند دلیل شرعی آن را نوشتہ کنید۔ (۲) سپیکر وراد یو تعامل الناس وجمیع العلماء معمول است پس شمار در خصوص صوم چرا آنرا اعتبار نمید ہید و آں مثل مشافہہ ہم میباشد، اعلانات علی العموم خبر نیست حتی کہ شرائط بخواہد بلکہ انشاء است استفاضہ آں شرط نیست، پس اعلان قضائی وسلطنت عربستان را بکدام دلیل شرعی شما اعتبار نمید ہید، دلیل منع نوشتہ مع حوالہ کتب معتبرہ؟ **واجركم على الله**

المستفتی: افغان مہاجرین اکوڑہ خٹک کیمپ...... ۱۹۸۹ء/۵/۲۰

الجواب: واضح باد کہ ظاہر الروایت اگر چہ عدم اعتبار اختلاف مطالع است لیکن مراد ازیں عدم اعتبار در بلاد قریبہ ست نہ در بلاد قریبہ و نائیہ ہر دو ﴿۱﴾۔

پس اہل پاکستان واہل کیمپہا را بروئیت عربستان اعتماد کردن خلاف فقہ حنفی ست، **اما اولا فلما في البدائع ۲: ۱۹۹ في مبحث رؤية الهلال وشهوده فاما اذا كانت بعيدةفلا يلزم احدالبلدين حكم الآخر لان المطالع عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهىٰ مافي البدائع ﴿۲﴾ واما ثانيا، فلان مسئلة اختلاف المطالع وعدمه مسئلة اجتهاديه، وعدم كون الشهر اقل من تسع وعشرين امر**

﴿۱﴾ قال الفقيه نصربن محمد السمرقندى: اهل بلدة صاموا ثلاثين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرىٰ صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية ايضا فعليهم قضاء يوم اذا لم تختلف المطالع بينهما اما اذا اختلفت المطالع لا يجب القضاء. (فتاوىٰ النوازل ۸۴۶ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۴ مبحث اثبات الاهلة)

منصوصي اجماعي فاذا صام اهل باكستان برؤيتهم وافطروا برؤية العرب كما هو المظنون من العوام فيلزم خلاف الامر الاجماعي والمنصوصي وهو واضح. واما ثالثا: فلان اهل البلد النائيي كاميريكة اذا رؤا الهلال واخبر بها مسلم بالآلات الجديدة الى اهالي باكستان فيصل اليهم الخبر عند طلوع الشمس لان وقت الغروب.عليهم وقت الشروق علينا فيلزم الحرمان من صلاة التراويح وصيام اليوم الاول حتما دائماً.

واما ما قالوا فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب فالمراد منه المشرق والمغرب للبلد القريب مثلا اذا رآها الناس فيْ مغرب باكستان فيلزم اهل المشرق من الهند والباكستان برؤية اهل المغرب﴿١﴾.

ملاحظه:...... كتبت المسئلة بالعربية لئلا تقع عند غير اهل العلم. وهو الموفق

﴿١﴾قال العلامة عبد الحئي اللكهنوى: نزد طائفه از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادے کہ بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع دارند ومقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دراں اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزوم نہ خواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از کم یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، درمراقی الفلاح ے نویسد ،اذا ثبت الهلال فى بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس فى ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وهو قول اكثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا للغرب لعدم انعقاد السبب فى حقهم. وطحطاوی درحواشی مراقی الفلاح ے نویسد :قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما فى دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت فى علم الا فلاك والهيئة واقل ما اختلف المطالع مسيرة شهر كما فى الجواهر ،ودرفتاوىٰ تا تارخانیہ ے آرد:اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل يلزم فى حق كل بلدة اختلف فيه فمنهم من قال......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب

سوال: موجودہ رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے جو طریقہ کار منظر عام پر آچکا ہے وہ شرعی لحاظ سے بہت تشویشناک ہے بنابریں مناسب معلوم ہوا کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود جو نقائص شرعی لحاظ سے ہمیں

(بقیہ حاشیہ) لا يلزم فانما المعتبر في حق اهل بلدة رؤيتهم وفي الخانية لا عبرة باختلاف المطالع في ظاهر الرواية وفي القدوري ان كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزمه وذكر شمس الائمة الحلواني انه الصحيح من مذهب اصحابنا، وصاحب ہدایہ در مختارات النوازل مے آرد: اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرىٰ صاموا ثلاثين بالرؤية فعلى الاولين قضاء يوم اذا لم يختلف المطالع بينهما واما اذا اختلف لا يجب القضاء، ......وزیلعی در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مے طراز د: ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأى الهلال اهل بلدة ولم يره اهل بلدة اخرىٰ يجب ان يصوموا برؤية اولئك كيف ما كان على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلى قول من اعتبره ينظر فان كان فيهما تقارب بحيث لا يختلف المطالع يجب وان كان بحيث يختلف لا يجب واكثر المشائخ على انه لا يعتبر حتى اذا صام اهل بلدة ثلاثين يوما واهل بلدة اخرىٰ تسعة وعشرين يوما يجب عليهم قضاء يوم، والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول وقت الصلاة وخروجة يختلف باختلاف الاقطار...... خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر اگر چہ متقارب باشد غیر معتبر است و مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر اگر چہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدۂ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دراں اختلاف مطالع مے شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بلدۂ دیگر نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدۃ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد۔

(مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ ۱: ۲۵۵ كتاب الصوم)

معلوم ہوئے ہیں بزرگوں کے سامنے رکھ کر اطمینان حاصل کریں۔ (۱) تمام مملکت کیلئے بیک وقت روزہ، افطار اور عید کو ضروری قرار دینے کی نظیر خیر القرون میں نہیں ملتی اور غیر ضروری قرار دینے کی بھی۔ (۲) کئی ہزار مربع میل مملکت میں یہ بات اعتبار اختلاف مطالع کے خلاف ہے کیونکہ اختلاف مطالع کا مقدار ایک ماہ کی مسافت فقہاء کرام تحریر فرما چکے ہیں جو کہ میلوں کے حساب سے تقریباً چار سو اسی میل مسافت بنتی ہے جبکہ کراچی لکی مروت سے آٹھ سو میل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، اور محققین فقہاء کرام کے نزدیک اعتبار اختلاف مطالع کا قول صحیح اور راجح ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع بحث درج ذیل ہے:

در باب اختلاف مطالع فقہاء حنفیہ بر چند اقوال مختلف اند، بعضے برآنند کہ اختلاف مطالع معتبر است، و اعتبار رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر نیست، بلکہ برائے اہل ہر بلدہ رؤیت ہماں بلدہ معتبر است ونزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقا اعتبار نیست، پس رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگر چہ فیما بین ہر دو فاصلہ کثیر باشد، بعد ثبوت آن بطریق شرعی ملزم و معتبر خواہد شد، ونزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادی کہ بحسب قواعد علم ہیأۃ اختلاف مطالع دارند و مقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است دران اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزوم نخواہد شد و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدۂ دیگر ملزم خواہد شدہ، در مراقی الفلاح می نویسد **اذا ثبت الهلال في بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس في ظاهر الرواية وعليه الفتوىٰ وهو قول اكثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا المغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم انتهىٰ،** طحطاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد **قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار**

کما فی دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت فی علم الافلاک والهیأة واقل ما اختلف المطالع مسیرة شهر کما فی الجواهر انتهیٰ ،ودرفتاویٰ تا تارخانیہ سے آرد اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل یلزم فی حق کل بلدة اختلف فیه فمنهم من قال لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهل بلدة رویتهم وفی الخانیة لا عبرة باختلاف المطالع فی ظاهر الروایة، وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه وذکر شمس الائمة الحلوانی انه الصحیح من مذهب اصحابنا انتهیٰ وصاحب ہدایہ درمختارات النوازل سے آرد، اهل بلدة صاموا تسعة وعشرین یوما بالرؤیة واهل بلدة اخریٰ صاموا ثلاثین بالرؤیة فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینهما واما اذا اختلف لا یجب القضاء انتهیٰ، وزیلعی درتبیین الحقائق شرح کنز الدقائق می طرازد، ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأی الهلال اهل بلدة ولم یره اهل بلدة اخریٰ یجب ان یصوموا برؤیة اولئک کیف ما کان علی قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلی قول من اعتبره ینظر فان کان فیهما تقارب بحیث لا یختلف المطالع یجب وان کان بحیث یختلف لا یجب واکثر المشائخ علی انه لا یعتبر حتی اذا صام اهل بلدة ثلاثین یوما واهل بلدة اخریٰ تسعة وعشرین یوما یجب علیهم قضاء یوم والاشبه ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع کما فی دخول وقت الصلوٰة وخروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لا یلزم ان تزول فی المغرب وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل کلما تحرکت الشمس درجة فتلک طلوع الفجر لقوم وطلوع الشمس لبعضهم وغروب لبعض ونصف لیل لغیرهم والدلیل علی اختلاف المطالع ما روی کریب ان ام الفضل بعثته

الی معاوية بالشام قال فقدمت الشام وقضيت حاجتها واستهل علي شهر رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبدالله ابن عباس ثم ذكر الهلال متى رايتم الهلال فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا راينا ه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اونراه فقلت اولاتكتفي بروية معاوية وصيامه قال لاهكذا امرنا رسول ﷺ قال في المنتقى رواه الجماعة الا البخاري وابن ماجة انتهى خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا وعدم لزوم حکم رویت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر اگرچہ متقارب باشد غیر معتبر است ومذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر اگرچہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمین است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ دران اختلاف مطالع میشود وتقدیرش مسافت یک ماہ است درین صورت حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد انتہیٰ (ما في مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ ۱:۲۵۴، ۲۵۵).

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے عرف الشذی ۳۵۳ (مطبع قاسمیہ دیوبند) میں علامہ زیلعی شارح کنز کا مذکورہ بالا مسلک نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے، وكنت قطعت بما قال الزيلعي ثم رأيت في قواعد ابن رشد اجماعا على اعتبار اختلاف المطالع في البلدان النائية، رمضان کا مسئلہ تو نسبتاً کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ اس میں تو شہادت نہیں صرف اخبار ہے مگر مشکل مسئلہ آگے عید کا آرہا ہے جس کیلئے شہادت ضروری ہے، اور شہادت میں تو شرعا اور عقلا گواہوں کی حاضری ضروری ہے اور اگر نقل حکم قاضی ہو تو اس کیلئے بھی دو گواہ ضروری ہیں حالانکہ یہاں حکومت نے اس جگہ کے علاوہ جہاں رؤیت

ہوئی ہو، دیگر تمام جگہوں کیلئے ٹیلی فون اور ریڈیو پر حکم پہنچانے کا انتظام کیا ہے، حالانکہ ہمارے ناقص خیال میں یہ قواعد فقہیہ کی رو سے قطعاً غلط معلوم ہو رہے ہیں صاحب بحر لکھتے ہیں، **واعلم ان ما کان من باب الدیانات فانه یکتفی فیه بخبر الواحد العدل کھلال رمضان وما کان من حقوق العباد وفیه الزام محض کالبیوع والاملاک فشرطه العدد والعدالة ولفظ الشهادة مع باقی شروطها ومنه الفطر انتهیٰ** (بحر ۲: ۲۶۷) اور مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۲۷۵ میں ہے، بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ در باب صوم و افطار معتبر نہیں۔

درمختار میں ہے: **فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب** جس پر علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں **قوله بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشهادة ویشهدا علی حکم القاضی او لیستفیض الخبر**، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں، **قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه انتهیٰ**۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال رمضان کے بارے میں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ اطلاعات ان صورتوں میں شامل نہیں ہو سکتیں جن کو فقہاء امت شرعی لحاظ سے قابل اعتبار قرار دیتے ہیں چہ جائیکہ اس پر عید کی بنا کر سکے، کیونکہ صاحب بحر وغیرہ تمام فقہاء کرام نے بالاتفاق رویت ہلال عید کے اثبات شرعی لحاظ سے شہادت کو شرط قرار دیا ہے اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے گواہوں کی حاضری شرط اول ہے شرعی لحاظ سے کتب فقہیہ میں ثبوت موجود ہے اور عقلاً اس لئے کہ آج تک تمام ذی عقل اور اہل تعلیم فاضل جج صاحبان نے چاہے وہ کافر کیوں نہ ہوں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار پر شہادت لیکر فیصلہ دینا جائز قرار نہیں دیا ہے۔

پس اگر ہم قول مرجوح پر عمل کریں اور اعتبار اختلاف مطالع کا نہ کریں تو ایک مجرب جھوٹی منادی (ریڈیو) پر کیسا اعتماد کیا جائے جبکہ مجرب جھوٹا پن کے ساتھ ساتھ اعلان کنندہ بھی فاسق ہو اور اگر ہم ان سارے نقائص کو نظر انداز کر سکتے ہیں تو پھر سعودیہ عربیہ کے اعلان پر لبیک کیوں نہ کہیں تاکہ ساری امت کا روزہ اور عید ایک ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عزیز الرحمٰن بنوں تحصیل لکی مروت......۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: واضح رہے کہ خیر القرون میں صوم وعید کی وحدت کے ضروری یا غیر ضروری ہونے دونوں کی نظیر نہیں ملتی، البتہ وحدت کے مشروع ہونے کی دلیل ملتی ہے **وهو قوله عليه الصلاة والسلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الخطاب فيه عام لجميع المسلمين، والمراد من الرؤية ثبوت الرؤية بالمشاهدة او الشهادة وغيرها لا الرؤية المحضة اجماعا وهو واضح فاذا ثبتت عند اهل المشرق رؤية اهل المغرب ثبوتا شرعيا فيلزم عليهم الصوم والافطار وهو ظاهر الرواية كما صرحوا به، وخصص ابن عباس الخطاب باهل البلد حيث قال هكذا امرنا رسول اللهﷺ فيكون عدم حكمه بناء على رأيه المستنبط من الحديث دون منطوق الحديث والاصل في الخطاب هو العموم فيكون ظاهر الرواية قويا من حيث الدليل وهو الراجح عند المحققين كذا صرحوا به﴿۲﴾، واما ما اختاره الزيلعي فهو غير ظاهر الرواية والمراد من الاجماع في**

﴿۱﴾ اخرجه احمد في المسند (۲: ۴۵۴) والبخاري في الصوم باب قول النبيﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا، ومسلم في الصيام باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال وغيرهم من حديث ابي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً.

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ان الجمهور استدلوا بالسنة والقياس اما السنة فهو حديث ابي هريرة وغيره صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کلام ابن رشد اجماع المالکیة، نیز واضح رہے کہ ریڈیو نہایت ایک محفوظ آلہ ہے اس کے ذریعہ سے جو خبر نشر کی جاتی ہے وہ واضح الدلالت ہوتی ہے بخلاف مدافع وغیرہ کے جن میں غیر کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے، پس جب مدافع پر اعتماد درست اور مشروع ہے تو اس آلہ پر اعتماد بہ طریق اول درست ہوگا، کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من

(بقیه حاشیه) فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین فهو یدل علی ان ایجاب الصوم علی کل المسلمین معلق بمطلق الرؤیة والمطلق یجری علی اطلاقه فتکفی رؤیة الجماعة اوالفرد المقبول الشهادة، واما القیاس فانهم قاسوا البلدان البعیدة علی المدن القریبة من بلد الرؤیة اذلا فرق والتفرقة تحکم لا تعتمد علی دلیل هذا وقد ذکر ابن حجر فی الفتح ستة اقوال فی الموضوع، وقال الصنعانی: والاقرب لزوم اهل بلد الرؤیة وما یتصل بها من الجهات التی علی سمتها ای علی خط من خطوط الطول وهی ما بین الشمال الی الجنوب اذ بذلک تتحد المطالع وتختلف المطالع بعدم التساوی فی طول البلدین او باختلاف درجات خطوط العرض.

وقال الشوکانی ان الحجة انما هی فی المرفوع من روایة ابن عباس لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس، والمشار الیه بقوله هکذا امرنا رسول اللهﷺ وقوله فلا نزال نصوم حتی نکمل الثلاثین والامر الوارد فی حدیث ابن عمر، لا یختص باهل ناحیة علی جهة الانفراد بل هو خطاب لکل من یصلح له من المسلمین فالاستدلال به علی لزوم رؤیة اهل بلد لغیرهم من اهل البلاد اظهر من الاستدلال به علی عدم اللزوم لانه اذا رآه اهل بلد فقد رآه المسلمون فیلزم غیرهم ما لزمهم ...... وهذا الرأی (رای الجمهور) هو الراجح لدی توحیدا للعبادة بین المسلمین.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۶۶۲ المطلب فی اختلاف المطالع)

سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاھل القریٰ ونحوھا الخ ﴿۱﴾. نیز واضح رہے کہ منادی سلطان میں عدالت کی شرط نہیں ہے کمافی الھندیة ۵: ۳۴۲ وخبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی الجواھر الاخلاطی ﴿۲﴾ اور جب ریڈیو کے ذریعہ سے تفصیلی خبر جس میں فیصلہ کنندہ اور منشأ (رؤیت وغیرہا) مذکور ہو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بشب پیر تیسویں رمضان کو چاند دیکھنے پر شہادت شرعی پیش ہوئی اور عید فطر کا اعلان کیا گیا اس کے بعد بشب منگل یعنی یکم شوال کو آئندہ رات چاند نہیں دیکھا گیا، آیا یہ دوسرے دن کا چاند نہ دیکھنا شہادت مذکورہ کی تکذیب کی دلیل نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد واہلیان خویشکی نوشہرہ......۱۹۷۷ء/۱۰/۲۶

الجواب: چونکہ دوسری رات کا چاند بنسبت پہلی رات کے بلند اور بڑا ہوتا ہے لہٰذا دوسری رات کو نظر نہ آنا دروغ بیانی یا غلطی کی دلیل ہے البتہ تیس دن پورے ہونے کی وجہ سے باوجود عدم رؤیت کے عید کا حکم دیا جائے گا، کمافی الھندیة ۱: ۲۱۱ واذا شھد علی ھلال رمضان شاھدان والسماء متغیمة وقبل القاضی شھادتھما وصاموا ثلثین یوما فلم یروا الھلال شوال ان کانت السماء متغیمة یفطرون من الغد بالاتفاق وان کانت مصحیة یفطرون ایضا علی الصحیح کذا فی المحیط ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی ھامش البحر ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لایفسده)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۰۹ کتاب الکراھیة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۱۹۸ الباب الثانی فی رؤیة الھلال)

اثبات ماہ رمضان کیلئے تین افراد کی گواہی اور خبر مستفیض کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا اوراس میں روزہ کا اعلان کیا گیا، اب جب دوسرے گاؤں والے یہ خبر لے کر جائیں تو اس کے موجب طریقہ کونسا ہے اگر تین عام آدمی اس گاؤں سے آجائیں اور یہ کہہ دیں کہ اس دوسرے گاؤں میں چاند دیکھا گیا ہے اور فرضیت رمضان کا اعلان کریں کیا یہ شہادت کافی ہے یا خبر مستفیض ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن وانڈہ شہاب خیل لکی مروت

الجواب: واضح رہے کہ ثبوت علی طریق موجب تین قسم کا ہے کمافی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة او يشهدا على حكم القاضي او يستفيض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة كذا ر ء وه لانه حكاية ﴿۱﴾ پس اس بنا پر یہ خبر جو کہ استفتاء میں مسطور ہے خبر مستفیض نہیں ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن چونکہ ظن غالب بھی موجبات سے شمار کیا گیا ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به ﴿۲﴾ قلت والخبر المستفيض يوجب من حيث انه يفيد الظن الغالب فلا يلزم الزيادة على الثلاثة فافهم، پس اگر یہ اشخاص معتمد ہوں تو ان کی خبر پر اعتماد کرنا غلط نہ ہوگا، لان خبرهم ليس مادون من صوت المدافع فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۵ كتاب الصوم مطلب في اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والظاهر انه يلزم اهل القرئ الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ كتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول المؤقتين)

افواہیں خبر مستفیض نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جگہ چند آدمی قاضی یا امام کو خبر دیں کہ مثلاً فلاں جگہ میں شہادت دی گئی ہے کہ چاند نظر آیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہدے کہ وہاں کے مولوی صاحب نے عید کا اعلان کیا ہے اور مولوی صاحب کا تعین نہیں ہے اور نہ گواہوں کے بارے میں کچھ علم ہے تو کیا وہ قاضی یا امام عید کا اعلان کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی یحیی مہمند ایجنسی متعلم حقانیہ......یکم ذی الحجۃ ۱۳۹۹ھ

الجواب: اس قسم کی خبروں سے عید یا صوم کا حکم دینا بے قاعدہ امر ہے، یہ افواہیں ہیں خبر مستفیض نہیں ہے، فی ردالمحتار ۲: ۱۲۹ قال الرحمتی معنی الاستفاضة انه تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ریڈیو وغیرہ کے اعلان روزہ وفطر پر اعتماد کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ زمانے میں حکومت ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ پر صوم وفطر کا اعلان کرتی ہے کیا عندالشرع ان کا اعتبار کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا احمد زمان منگوری پاڑہ چنار......۱۹۸۶ء/۱/۱۸

الجواب: جبکہ مدافع وغیرہ پر اعتماد جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۲۵ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قلت والظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع ورؤیة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة ...(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ومنحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ ﴿۱﴾ پس ریڈیو وغیرہ پر اعتماد بہ طریق اولیٰ جائز ہے، لکونها ادل علی المرام لان اصوات المدافع قد تکون لغیر دخول الشهر، البتہ جواز اعتماد میں شرط یہ ہے کہ اعلان کرنے والا مسلم ہو اور خبر تفصیلی ہو ﴿۲﴾ کیونکہ موجودہ دور میں یہ خطرہ ہے کہ انہوں نے ماہرین فلکیات کے مفروضوں پر اعتماد نہ کیا ہو اور چونکہ شریعت میں مہینہ انتیس دنوں سے کم نہیں ہوتا تو

(بقیه حاشیه) الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذلک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۹ کتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول الموقتین فی الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشهیر بابن عابدین: لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها فمن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود.

(منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿۲﴾ ریڈیو اعلان برائے صوم وعید اس حد تک معتبر ہے کہ اس سے غلبہ ظن جو موجب حجت ہو حاصل ہوسکتا ہو۔

(۱) رؤیت ہلال کمیٹی متدین علماء مفتیوں اور اہل لوگوں پر مشتمل ہو۔

(۲) ریڈیو حکومتی کنٹرول میں ہو اور اس ملک میں حکومتی ریڈیو سٹیشن خبروں کے لحاظ سے محفوظ ہو اور عوام میں وہ مشہور ومعروف ہو ورنہ عوامی ایف ایم اینٹینیوں سے خطرہ رہے گا۔

(۳) اعلان تفصیلی ہو محض ادھر ادھر کی خبروں پر مشتمل نہ ہو مثلاً یہاں عید ہے فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے ہمارے یہاں بھی آج عید ہے یا رمضان ہے وغیرہ یہ خبر محض ہے اعلان شہادت وغیرہ نہیں۔

(۴) ہلال کمیٹی کے شرعی فیصلے کے رو سے سرکاری اعلان ہو۔

(۵) کمیٹی اور اعلان کنندہ پر اطلاعاتی وزراء یا اور کسی شخص یا حکومتی مفاد اثر انداز نہ ہو۔

(۶) حکومتی ذرائع اس کے اہتمام میں مشہور ومعروف ہو، وغیرہ۔

(ماخوذ از فتاویٰ شیخ الاسلام، نظام الفتاویٰ، جدید فقہی مسائل، جواہر الفقہ وغیرہ)...... (از مرتب)

وہ اعتماد غیر معتمد ہوگا جو اس کیلئے مستلزم ہو ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دن کے وقت چاند کا نظر آنا آئندہ رات کا شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کا چاند جب دن میں نظر آجائے تو کس وقت افطار کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ دیکھنے کے وقت اور بعض کہتے ہیں کہ شام کو اذان کے وقت افطار کرنا چاہئے صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صلاح الدین ایبٹ آباد......۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دن کو چاند نظر آجائے تو یہ چاند آئندہ رات کا شمار ہوگا، اور غروب سے قبل افطار نا جائز ہوگا، کما فی شرح التنویر ورؤیته بالنھار للیلة الآتیة مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی وفی ردالمحتار ۲: ۱۳۰ قوله مطلقا ای سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ ﴿۲﴾. وھو الموفق

ثبوت عید ورمضان اور بقرعید میں اختلاف مطالع کا اعتبار وعدم اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں اور امریکہ میں مقیم ہوں یہاں ہر سال عید کے دنوں میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ عید کا چاند امریکہ میں نظر آجائے تو عید منائی جائے اور رمضان کا چاند یہاں نظر آجائے تو روزے شروع کئے جائیں یا اگر چاند مصر،

﴿۱﴾ قال العلامة شبیر احمد العثمانی: فینبغی ان یعتبر اختلافھا ان لزم منه التفاوت بین البلدتین باکثر من یوم واحد لان النصوص مصرحة بکون الشھر تسعة وعشرین او ثلاثین فلا تقبل الشھادة ولا یعمل بھما فیما دون اقل العدد ولا ازید من اکثرہ.

(فتح الملھم بشرح مسلم ۳: ۱۱۳)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ کتاب الصوم مطلب فی رؤیة الھلال نھارا)

عرب وغیرہ میں نظر آ گیا ہو تو امریکہ میں بھی عید منائی جا سکتی ہے حالانکہ امریکہ اور عرب کے اوقات میں آٹھ گھنٹے کا فرق ہے اور بعض جگہوں میں تو بارہ گھنٹے کا فرق ہے اسلئے جس روز چاند وہاں نظر آئے یہاں نظر نہیں آتا، لہٰذا ہم عید وروزہ میں کیا موقف اختیار کریں، نیز یہ کہ بقرعید کے موقع پر ایک طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ حج چونکہ سعودی عرب میں ہوتا ہے لہٰذا جس روز سعودیہ میں عید ہو یہاں بھی ہونی چاہئے، دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسا صحیح نہیں ہے لہٰذا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کوکب صدیقی یو ایس اے.....۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: محترم المقام سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اہالیان امریکہ عرب کی ثابت شدہ رؤیت پر صوم وعید کر سکتے ہیں، لما فی شرح التنویر: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ و علیہ الفتویٰ، فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب انتہیٰ بحذف، (ہامش ردالمحتار ۲: ۱۳۱) ﴿۱﴾ البتہ قربانی اپنے مطلع پر کرنی ضروری ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ وہل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاہر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وہذا بخلاف الاضحیۃ، فالظاہر انہا کاوقات الصلوات یلزم کل قوم العمل بما عندہم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرہم ہو الرابع عشر ﴿۲﴾. وہو الموفق

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ اور سعودی اعلان پر صوم وعید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ مہمند ایجنسی

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

کے اس خطہ میں واقع ہے کہ جہاں نہ پاکستانی حکومت ہے اور نہ افغانی بلکہ مکمل طور پر آزاد علاقہ ہے ہم سعودی عرب کے اعلان پر عیدین وصوم کرتے رہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے، اب سوال یہ ہے کہ سعودی اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس دوسرے طبقہ کا کیا حکم ہے کہ وہ سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: مولانا فضل اللہ آزاد قبائل مہمند ایجنسی......۱۹۸۹ء/۱۰/۸

الجواب: واضح رہے کہ بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے پس اہل مشرق اہل مغرب کی رؤیت پر اکتفا کر سکتے ہیں **کما فی شرح التنویر قبیل باب مایفسد الصوم ومالا یفسده** ﴿۱﴾ اور بعض اہل علم اسی روایت پر عمل کرتے ہیں اور بعض علماء اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں، **کما یشیر الیه کلام البدائع ۲ : ۸۳ هذا اذا کانت المسافة بین البلدتین قریبة لا تختلف فیه المطالع فاما اذا کانت بعیدة فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عن المسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهیٰ مافی البدائع** ﴿۲﴾ اور ہر چہ سعودیہ عربیہ ہے وہ بلا شک وشبہ بلاد بعیدہ میں سے ہے۔

(۱)......اور یہ کہ جس طرح ہلال شب اول افق انتہائی سے بلند ہو جائے اور بعد از غروب شمس اکیاون منٹ گزر جائے پس یہ چاند مغربی بلاد میں اسی بلندی کے وقت میں سات سو پچاس میل تقریباً افق پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئک بطریق موجب.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲ : ۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲ : ۲۲۴ کتاب الصوم الباب الاهلة)

دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بلاد بلاد قریبہ ہیں اور اسی مسافت سے بعید بلاد بلاد بعیدہ ہیں۔

(۲)...... نیز یہ منصوصی اور اجماعی حکم ہے کہ مہینہ کا انتیس روز سے کم ہونا قیاس اور رائے سے متغیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر الروایت کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو اس سے یہ تغیر لازم آتا ہے کہ اہل پاکستان (عوام) روزے کو پاکستانی رؤیت پر رکھیں گے اور فطر کو سعودی ریڈیو پر کریں گے، پس رمضان بعض اوقات میں اٹھائیس دن کا رہے گا خلاصہ کلام یہ کہ اگر ظاہر الروایت بر اطلاق خود حمل شود پس عوام بے لگام صوم بہ رؤیت پاکستان وفطر بر رادیو عرب خواہند کرد واز قضاء یک یا دو روز گریز خواہند کرد، پس بر اہل علم انسداد ایں مفسدہ ضروری است ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اختلاف مطالع اور ریڈیو وغیرہ پر اعلان کا حکم

سوال: ما يقول العلماء في هذه المسئلة اى فى خبر الآلات الجديدة كالتار والتلفون وغيرهما اذا اخبر من العرب وغير ذلك من الممالك الاسلامية هل يصح لنا الصوم والافطار به ام لا؟ وهل يثبت حكم الشرعي بهذه ام لا؟ وهل يختلف المطالع باختلاف الاقطار ام لا؟ نرجوا منكم ان ترشدنا الى طريق الصواب بالبراهين.

المستفتی: مولانا غلام رسول...... ۱۹۷۶ء/۵/۷

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنورى: ولا بد من تسليم قول الزيلعي والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين اوالحادى والثلاثين والثاني والثلاثين اذا كان بين البلدتين مسافة بعيدة كالهند والقسطنطينية فربما يتقدم طلوع الهلال فى بلاد القسطنطينية يومين فاذا رؤى الهلال فى بلاد الهند بعد رؤية الهلال هناك بليلتين ثم بلغتنا رؤيتهم فان لزمتنا رؤيتهم لزم تقدم العيد وان رآى رجل الهلال فى القسطنطينية ثم جاء نا قبل العيد فهل يعمل برؤيته او برؤية اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فى كتبنا والظاهر انه يتبع اهل بلدنا الخ.

(معارف السنن ۵: ۳۴۷ مسئلة اختلاف المطالع)

الجواب: ليعلم ان ههنا مسائل: الاولیٰ فی اعتبار اختلاف المطالع ، فالراجح فیه عدم الاعتبار الا اذا یستلزم التغیر لامر متقرر فی الشرع کما اذا استلزم کون الشهر ثمانیة وعشرین یوما یدل علیه ما فی الدرالمختار، واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ ﴿١﴾ واما حدیث ابن عباس فیمکن ان یقال أن رده مبنی علی فوات المحل فکانها شهادة الفرد علی الافطار، او یقال ان الظاهر عدم بناء الرد علی اعتبار اختلاف المطالع عنده بل الرد بناء علی اعتبار الرؤیة ای کل قوم مخاطب بما ثبت عندهم دون غیرهم قربوا او ابعدوا ولم یذهب الیه احد من الحنفیة، او یقال انه فهم من حدیث صوموا لرؤیته (الحدیث) والحق انه حجة لعدم اعتبار اختلاف المطالع والحجة هی الروایة دون رأی الراوی (هامش الرد ٢: ١٣١).

والثانیة: فی الاعتماد علی الآلات والامارات فالمحقق هو الاعتماد عند افادة الظن الغالب لما فی منحة الخالق علی هامش البحر ٢: ٢٧٠ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القریٰ وغیرها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شهادة الشهود ﴿٢﴾.

والثالثة: ان حکم الحاکم خارج ولایته لایلزم العمل به نعم یجب التحری فان غلب علی ظنه الصدق فیقبل کما صرحوا به ﴿٣﴾ ولا شک ان الرادیو آلة محفوظة

﴿١﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ٢: ١٠٢ کتاب الصوم)

﴿٢﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ٢: ٢٧٠ قبیل باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿٣﴾ قال العلامة ابن عابدین: الصحیح من مذهب......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

جدا فاذا نشر به الحکم المفصل بحیث ذکر فیه الحاکم والحکم ومنشأ الحکم فلا شک فی افادته الظن. وهو الموفق

بلادِ بعیدہ میں سعودی اعلان پر روزہ اور عید کا عوامی رواج

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی میں کئی سالوں سے یہ رواج ہے کہ لوگ روزہ اور عید سعودی عرب کے اعلان پر کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چنارے پایاں مہمند ایجنسی

الجواب: اگر آپ کے علاقہ کے معتمد علماء کے فتویٰ اور فیصلہ سے یہ رواج جاری ہو تو قابلِ اعتراض نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ عید الاضحیٰ میں اس رواج کا جاری نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عوام اور جرگہ کا فیصلہ ہے۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل البلدة الاخریٰ یلزمهم حکم هذه البلدة قلت ووجه الاستدراک ان هذه الاستفاضة لیس فیها شهادة علی قضاء قاض ولا علی شهادة لکن لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا یوم کذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاکم شرعی عادة فلا بد من ان یکون صومهم مبنیا علی حکم حاکمهم الشرعی فکانت تلک الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور وهی اقویٰ من الشهادة بان اهل تلک البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لا تفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شهادة غیرهم لتکون شهادة معتبرة والا فهی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضة فانها تفید الیقین فلا ینافی ما قبله.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهارا)

﴿۱﴾قال الحصکفی: واختلاف المطالع غیر معتبر علی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ) ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب (درمختار ۲: ۱۰۴) .

اس پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں معتبر ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں كما يشير اليه كلام البدائع (۲: ۲۲۴) هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلايلزم احد البلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر انتهىٰ.

اسی بنا پر معتمد علماء اور مفتیان علاقہ کا فیصلہ فقہاء کے اقوال اور علمی بنیادوں پر مضبوط ہوتا ہے جبکہ عوام اور جرگوں کا فیصلہ انتشار کا باعث بن سکتا ہے اور پھر یہ خطرہ رہتا ہے کہ عوام پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور سعودی رؤیت پر عید کریں گے اور یوں روزے اٹھائیس رہیں گے وغیرہ۔

......(ازمرتب)......

الفرائد اللوامع فی تحقیق اختلاف المطالع

چند سالوں سے یہ مسئلہ بڑے شدومد کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام عالم اسلام میں عید وصوم ایک ہی دن ہونا چاہئے اور توحید الصوم والاعیاد کیلئے علمی بنیادوں پر کوشش کر رہے ہیں جبکہ فقہاء کے درمیان اختلاف اور عملی طور پر اس کی تنفیذ میں حائل رکاوٹوں کی وجہ سے بعض علماء اس سے اختلاف کر رہے ہیں، یہاں حضرت مفتی صاحب کا ایک مقالہ جو منہاج السنن میں موجود ہے حوالہ جات اور بعض جدید آراء کے ساتھ شامل فتاوی کیا جاتا ہے اور یہی حضرت مفتی صاحب کا اختلاف مطالع میں موقف بھی ہے۔......(از مرتب)

واضح رہے کہ نفس اختلاف مطالع میں کوئی نزاع نہیں ہے اس معنی پر کہ کبھی دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک میں چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں نظر نہیں آتا اور اسی طرح مطالع شمس بھی ہیں کیونکہ شعاع شمس سے چاند کا جدا ہونا اختلاف اقطار کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جب سورج مشرق میں ڈوب جائے تو یہ لازم نہیں کہ مغرب میں بھی ڈوبا ہو، اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس بھی مختلف بلاد میں مختلف رہتا ہے بلکہ سورج جب ایک ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کیلئے طلوع فجر ہوتا ہے اور کسی کیلئے طلوع شمس، اسی طرح بعض بلاد میں غروب شمس اور بعض میں نصف رات ہوتی ہے

هکذا فی الزیلعی ﴿۱﴾ اور بعد کا اندازہ جس سے مطلع مختلف ہوجاتا ہے بعض نے مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت بتائی ہے ذکرہ القهستانی عن الجواهر، اور تاج تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطلع چوبیس فرسخ سے کم فاصلہ میں ممکن نہیں ہے ﴿۲﴾ اور معارف السنن میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تحقیق تک یہ بات پہنچائی ہے کہ مطلع میں وقوع اختلاف تقریباً پانچ سومیل تک ہوتا ہے ﴿۳﴾۔ اب اختلاف مطالع کو اعتبار دینے اور نہ دینے میں اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) ہر قوم کے لیے اپنے مطلع کا اعتبار واجب ہے اور دوسروں کیلئے ان کے مطلع پر عمل لازم نہیں،

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدین الزیلعی : وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لایلزم منه ان تزول فی المغرب وکذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل کلما تحرکت الشمس درجة فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرین وغروب لبعض ونصف لیل لغیرهم .

(تبین الحقائق شرح کنز الدقائق ۱ : ۳۲۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر فاکثر علی مافی القهستانی عن الجواهر......وفی شرح المنهاج للرملی وقد نبه التاج التبریزی علیٰ ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعة وعشرین فرسخا وافتیٰ به الوالد الخ. (ردالمختار هامش الدر المختار ۲ :۱۰۵ اختلاف المطالع قبیل مایفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۳﴾ قال الشیخ محمد یوسف البنوری :وعلی کل حال بلاد الهند واسعة الأرجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثین درجة والمسافة بینها تبلغ الی نحو الفی میل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمأة میل فکیف یتصور المجهد للتوحید فی مثله .

(معارف السنن ۵ : ۳۴۰ تحقیق اعتبار اختلاف المطالع)

واعتمده الزيلعي ﴿۱﴾ وهو الصحيح عند الشافعية ﴿۲﴾.

(۲) اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ جہاں بھی چاند نظر آیا تو دوسرے لوگوں پر عمل واجب ہے وهو ظاهر الرواية عن المتنا وهو المعتمد عندنا و عند المالكية والحنابلة واليه ذهب بعض الشا فعية ﴿۳﴾.

(۳) یہ عدم اعتبار بلاد متقاربہ میں ہے نہ کہ بلاد متباعدہ میں وهذا مختار عند بعض المشائخ قال الكاساني في البدائع :هذا اذا كانت المسا فة بين البلدتين قريبة لاتختلف منه المطالع فاما اذاكانت بعيد ة فلا يلزم احدالبلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطلع بلد هم دون البلدالاخر .انتهى ﴿۴﴾ وقال العلامة ابن رشد :اجمعو ا على انه لا يراعى

﴿۱﴾ قال العلامة الزيلعي: والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعا ع الشمس يختلف باختلاف الاقطار.
(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱ : ۳۲۱ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال عبدالرحمن الجزيرى: الشافعية قالوا اذاثبتت رؤية الهلال في جهة وجب على اهل الجهة القريبة منها من كل ناحية ان يصوموا بناء على هذا للثبوت ' والقرب يحصل باتحاد المطلع بان يكون بينهما اقل من اربعة وعشرين فرسخا تحديدا اما اهل الجهة البعيدة فلا يجب عليهم الصوم بهذه الرؤية لاختلاف المطلع .
(الفقه على المذاهب الاربعة ۱ : ۱۳۸۱ذا ثبت الهلال بقطر من الاقطار)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين :لكن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عندالحنابلة كما في الانصاف وكذا هو مذهب المالكية.(رسائل ابن عابدين ۱ : ۲۵۱ تنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان)

﴿۴﴾ (بدائع الصنائع ۲ :۲۲۴ شروط صحة الاداء)

ذلک في البلد ان النائية .﴿۱﴾ وقاابن عبدالبراجمعوا على انه لاتراعى الرؤية فيما بعدمن البلاد﴿۲﴾.

قول اول کی دلیل اجتہاد ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على هلال رمضان وانا بالشام فراينا الهلال ليلةالجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسالنى ابن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رايتم الهلال فقلت رايناه ليلةالجمعة فقال انت رايته ليلة الجمعة فقلت راه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكن رايناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين يوما او نراه فقلت الا تكتفى برؤية معاوية وصيامه قال لاهكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الترمذى﴿۳﴾.

اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہ نبی علیہ السلام کا کوئی لفظ ذکر کیا ہے اور نہ معنی لفظ بلکہ ایک مجمل صیغہ ذکر کیا ہے والحجة انما هي في المرفوع لا في اجتهاده الذى فهم عنه الناس. اور آپ کے اس قول کہ هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم کا مشار الیہ یہ قول ہے فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امر منقول ہے، شیخین وغیرہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين هكذا قال الشوكاني في النيل﴿۴﴾ یہ روایت

﴿۱﴾(بداية المجتهد ۱:۲۱۰ كتاب الصيام قبيل الركن الثاني وهو الامساك)

﴿۲﴾(فتح البارى بشرح صحيح البخارى۵: ۱۰۲ باب اذا رأيتم الهلال فصوموا)

﴿۳﴾ رواه الجماعة الاالبخارى وابن ماجه(نيل الاطار ۴/۱۹۴)

﴿۴﴾ قال الشوكاني:ان الحجة انما هي في المرفوع ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس پر دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاند دیکھا تھا اور مسلم کی روایت اس میں صریح ہے کہ کریب نے بھی چاند دیکھ لیا تھا۔

قول ثانی کی دلیل یہ حدیث ہے: صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ﴿۱﴾ کیونکہ یہ خطاب عام ہے جو مسلمان بھی خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو جو کسی خاص علاقہ اور بلد کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی ہے انا امة امية لانكتب ولا نحسب متفق عليه ﴿۲﴾ کیونکہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینا علم ہیئت اور علم حساب پر موقوف ہے جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

قول ثالث کی دلیل یہ ہے کہ اگر بلاد بعیدہ جیسے عرب اور ہند میں اختلاف کو معتبر نہ مانا جائے تو اٹھائیسویں رمضان کو مثلاً عید ہو جائے گی ﴿۳﴾۔

ہمارے فقہاء احناف نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ جواب کیا ہے: بان الحجة رواية الراوى لارأيه ولم يذكر لفظ الحديث

(بقيه حاشيه) من رواية ابن عباس لا فى اجتهاده الذى فهم عنه الناس والمشار اليه بقوله هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله فلا نزال نصوم حتى نكمل الثلاثين.
(نيل الاوطار ۱۹۵ /ج۴ باب الصوم)

﴿۱﴾ رواه البخارى باب قول النبى صلى الله عليه وسلم اذا رأيتم الهلال فصوموا حديث رقم (۱۹۰۹) ومسلم باب وجوب صوم رمضان حديث رقم (۱۰۸۱) وابن ماجه باب ما جاء فى صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته حديث رقم (۱۶۵۵) واحمد فى المسند (۲: ۴۵۴) والطبرانى فى الصغير حديث رقم (۱۶۱)

﴿۲﴾ اخرجه البخارى فى صحيحه باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب برقم (۱۹۱۳) ومسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال برقم (۱۰۸۰) من حديث عبد الله بن عمر رضى الله عنهما.

﴿۳﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنورى: ولا بد من...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ولامعناه فلم نعلم انه بلغه الحديث الصريح في اعتبار مطلع كل بلد لاهله دون غيره او استنبطه من حديث اخرجه الشيخان او لم يقبله لانه شهادة الواحد في غير غيم او لانه فات محل الشهادة وهو اول الشهر وباالجمله ان هذا واقعة الحال ولم ينكشف اجماله فلا يمكن الاستدلال به﴿۱﴾ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ظاہر الروایت اگر چہ مطلق ہے لیکن حدیث صریح اور اجماع یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں (حدیث، اجماع) ظاہر الروایت کے مقید ہونے کا تقاضا کرتی ہیں یعنی اذالم یستلزم عدم الاعتبار نقصان الشهر عن تسع وعشرين اورزيادته على الثلاثين. پس ظاہر یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور قول ثالث کا مآل ایک ہے۔ فافهم۔

اور جو لوگ اس امر کے درپے ہیں کہ توحید الصوم والاعیاد ہونی چاہئے تو یہ امر مطلوب نہیں ہے

(بقيه حاشيه) تسليم قول الزيلعي والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين اوالحادى والثلاثين والثاني والثلاثين اذا كان بين البلدتين مسافة بعيدة كالهند والقسطنطينية فربما يتقدم طلوع البلاد في بلاد القسطنطينية يومين فاذا رؤى الهلال في بلادالهندبعدرؤيةالهلال هناك بليلتين ثم بلغتنا رؤيتهم فان لزمتنا رؤيتهم لزم تقدم العيد.

(معارف السنن ۵/۳۳۷ مسأله اختلاف المطالع وتحقيق عدم عبرتها)

﴿۱﴾قال العلامةابن الهام: وقد يقال ان الاشارة في قوله هكذاالى نحو ماجرى بينه وبين رسول ام الفضل وحينئذٍ لادليل فيه لان مثل ما وقع من كلامه لووقع لنا لم نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم فان قيل اخباره عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام يجاب بانه لم يأت بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي.

(فتح القدير ۲/۲۴۳ فصل في رؤية

اور بلاد اسلامیہ میں جو یہ اختلاف بین الناس واقع ہوتا ہے اس میں کوئی ضرور نہیں ہے ﴿۱﴾، عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والاضحی يوم تضحون ﴿۲﴾. بظاہر یہ کلام لغو معلوم ہوتا ہے لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ خطابی نے کہا ہے: معناه ان الخطأ مرفوع عن الناس فی ما كان سبيله الاجتهاد فلو ان قوماً اجتهدوا فلم يروا الهلال الابعد ثلثين فلم يفطروا حتی استوفوا العدد ثم ثبت عندهم ان الشهر كان تسعا وعشرين فان صومهم وفطرهم ماضٍ لاشيئُ عليهم من وزرٍ اوعيب ،ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم اوافطرتم اواضحيتم اووقفتم عرفات وفقا لقواعدرؤية الهلال ولم يكن الواقع كذلک فلا ضير فيه لان المعتبر فی هذه الامور الثبوت الشرعی دون

﴿۱﴾قال العلامةالبنوری:وقد دارت المسألة فی هذه الايام فی توحيد نظام الامة فی الصيام والعيد فی بلادالهند..... وكل ذلک تنطع وتكلف ينبو عن مقاصد الشرع...... ثم كيف يتصور هذا التوحيد فی القری والجبال والبوادی التی لم تبلغ اليها هذه الوسائل المادية؟......وعلى كل حال بلاد الهند واسعة الارجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الی اربع وثلاثين درجة والمسافة بينها تبلغ الی نحو الفی ميل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمأة ميل فكيف يتصور الجهد للتوحيد فی مثله 'فكل ذالک نبوء وبعد عن السهلة السمحة البيضاء.

(معارف السنن ۳۴۰/ج۵ بحث اختلاف المطالع)

﴿۲﴾اخرجه الترمذی فی الصيام باب ما جاء فی الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون حديث رقم (۶۹۷) وقال حديث حسن غريب 'واخرج بنحوه ابو داؤد فی الصيام باب اذا اخطأ القوم الهلال (۲۳۲۴) والبيهقی فی السنن الكبری (۴: ۲۵۲) من حديث ابی هريرة بلفظ صومكم يوم تصومون واضحاكم يوم تضحون .

الموافقة بنفس الامر ﴿۱﴾ . پس اس حدیث میں یہ اس بات پر واضح دلیل ہے۔ کہ تعدد اعیاد وصوم غیر منکر ہے اور اس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے کیونکہ ان امور کا مدار ثبوت شرعی پر ہے اور ثبوت میں اختلاف واقع ہوسکتا ہے نہ کہ نفس الامر میں کہ اس میں اختلاف واقع نہیں ہوسکتا۔ قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف

﴿۱﴾ قال الشيخ عبدالله البسام السلفي :ان مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية فقرروا بقرارهم بالاجماع ما خلاصته بعد دراسة المجلس للموضوع وتداول الرأي فيه تقرر ما يلي اولاً:اختلاف مطالع الاهلة من الامور التي علمت بالضرورة حسا وعقلا ولم يختلف فيها احد وانما وقع الاختلاف بين العلماء في اعتبار المطالع من عدمه.ثانياً:مسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التي للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشان في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره.......وقد مضى على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشرقرنا ولانعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعيادا سلامية على رؤية واحدة فان اعضاء الهيئة يقررون بقاء الامم على ما كان عليه وان يكون لكل بلد اسلامي حق اختيار ما تراه بواسطة علمائها من الرأيين المشار اليها، واما مايتعلق باثبات الاهلة بالحساب فقد اجمع اعضاء الهيئة على عدم اعتباره ......واصل المسألة ان الله تعالى علق احكاماً شرعية بمسمى الهلال ،والشهر كالصوم والفطر والنحر ،فشرط كونه هلالا وشهراً فلوطلع في السماء ولم يعرفه الناس لم يكن هلالاً فلا يسمى هلالاً الابالظهور والاشتهار كمادل عليه الكتاب والسنة .فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة:الاول:انه اذا رؤى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظراً الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله:اذارأيتموه.الثاني:اعتبار اختلاف المطالع وتحديده بالكيلات الفان ومئتان وستة وعشرون (۲۲۲٦)كيلاً قال.وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم.الثالث:لزوم الصوم والفطر اذاكانوا تحت ولاية واحدة.....والعمل الآن على الثالث.(التعليق للشيخ البسام على بلوغ المرام ص ۲۱۰ كتاب الصيام)

فـي عهد معاوية رضي الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر﴿١﴾ .ولذا لا نفطر بـراديو العرب في باكستان لان العوام يصومون برؤية باكستان ويفطرون برؤية العرب ثم لا يقضون عند نقصان الشهر يقومون ليلة العيد دون ليلة رمضان بالتلوم.

(ماخوذ از منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی)

﴿١﴾عـن كـريـب قـال قـدمـت الشـام......فـرأيـت الهـلال ليلة الجمعةثم قدمت المدينةفى اخـر الشهـرفسـالـنـى عبـدالله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعةفقال انت رايته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاويةفقال لكنا رايناه ليلةالسبت فلانـزال نـصـوم حتـى نـكـمـل ثـلـثيـن اونـراه فـقـلـت أولاتكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لاهكذاامرنارسول الله ﷺ.(صحيح مسلم ١ :٣٤٨ باب ان لكل بلد رؤيتهم)

وقـال الامـام ولـى الـلـه الـدهـلوى: قال النبىﷺ: لا تصوموا حتى تروالهلال ولا تـفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفى رواية فاكملوا العدة ثلاثين، اقول: لما كان وقـت الـصـوم مضبوطا بالشهر القمرى باعتبار رؤية الهلال وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب فى صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الـظـاهـرة عـنـد الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية بل الشريعة واردة باجمال ذكرها وهو قولهﷺ : انا امة امية لا نكتب ولا نحسب. (حجة الله البالغة ٢ : ٥١ احكام الصوم)

وقال الشيخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادۃً ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز شام میں کسی دن عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔(آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۵ ہوائی رؤیت ہلال)

الله
الله
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
باب تعریف
الصوم وانواعه

الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
فی الجنة ثمانیة ابواب منها باب
یسمی الریان لا یدخله الا
الصائمون.
(متفق علیه)

باب تعریف الصوم وانواعه

علامات بلوغت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی فرضیت کیلئے عمر کی حد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان کے روزے کتنی عمر کے لڑکے یا لڑکی پر فرض ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۵ء/۱۱/۱۱

الجواب: اگر علامات بلوغت ظاہر نہ ہوئے ہوں تو پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے پر روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جہاں اکیس گھنٹہ دن ہو وہاں اکیس گھنٹہ روزہ رکھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور ایسے علاقہ میں اس کا سفر شروع ہورہا ہے جہاں ساڑھے تین بجے سورج طلوع ہوتا ہے اور بارہ بجے غروب ہوکر بھی اس سورج کی سرخی ختم نہیں ہوتی اس حساب سے رات صرف تین یا ساڑھے تین گھنٹہ رہ جاتی ہے باقی تمام وقت دن میں آجاتا ہے، یعنی تقریباً اکیس گھنٹے کا دن رہتا ہے اب ماہ رمضان میں سائل روزہ کس وقت رکھے اور کس وقت افطار کرے چونکہ مقامی لوگ اس مسئلہ سے بالکل ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: آدم خان ساکن حال کنیڈا (امریکا)......۱۹۷۶ء/۸/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: فان لم يوجد فيهما شيئ منها فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة وبه يفتى.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۵:۱۰۷ كتاب الحجر بلوغ الغلام)

الجواب: چونکہ اس علاقہ میں چوبیس گھنٹہ کے اندر باقاعدہ طلوع اور غروب ہوتا ہے لہٰذا یہاں باقاعدہ روزہ رکھا جائے گا کیونکہ جب چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک دفعہ کھانا کھایا جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتی، بہرحال غروب کے متصل افطار کیا جائے اور طلوع سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل روزہ بند کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ طویل النہار علاقوں میں روزے کے احکام:

(۱)...... جن مقامات میں سورج کی عام گردش یومیہ کے اعتبار سے روزانہ طلوع وغروب نہ پایا جاتا ہو بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ تک مسلسل آفتاب طلوع ہی رہتا ہو یا غروب ہو کر زمین کے اوٹ میں غائب ہی رہتا ہو جیسا کہ ارض تسعین اور اس کی اطراف میں ایسا ہوسکتا ہے تو ان مقامات میں آفتاب کا ایک پورا دورہ (چوبیس گھنٹہ کا) جو ایک لیل ونہار کا مجموعہ شمار ہوتا ہے اور اس کے نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جاتا ہے اس میں روزہ رکھیں اور اس نصف کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہی سحری کھانا بند کر کے روزہ کی نیت کرے، اور نصف اول جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے اس میں مغرب، عشاء، وتر، تراویح فجر سب نمازیں پڑھ لیا کریں اور پھر جب یہ مجموعہ لیل ونہار پورا ہو کر دوسرے دور کا آغاز ہو فوراً نماز مغرب پڑھنے کی طرح افطار بھی کر لیا کریں اور پھر اس دوسرے دور کی نصف اول میں کھانا پینا وغیرہ اور رات کی سب نمازوں سے فراغت پالیا کریں اور نصف ثانی کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سحری کھالیا کریں اور روزہ کی نیت کر لیا کریں، **ذلک للدلیل الذی بینه فی ردالمحتار ۱ : ۳۳۹ تحت التتمة.**

(۲)...... جن مقامات میں طلوع وغروب شمس تو روزانہ پورے سال پایا جاتا ہو لیکن ہر موسم میں غروب شمس کے بعد سے فجر صادق طلوع ہونے سے قبل تک اتنا موقع نہ ملتا ہو کہ کھایا پیا جاسکے اور پھر اس کے بعد غروب تک روزہ پورا کیا جاسکے تو ان مقامات میں روزہ کی مقدار گھنٹوں سے یا نصف گردش شمس وغیرہ سے متعین نہ کریں بلکہ اس ماہ (رمضان) کے بعینہ یہی دن روزوں کے لئے متعین رہے لیکن چونکہ اس طرح بغیر آسودگی سے کھائے پئے پورے ماہ میں صوم پر عادۃً وعموماً قدرت نہیں ہوسکتی، اس لئے ناغہ دے کر حسب قدرت واستطاعت روزہ رکھا کریں اور جن دنوں میں افطار کریں ان دنوں کے روزوں کے عوض...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب شمس کے تحقق کیلئے مشرق کی جانب سرخی کا زوال شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں افطار صوم اور نماز مغرب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آفتاب جب پہاڑ کے پیچھے ہو جائے اور جانب مشرق سے تاریکی نمودار ہو جائے تو نماز مغرب پڑھنا چاہئے اور یہی افطاری کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جانب مشرق میں جب سرخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز یا افطاری جائز نہیں مسئلہ کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ دکی لورآلائی......۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: مشرق کی سرخی کے زوال کا قید نہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور نہ آثار اور

(بقیہ حاشیہ) میں دوسرے مہینوں کے دنوں میں حسب قدرت ناغہ دے دے کر ادا کرتے رہیں۔

(۳)......جن مقامات میں غروب وطلوع شمس تو روزانہ پایا جاتا ہے لیکن سال کے صرف بعض مہینوں میں غروب شمس سے صبح صادق کے درمیان میں نماز ہائے مفروضہ واجبہ ادا کرنے کے بعد اطمینان سے کھا پی کر روزہ رکھنے کا وقت ملتا ہو اور بعض مہینوں میں نہ ملتا ہو تو جس وقت ماہ رمضان ان مہینوں میں واقع ہو جائے جس میں یہ موقع نہ ملتا ہو تو ناغہ دے دے کر حسب استطاعت روزہ رکھیں اور جن دنوں میں روزہ نہ رکھ سکیں ان دنوں کی قضا اسی سال کے دوسرے دنوں میں کرلیا کریں۔

(۴)......جن مقامات میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو اور غروب کے بعد سے فجر صادق کے غروب ہونے کے پیشتر تک پورے سال اتنا کافی وقت ملتا ہو جس میں نماز ہائے مفروضہ وواجبہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اطمینان سے کھانے پینے اور کچھ آرام وسکون لینے کا وقت بھی مل جاتا ہو تو ان مقامات کے لوگوں پر ماہ رمضان میں ہی ہمیشہ ادائیگی صوم واجب وضروری ہوگی اور فجر صادق طلوع ہونے سے ہی روزہ شروع کر دینا لازم ہوگا اور وقت فجر کی مقدار طویل ہونے کی وجہ سے روزہ کی مقدار اگرچہ طویل ہو جائے لیکن یہ اتنی طوالت نہیں ہے کہ کوئی شخص روزہ پر قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ اگر کسی کو وقتی وعارضی مجبوری یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتبرات فقہ میں مسطور ہے بلکہ حدیث اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النھار من ھھنا و غربت الشمس ﴿۱﴾ سے متصادم ہے، البتہ جن علاقوں میں مغرب کی طرف بڑے بڑے پہاڑ ہوں تو اس میں کچھ گنجائش ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ایک علاقے میں روزہ اور دوسرے میں عید ہو تو عید والے علاقے میں جا کر کیا کرنا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخر میں کسی علاقہ میں عید الفطر نہ ہوا اور وہاں کا باشندہ ایسے علاقے میں جائے جہاں عید الفطر کا اعلان ہوا ہو تو اس

(بقیہ حاشیہ) عذر شرعی مثلاً حمل، حیض، مرض، سفر وغیرہ پیش آ جائے تو ان کو رخصت ہے اور قضاء کریں گے، کمافی الهداية.

(۵)......جن علاقوں میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو لیکن شفق احمر غروب ہوتے ہی یا اس سے بھی قبل فجر کی سفیدی شروع ہو جاتی ہو جیسے (۶۰) عرض البلد کے بعد کے بعض مقامات میں ہوتا ہے اور کسی امام کے نزدیک بھی وقت عشاء متحقق نہ ہوتا ہو تو روزہ باقاعدہ رکھا جائے گا اور تینوں نمازیں (مغرب، عشاء، فجر) یکے بعد دیگرے بغیر لحاظ جمع بین الصلاتین ادا کی جائیں گی، اور جہاں تک ہو سکے صبح صادق کے طلوع سے قبل فرض عشاء و وتر سے فراغت کی کوشش کی جائے گی اور تراویح کا موقع نہ ملے اسی طرح سنن ورواتب کا موقع نہ ملے تو نہ پڑھیں (كما حققه الامام ابن الهمام فی فتح القدير ۱: ۱۵۶)۔

(ماخوذ از منتخبات نظام الفتاویٰ وغیرہ)......از مرتب

﴿۱﴾ (متفق عليه (مشكواة المصابيح ۱: ۱۷۵ قبیل باب تنزيه الصوم)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (اذا اقبل الليل) ای ظلامه (من ههنا) ای جانب الشرق (وادبر النهار) ای ضياؤه (من ههنا) ای جانب الغرب (وغربت) ای غابت (الشمس) ای كلها قال الطيبی وانما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنه لبيان كمال الغروب كيلا يظن انه يجوز الافطار لغروب بعضها.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۵۲ باب الفصل الاول).

کیلئے اس دن روزہ پورا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مدرس مڈل سکول مدہ شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر اس دوسرے علاقہ میں ثبوت شرعی سے باقاعدہ عید کا حکم دیا گیا ہو تو وہاں روزہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ ان پر اعتماد صحیح ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ......☆: قال في التاتارخانية: اهل مصر صاموا رمضان بغير رؤية وفيهم رجل لم يصم حتى رأى الهلال من الغد فصام اهل المصر ثلاثين يوما وهذا الرجل تسعة وعشرين ثم افطروا جميعا فان كان اهل المصر رأو الهلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثين يوما كان على هذا الرجل قضاء يوم الاول الخ.

(فتاویٰ تاتارخانية ۲: ۳۵۴ الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

......☆ : وفي المنهاج: فاذا رأى الهلال في العرب ليلة الجمعة وفي باكستان ليلة السبت وصام رجل في باكستان ثمانية وعشرين يوما وذهب الى العرب في الطيارة وقد رأى هلال شوال هنا فيقضي يوما مثلاً ولا يعتذر باني صمت بالرؤية المعتبرة وافطرت بالرؤية المعتبرة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴: ۱۴ باب لكل بلد رؤيتهم)

......☆: وقال الدكتور وهبة الزحيلي: فسافر من بلد الرؤية من صام به فالاصح انه يوافقهم وجوبا في الصوم آخر، وان كان قد اتم ثلاثين، لانه بالانتقال الى بلدهم صار واحدا منهم فيلزمه حكمهم وروى ان ابن عباس امر كريبا بذلک ومن سافر من البلد الآخر الذى لم ير فيه الهلال الى بلد الرؤية، عيد معهم وجوباً لانه صار واحدا منهم سواء اصام ثمانية وعشرين يوما ام تسعة وعشرين بان كان رمضان تاما عندهم وقضى يوما ان صام ثمانية وعشرين لان الشهر لا يكون كذلک ومن اصبح معيدا، فسارت سفينته او طائرته الى بلدة بعيدة اهلها صيام فالاصح ان يمسک بقية اليوم وجوبا لانه صار واحد منهم.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۶۵۹ المطلب الثالث اختلاف المطالع)

......☆: قال العلامة محمد يوسف البنوري: وان ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سحری کا آخری وقت اور دن میں یا رات سے نیت روزہ رمضان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) الکلام الاول آیت ذیل: قوله تعالیٰ: (کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر) (الآیة) میں تحدید وقت آیا ہے کیا کھانا پینا اس وقت بند کرنا چاہئے، جب طلوع فجر کے متعلق علم حقیقی حاصل ہو جائے ساتھ اس کے کہ رات کو نہ چاندنی ہو اور نہ بادل ہو کیا طلوع فجر ثانی کے ظہور تک کھانا پینا مباح ہے یا طلوع فجر ثانی سے گھنٹہ یا نصف گھنٹہ پہلے بند کرنا چاہئے۔

(۲) والکلام الثانی فی اول وقت الصوم وآخره أیبتدء من طلوع فجر الثانی المعترض فی الافق وآخره الی اللیل ام یبتدء من بعض اللیل وآخره الی بعض اللیل؟۔

(۳) والکلام الثالث فی نیة صوم رمضان أیصح من اللیل والنهار کلیهما ام یصح من اللیل فقط؟ بینوا توجروا

المستفتی: (مفتی) عبداللہ شاہ (دارالعلوم اسلامیہ) چارسدہ......۱۹۷۶ء/۱/۲۹

الجواب: (۱) المدار هو تیقن طلوع الفجر الثانی لکن الاستحباب هو الامتناع من الاکل وغیره فی السبع الآخیر مما بین غروب الشمس وبین الفجر الثانی کما فی امداد الفتاویٰ﴿۱﴾.

(بقیه حاشیه) رأی رجل الهلال فی القسطنطینیة ثم جاء نا قبل العید فهل یعمل برؤیته او برؤیة اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فی کتبنا، والظاهر انه یتبع اهل بلدنا نظیره ما یقوله الشافعیة فیمن صلی الظهر فی بلد ثم وصل من فوره الی بلد لم یدخل وقت انه یصلی معهم . والله اعلم (معارف السنن ۵: ۳۳۷ مسألة اختلاف المطالع)

﴿۱﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: ہیئت کے قاعدہ سے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) صرح جمیع الفقهاء فی اول کتاب الصوم ان مبدء ہ طلوع الفجر الثانی ومنتهاه الغروب الملازم باقبال اللیل ﴿۱﴾.

(۳) النیة افضل من اللیل وجاز قبل نصف النهار الشرعی کما فی الهدایة وغیرها ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اس کو سات پر تقسیم کریں چھ حصہ میں سحری کھا سکتے ہیں.

(امداد الفتاویٰ ۱: ۹۲ کتاب الصوم والاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الی الغروب، هو اول زمان بعد غیوبة تمام جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وفی البخاری عنه ﷺ اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فی الحکم لان اللیل لیس ظرفا للصوم قهستانی ولذا ذکره الوصال منح.

(الطحطاوی علی المراقی ۱: ۶۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: وسبب الثانی النیة وجه قوله فی الخلافیة قوله علیه الصلاة والسلام لا صیام لمن لم ینو الصیام من اللیل ولانه لما فسد الجزء الاول لفقد النیة فسد الثانی ضرورة انه لا یتجزأ بخلاف النفل لانه متجزی عنده ولنا قوله ﷺ بعد ما شهد الاعرابی برؤیة الهلال الا من اکل فلا یأکلن بقیة یومه ومن لم یأکل فلیصم وماروا ه محمول علی نفی الفضیلة والکمال او معناه لم ینوانه صوم من اللیل ولانه یوم صوم فیتوقف الامساک فی اوله علی النیة المتأخرة المقترنة باکثره کالنفل وهذا لان الصوم رکن واحد ممتد والنیة لتعیینه لله تعالیٰ.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۳۶ کتاب الصوم)

غروب شمس سے متصل افطار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان یا غیر رمضان میں سورج غروب ہونے سے متصل اذان کرنا چاہیے یا احتیاط بھی کرنا چاہیے؟ اگر ایک شخص نے سورج غروب ہونے سے متصل افطار کیا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیر اللہ ساکن زنڈ و بانڈہ

الجواب: غروب شمس اور طلوع لیل میں ملازمہ ہے، لہٰذا غروب کے ساتھ متصل اذان دینا جائز ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر غبار یا پہاڑ وغیرہ کی حیلولت کی وجہ سے غروب میں شک ہو تو وہاں چند منٹ احتیاط ضروری ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

رمضان میں گندم کی کٹائی کیلئے روزہ چھوڑنا بے باکی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں گندم کی کٹائی

﴿۱﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الی الغروب هو اول زمان بعد غیبوبة تمام جرم الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وفی البخاری عنه ﷺ اذا اقبل اللیل من ههنا فقد افطر الصائم، ای اذا وجدت الظلمة حسا فی جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فی الحکم لان اللیل لیس ظرفا للصوم قهستانی ولذا ذکره الوصال منح.

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۱: ۶۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة الطاهر البخاری: ویستحب للصائم تعجیل الافطار قبل طلوع النجوم وتاخیر السحور وفی یوم الغیم لا یستحب التعجیل ولا یفطر مالم یغلب علی ظنه غروب الشمس. (خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۶۶ قبیل فصل فی الاعتکاف کتاب الصوم)

کا وقت رمضان میں آیا ہے اب اگر گندم کی کٹائی نہ کی جائے تو گندم خراب ہو جاتے ہیں اور روزہ کی حالت میں گندم کی کٹائی انتہائی مشکل کام ہے اسلئے بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ چھوڑ کر گندم کی کٹائی کرو، اور دلیل شامی جلد دوم کی عبارت پیش کرتے ہیں، وکذا لو خاف هلاک زرعه او سرقته ولم یجد من یعمل له باجر مثل الخ، آپ صاحبان اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلات خان دکاندار دکی لورآ لائی......۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: چونکہ یہ کٹائی مراہق کر سکتے ہیں نیز رات کو بھی ہو سکتی ہے نیز سحری کھانے کے بعد دس بجے تک ہو سکتی ہے، لہٰذا اس کو مرخص قرار دینا بے باکی کا دروازہ کھولنا ہے۔ وهو الموفق

حالت حمل کا خون مانع صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ حاملہ ہے اور یہ حمل کم وبیش تین ماہ کا ہے ہندہ نے رمضان میں روزے شروع کئے، غالباً دوسرے یا تیسرے روزے کے دوران کپڑوں پر دم (خون) کا داغ معلوم ہوا ممکن ہے کہ یہ داغ طبیعت کی گرمی کی وجہ سے ظاہر ہوا ہو، اب ہندہ کا روزہ رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور ملتان......۱۹۶۹ء/۳/۱۹

الجواب: حالت حمل میں دم دم حیض نہیں ہوتا ہے بلکہ دم استحاضہ ہوتا ہے ﴿۱﴾ جو کہ صوم کیلئے مانع نہیں ہے (ردالمحتار ۱: ۲۶۳، ۲۷۵) ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وما تراه صغيرة دون تسع...... وحامل ولو قبل خروج اكثر الولد استحاضة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۰۹ قبيل مبحث في مسائل المتحيرة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتاً كاملا لا يمنع صوما وصلاة الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۱۸ قبيل مطلب في حكم وطء المستحاضة)

ایران میں ایرانی اعلان کے خلاف پاکستانی اعلان پر عید منانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایرانی حکومت نے اتوار کے دن عام عید منائی، اور اسی دن ہمارے تیس روزے بھی پورے ہوئے یہاں کچھ پاکستانیوں اور افغانیوں نے ہفتہ کے دن عید منائی اور دلیل یہ پیش کر رہے تھے کہ پاکستان میں چاند نظر آیا ہے کیا یہ عید درست ہے؟ یا قضا لازم ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ضیاء الرحمٰن اصفہان جمہوری اسلامی ایران.....۱۹۷۴ء/۶/۲۶

الجواب: اگر ان پاکستانیوں یا افغانیوں نے کسی معتمد مفتی اور عالم کے حکم کے بغیر یہ اقدام کیا ہو تو ان پر ایک روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کسی کو معلوم نہ ہو کہ عید ہے اور اپنے قیاس پر عید سمجھ کر روزہ افطار کیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہفتہ کے دن مردان و پشاور اور مضافات میں عید منائی گئی یہاں اٹک میں عید کا اعلان نہیں ہوا تھا، زید نے قبل از غروب شمس چاند کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ چاند تو بڑا ہے آج کا دن عید معلوم ہوتی ہے تو اس نے افطار کیا اگرچہ اس کو عید ہونے کا باقاعدہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا وقيل ندبا فان افطر قضىٰ فقط فيهما لشبهة الرد واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين والراجح عدم وجوب الكفارة، وقال العلامة ابن عابدين: لو صام رأى هلال رمضان واكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذي وغيره والناس لم يفطروا في مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر نهر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۹۸ قبيل مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

پڑھا تھا اب اس پر قضاء وکفارہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف پرملی شادی خان مسجد ڈھوک اٹک......۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: چونکہ ہفتہ کے دن باقاعدہ عید ہوئی لہٰذا اس شخص پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ بیشک اس شخص کا افطار بے قاعدہ ہے لہٰذا افطار کرنے پر مجرم ہے۔ فقط

یوم الشک کا نفل روزہ باقاعدہ ثبوت رمضان کے بعد فرض شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان سے صرف ایک دن قبل میں نے نفل روزہ رکھا اس دن دوپہر کے وقت اطلاع آئی کہ آج رمضان کا دن ہے اور چاند نظر آیا ہے پس میں نے بغیر کسی ردوبدل کے روزہ جاری رکھا کیا یہ روزہ رمضانی حساب ہوگا یا قضا رکھنی ہوگی؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شک کے دن سرے سے روزہ نہیں ہوتا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم مٹہ مغل خیل چارسدہ......۱۰/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ نفل روزہ رمضان کا شمار ہوگا تمام کے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان کا روزہ نفل کی نیت سے ادا ہوسکتا ہے لہٰذا رمضان کے ثبوت کے بعد خواہ یہ ثبوت اسی دن میں ہو جائے یا بعد میں ہو جائے یہ روزہ رمضان میں شمار ہوگا، اس کی قضا نہیں کی جائے گی اور شک کے دن روزہ ہوتا ہے لیکن عوام کیلئے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: قوله ولا يصومون يوم الشك الا تطوعا لقوله ﷺ لا يصام اليوم الذى يشك فيه انه من رمضان الا تطوعا...... ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزيه لانه شهد الشهر، قال ابن الهمام: فاما صوم ماقبله ففى التحفة قال والصوم قبل رمضان بيوم او يومين مكروه اى صوم كان لقوله عليه الصلاة والسلام لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين الا ان يوافق صوما كان يصومه احدكم قال وانما ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خواص کیلئے صوم یوم الشک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں صوم یوم الشک کو بعض لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اگر بالفرض رمضان ہو تو یہ رمضان میں شمار ہوگا اگر نہیں تو بھی ثواب ملے گا اس کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید کوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۷/ رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: خواص کیلئے یوم الشک کا روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے کما فی شرح التنویر ﴿۱﴾ البتہ اس سے کون خواص مراد ہیں اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مفتیین مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ اس کی نیت سے واقف ہوں یعنی صرف نفل کی نیت رکھتے ہوں اس کے علاوہ دیگر نیات سے اس روزہ کا رکھنا مکروہ ہے (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾ والحدیث

(بقیه حاشیه) کره علیه السلام خوفا من ان یظن انه زیادة علی صوم رمضان اذا اعتادوا ذلک وعن هذا قال ابویوسف یکره وصل رمضان بست من شوال وذکر قبله باسطر عدم کراهة صوم یوم الشک تطوعا ثم قیده بکونه علی وجه لا یعلم العوام ذلک کی لا یعتادوا صومه فیظنه الجهال زیادة علی رمضان.

(فتح القدیر فی ذیل الهدایة ۲: ۲۴۴ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والا یصومه الخصوص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتیٰ نفیا لتهمة النهی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۷ مطلب فی صوم یوم الشک)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: الخواص کل من علم کیفیة صوم یوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام قال ابن عابدین: فعامة المشائخ علی انه ینبغی للقضاة والمفتین ان یصوموا تطوعا ویفتوا بذلک خاصتهم ویفتوا العامة بالافطار وهذا یفید ان التلوم افضل فی حق الکل کما فی النهر لکن فی الهدایة والمحیط...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

المشهور على الالسنة لم يثبت مرفوعا بل هو موقوف ﴿۱﴾. وهو الموفق

یوم الشک کا روزہ جب نفل کی نیت سے ہو مکروہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان سے پہلے یوم الشک کے

(بقیه حاشیه) والخانية وغيرها ان المختار ان يصوم المفتي بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتي العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۷ مطلب في صوم يوم الشک)

﴿۱﴾ الحديث: "من صام يوم الشک فقد عصى ابا القاسم" اخرجه البخاري باب قول النبي ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا رقم (۱۹۰۶) وابوداؤد في سننه باب كراهية يوم الشک رقم (۲۳۳۴) والترمذي باب ماجاء في كراهية صوم يوم الشک رقم (۶۸۶) وقال حسن صحيح، والنسائي باب صيام يوم الشک رقم (۲۱۸۷) وابن ماجة باب ماجاء في صيام يوم الشک برقم (۱۶۴۵) والمزي في تحفة الاشراف رقم (۱۰۳۵۴) وصححه ابن حبان رقم (۳۵۸۵) والحاكم في المستدرک ۱: ۴۲۳ ووافقه الذهبي في تلخيصه، وكلهم من قول عمار رضي الله عنه لا مرفوعا الى النبي ﷺ فانما هو موقوف ولا يصح رفعه.

وقال في منهاج السنن: واجيب عن هذا الحديث ان الصاغاني ذكره في الموضوعات وفيه انه ليس في سنده من يتهم بالوضع، واجيب عنه ايضا بانه موقوف وفيه ان مثله كالمرفوع (منهاج السنن ۴: ۷).

وقال العلامة الحصكفي: واما حديث من صام يوم الشک فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له، قال الشامي: كذا قال الزيلعي ثم قال ويروى موقوفا على عمار بن ياسر وهو في مثله كالمرفوع، قلت وينبغي حمل نفي الاصلية على الرفع كما حمل بعضهم قول النووي في حديث صلاة النهار عجماء انه لا اصل له على ان المراد لا اصل لرفعه والا فقد ورد موقوفا على مجاهد وابي عبيدة وكذا هذا اورده البخاري مطلقا بقوله وقال صلة عن عمار من صام الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۹۶ باب صوم يوم الشک) ......از مرتب

موقع پر لوگوں کو نفلی روزہ رکھنے پر مجبور کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت لکھ کرارسال فرمائیں، عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يتقدمن احدكم رمضان يوم او يومين الا ان يكون رجل يصوم صوما فليصم ذلك اليوم متفق عليه (مشكواة) وعن عمار بن ياسر قال من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى ابا القاسم ﷺ رواه ابوداؤد والترمذى والنسائى وابن ماجة والدارمى (مشكواة). بينوا توجروا

المستفتی: مولانا محمود شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۹۷۶ء/۹/۱۸

الجواب: یوم الشک کو روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ فرض یا واجب کی نیت سے ہو اور مکروہ نہیں ہے جبکہ نفل کی نیت سے ہو، کما فی شرح التنوير: والتنفل فيه احب ان وافق يوم يعتاده. واما حديث من صام يوم الشک فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له (اى لرفعه او محمول على نية رمضان) والا فيصومه الخواص ويفطر غيرهم بعد الزوال به يفتى نفيا لتهمة النهى. وكل من علم كيفية صوم يوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام. والنية المعتبرة هنا ان ينوى التطوع على سبيل الجزم من لا يعتاد صوم ذلک اليوم انتهىٰ بحذف يسير ﴿۱﴾ قلت: وعوام زماننا لا يقضون الصوم اصلا فالتنفل احوط وارعىٰ وهو الصواب ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲:۹۶، ۹۷ مبحث فى صوم يوم الشک)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: قيل المختار التلوم فى حق الخواص ايضا لما ذكره صاحب النهر عن السراج، ولان العوام يقعون فى الفتنة ويقولون هل زمام الشريعة فى ايديهم حيث حرموا الصوم علينا واحلوه لانفسهم، قلت، لا ندع قول الاكثرين لقول البعض، ولانه لو روعيت فتنة العوام لكان الانسب الافتاء بصيام يوم الشک تطوعا وان كان من العوام لانه ربما يثبت كون يوم الشک من رمضان فى اثناء الشهر، وربما...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یوم الشک کے بارے میں وارد احادیث اور مفتیٰ بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوم یوم الشک کے متعلق علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر ۲:۵۴، ۵۵ میں چند احادیث نقل کی ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا رکھنا مستحب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور بعض اس کو ناجائز کہتے ہیں اس کے بارے میں مفتی بہ حکم کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل حق خان ضلع دیر بالا ۲۵ جولائی ۱۹۷۹

الجواب: دلائل کی رو سے صوم یوم الشک بذات خود مکروہ نہیں ہے، البتہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین (رواہ الستة) ﴿۱﴾ سے مخالفت کی تہمت کی بناء پر خواص کیلئے اخفاء اور عوام کیلئے تلوم کا فتویٰ دیا جاتا ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب علمائنا

(بقیہ حاشیہ) یحکم بالفطر عند الرؤیة لیلة تسع وعشرین فیقول العوام اف لعلماء ھذا الزمان امرنا بافطار یوم رمضان ولو امرنا بالصیام ما احتجنا الی القضاء فارتکاب ترک الافضل اھون من ارتکاب الحرام لان الغالب من حال العوام انھم لا یقضون.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۴:۷، ۸ باب کراھیة صوم یوم الشک)

﴿۱﴾ رواہ البخاری فی کتاب الصوم باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین (۱:۲۷۴) ومسلم فی کتاب الصوم باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین (۲:۲۲۷) وابوداؤد فی کتاب الصوم باب فی من یصل شعبان برمضان (۲:۳۰۰) والترمذی فی کتاب الصوم باب ماجاء لا تقدموا الشھر بصوم (۳:۶۸، ۶۹) والنسائی باب التقدم قبل شھر رمضان (۴:۱۴۹) وابن ماجة باب ماجاء فی النھی ان یتقدم رمضان بصوم (۱:۵۲۸) ومسند احمد (۲:۲۳۴، ۲۸۱، ۳۴۷) والدارمی باب النھی عن التقدم فی الصیام قبل الرؤیة (۲:۸).

کردالمحتار وغیرہ ﴿۱﴾۔ وھوالموفق

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا روزے کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: حضرت شیخ الحدیث صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اس مسئلہ میں بندکو اشتباہ ہے کہ اگر کسی نے بھول کر روزہ مبارکہ میں بیوی کے ساتھ جماع کیا تو اس پر قضا یا کفارہ ہے یا نہیں مذہب حنفی مع دلائل اور حوالہ کتب کے ساتھ ارسال فرمائیں۔ والسلام

المستفتی: عباس خان زانگی خیل ڈاگئی صوابی......۱۹۶۹ء/۵/۸

الجواب: احناف کے نزدیک نسیاناً خورد نوش اور جماع سے روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا ہے لہذا اس پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ (وفی الهداية ۱:۱۹۶) واذا اكل الصائم او شرب او جامع نهارا ناسيا لم يفطر والقياس ان يفطر وهو قول مالك لوجود ما يضاد الصوم فصار

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين : قوله والا يصومه الخواص اى وان لم يوافق صوما يعتاده ولا صام من آخر شعبان ثلاثة فاكثر استحب صومه للخواص قال في الفتح وقيده في التحفة بكونه على وجه لا يعلم العوام ذلک کی لا يعتادوا صومه فيظنه الجهال زيادة على رمضان ويدل عليه قصة ابى يوسف المذكورة في الامداد وغيره حاصلها ان اسد بن عمر وسأله هل انت مفطر فقال له في اذنه انا صائم وفي قوله يصوم الخواص اشارة الى انهم يصبحون صائمين لا متلومين بخلاف العوام لكن في الظهيرية الافضل ان يتلوم غير آكل ولا شارب مالم يتقارب انتصاب النهار فان تقارب فعامة المشائخ على انه ينبغى للقضاة والمفتيين ان يصوموا تطوعا ويفتوا بذلک خاصتهم ويفتوا العامة بالإفطار وهذا يفيد ان التلوم افضل في حق الكل كما في النهر لكن في الهداية والمحيط والخانية وغيرها انّ المختار ان يصوم المفتى بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتى العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار كما في المغرب.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۹۷ مطلب في صوم يوم الشک)

کالکلام ناسیا فی الصلوٰۃ وجه الاستحسان قوله علیه الصلاۃ والسلام للذی اکل وشرب ناسیا تم علی صومک فانما اطعمک الله وسقاک﴿۱﴾ قال العینی رواه الستة فی کتبهم ﴿۲﴾. وهوالموفق

شام سے پہلے چاند دیکھ کر شبہ کی وجہ سے افطار کرنا موجب کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال عید کے متعلق بڑا شبہ رہا بعض لوگوں نے جمعرات کو عید منائی اور بعض نے جمعہ کو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا ان میں سے بعض نے شام سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ افطار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ شام سے پہلے جبکہ سورج غروب نہ ہوا ہو اور اسی طرح چاند دیکھ کر روزہ افطار کرے تو ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ گل داد خان چارخانہ پشاور.....۲۱/۱۱/۱۹۷۴

الجواب: ثبوت شرعی سے قبل افطار کرنا غلط اور بے قاعدہ امر ہے البتہ شبہ کی وجہ سے موجب کفارہ نہیں ہے، کما فی الدر المختار: ورؤیته بالنهار للیلة الآتیة مطلقا وفی ردالمحتار (۲: ۱۳۰) ای سواء رءی قبل الزوال او بعده وقوله علی المذهب ای الذی هو قول

﴿۱﴾ (هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۵۴ باب مایوجب القضاء والکفارة)

﴿۲﴾ اخرجه البخاری: (۱۹۳۳) ومسلم: (۱۱۵۵) وابوداؤد: (۲۳۹۸) والترمذی: (۷۲۱) وابن ماجة: (۱۶۷۳) کلهم من حدیث ابی هریرة: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله انی اکلت وشربت ناسیا وانا صائم فقال: الله اطعمک وسقاک، واللفظ لابی داؤد وروایة الجماعة "من نسی وهو صائم فاکل او شرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه، وسیاق المصنف نسبه الزیلعی لابن حبان فی صحیحه وکذا هو فی سنن الدارقطنی (۲: ۱۷۹) انظر نصب الرایة (۲: ۴۴۵).

(تخریج احادیث اللباب ۱: ۱۵۶ فصل ما لا یفطر به الصائم)

ابی حنیفة ومحمد، قال فی البدائع فلا یکون ذلک الیوم من رمضان عندهما وقال ابویوسف ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبله فهو للیلة الماضیة ویکون الیوم من رمضان وعلی هذا الخلاف هلال شوال ﴿۱﴾. وهوالموفق

مقامی اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں اختلاف کی صورت میں قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرحد میں جس دن روزہ تھا اس کے اگلے دن ہلال کمیٹی نے رمضان کا اعلان کیا تھا کیا ان پر قضا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اورنگ زیب کھوسلکی بدین.....۱۰/شوال ۱۴۰۰ھ

الجواب: جس نے ہلال کمیٹی کی خبر پر صوم وفطر بنا کئے ہیں اس پر قضا لازم نہیں ہے شاید کہ ہلال کمیٹی کو صوبہ سرحد سے باقاعدہ ثبوت نہ پہنچا ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مختلف علاقوں میں اختلاف رمضان کی وجہ سے قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں سے ہم مرکزی رؤیت

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ مطلب فی رؤیة الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤیة غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخریٰ لزمهم علی الصحیح من المذهب، قال ابن عابدین: لانه حکایة فانه لم یشهدوا بالرؤیة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رؤیة غیرهم کذا فی فتح القدیر، قلت وکذا لو شهدوا برؤیة غیرهم وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حکایة لفعل القاضی ایضا ولیس بحجة بخلاف قضائه ولذا قید بقوله ووحد استجماع شرائط الدعویٰ الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیة الهلال نهارا)

ہلال کمیٹی کے اعلان پر رمضان اور عید کرتے ہیں حالانکہ چند سالوں سے رمضان کا مہینہ انتیس دن کا آرہا ہے کیا ہم پر قضا لازم آئے گا جب کسی اور علاقے سے مثلاً مردان وغیرہ سے یہ اطلاع پہنچے کہ وہاں تیس روزے پورے ہوئے یا وہاں ہم سے پہلے روزہ رکھا گیا تھا وغیرہ، اور یہ اطلاع بھی محض خبر ہوتی ہے شہادت نہیں ہوتی، اس اختلاف کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ کیا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر نذیر احمد ثمر باغ ضلع دیر......۱۹۸۶ء/۶/۲۶

الجواب: اگر آپ حکومت کے اعلان پر صوم وفطر کرتے رہتے ہوں تو فراغت ذمہ کیلئے یہی کافی ہے ہر اختلاف کی وجہ سے قضا کرنے کا حکم بے قاعدہ حکم ہے۔ وهو الموفق

انتہائے سحری یعنی طلوع فجر کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سحری کے بعد جب اذان ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پندرہ منٹ تک کھانا جائز ہے یہاں تقریباً تین بجکر ستائیس منٹ پر اذان ہو جاتی ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ......۲۱/ رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: انتہائے سحری انتہائے لیل سے آتا ہے نہ کہ اذان سے ﴿۱﴾ اور مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہے کہ صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل طلوع ہوتی ہے پس اس بنا پر ہمارے یہاں چار بجے تک اور واہ (کینٹ) میں تقریباً تین بجکر ۵۵/ منٹ تک یا احتیاطاً تین بجکر پچاس منٹ تک اکل وشرب

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: ومعناه شرعا هو الامساک نهارا، النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الی غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، ولهذا قال صاحب دیوان الادب النهار ضد اللیل وینتهی اللیل بطلوع الصبح الصادق کذا فی الحاشیة. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۵۰ کتاب الصوم)

روزہ کو ضرر رساں نہیں ہے﴿۱﴾۔

ملاحظہ:...... ریاضی کے حساب سے اور بھی گنجائش ہے۔ وھو الموفق

سحری کیلئے لاؤڈ سپیکر پر صلاۃ وسلام پڑھ کر لوگوں کو جگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین حضرات بوقت سحری لاؤڈ سپیکر پر الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا آدم

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: ووقت الصبح من طلوع الفجر الصادق وهو ضوء الشمس السابق علیها الذی یظهر من جهة المشرق وینتشر حتی یعم الافق، ویصعد الی السماء منتشرا واما الفجر الكاذب فلا عبرة به وهو الضوء الذی لا ینتشر، ویخرج مستطیلا دقیقا یطلب السماء بجانبیه ظلمة ویشبه ذنب الذئب الاسود فان باطن ذنبه ابیض، بجانبیه سواد، ویمتد وقت الفجر الی طلوع الشمس.

(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱:۱۶۹ كتاب الصلاة وقت الصبح)

وقال الشیخ محمد فرید مدظله: وفی الشامیة ان التفاوت بین الفجرین وكذا بین الشفقین الاحمر والابیض انما هو بثلاث درج انتهیٰ وفی التصریح اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الكاذب وآخر الشفق ثمانیة عشر درجة وفی الحاشیة ان المراد من الانحطاط فی الجانبین انحطاط مركز الشمس من الافق الشرقی او الغربی وهو قدر ثمانیة عشر درجة ویقطعه الفلک الاعظم فی ساعة وخمس ساعة وهذا مجموع الصبحین الكاذب والصادق ومن ذلک المجموع خمس ساعة حصة الصبح الكاذب والساعة الواحدة حصة الصبح الصادق انتهیٰ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲:۱۰ باب مواقیت الصلاة عن النبی ﷺ)

صفی اللہ یا نوح نبی اللہ، وغیرہ کے الفاظ کہہ کرلوگوں کو جگاتے ہیں کیا یہ الفاظ جائز ہیں؟ اور سحری کیلئے یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم منگل زئی گلستان بلوچستان......۱۹۹۱ء/۶/۴

الجواب: سحری کیلئے لوگوں کو جگانا جائز ہے ﴿۱﴾ یہ اعانت علی البر ہے البتہ ایسے کلمات سے بیدار کرنا جو کہ دائمی ناجائز ہوں یا موہم شرک ہوں ناجائز ہے البتہ شرک کا دارمدار عقیدہ پر ہے نہ کہ موہم شرک کلمات کے تلفظ پر، فافہم۔ وھو الموفق

روزے مکمل کرنے کیلئے حیض کی بندش کی گولیاں کھانا تکلف اور تعمق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کا مہینہ قریب آرہا ہے چونکہ رمضان کے روزے کا ثواب تمام عمر کے روزوں سے افضل ہے اب اگر عورتیں ماہواری بند کرنے کیلئے گولیاں کھالیں تا کہ اس افضلیت سے محروم نہ رہیں تو کیا یہ جائز ہے یا شرعاً ممنوع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سیاب لکی مروت

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص سے عذر کی وجہ سے کوئی عبادت رہ جائے تو اس کو باقاعدہ مکمل ثواب دیا جائے گا (رواہ ابوداؤد وغیرہ) ﴿۲﴾ پس ان گولیوں کا استعمال تکلف اور تعمق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وعن الحسن لا بأس بالدف في العرس ليشتهر وفي السراجية هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اقول وينبغي ان يكون طبل السحر في رمضان لا يقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵:۲۴۷ قبيل فصل في اللبس)

﴿۲﴾عن ابي انس ان رسول الله ﷺ قال لقد تركتم بالمدينة اقواما ما سرتم مسيرا ولا انفقتم من نفقة ولا قطعتم من واد الا وهم معكم فيه......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے ﴿۱﴾ اگر چہ اس کا استعمال بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے لحدیث وما سکت عنه فهو عفو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ملاحظہ:...... لیکن فوات صوم سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مفید ہے کیونکہ نساء کیلئے قضالانا مشکل ہوتا ہے......(سیف اللہ حقانی)

خنزیر کا گوشت فروخت کرنا، عریان معاشرہ اور گندہ خورد نوش روزہ کیلئے مانع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ہمارے چند ساتھی مشینی ذبحہ گوشت کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں جس میں خنزیر کا گوشت بھی

(بقیہ حاشیہ) قالوا یا رسول الله وکیف یکونون معناوهم بالمدینة قال حبسهم العذر. (رواه ابوداؤد ۱:۳۴۵ باب فی الرخصة فی القعود من العذر). وعن انس ان رسول الله ﷺ رجع من غزوة تبوک فدنا من المدینة فقال ان بالمدینة اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم وفی روایة الا شرکوکم فی الاجر قالوا یا رسول الله وهم بالمدینة قال وهم بالمدینة حبسهم العذر رواه البخاری ورواه مسلم عن جابر. (مشکواة المصابیح ۲:۱۳۳۱ کتاب الجهاد)

﴿۱﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: فمن المقاصد الجلیلة فی التشریع ان یسد باب التعمق فی الدین لئلا یعضوا علیها بنوا جذهم فیأتی من بعدهم قوم فیظنوا انها من الطاعات السماویة المفروضة علیهم ثم تأتی طبقة اخری فیصیر الظن عندهم یقینا الخ.

(حجة الله البالغة ۲:۲۲ الاقتصاد فی العمل)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ۱:۲۰۶ باب ماجاء فی لبس الفراء)

وعن ابن عباس قال کان اهل الجاهلیة یأکلون اشیاء ویترکون تقذرا فبعث الله نبیه ﷺ وانزل کتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو وتلاقل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الی آخر الآیة.

(سنن ابی داؤد ۲:۱۸۳ باب مالم یذکر تحریمه)

شامل ہے کیا یہ مسلمان ساتھی روزہ رکھیں گے؟

(۲) یہاں اوقات کار دس گھنٹے اور دن کا دورانیہ سترہ گھنٹے ہے لیکن یہاں عریانیت اور فحاشی بہت زیادہ اور آنکھوں کا زنا ہر وقت رہتا ہے اس صورت میں ہم روزہ رکھیں گے؟

(۳) یہاں خورد ونوش کا سامان ہر قسم کی گندگیوں سے اٹا پڑا ہے ان حالات میں ہم روزہ رکھیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر عالم خان جرمنی

الجواب: (۱) خنزیر کا ذبحہ اور اس کا گوشت فروخت کرنا فسق اور حرام ہے کفر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس ان کی نماز وروزہ درست ہے گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

(یعنی گناہ کی وجہ سے نیکی ساقط نہیں ہوتی ..... (سیف اللہ حقانی)

(۲) جہاں سترہ گھنٹے دن ہو وہاں روزہ رکھنے میں کوئی اشکال نہیں نیز (اندام مخصوص کے علاوہ) دیگر اعضاء کے زنا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ثواب میں کمی آتی ہے ﴿۲﴾۔

(۳) خورد ونوش کا سامان گندہ ہونے کی وجہ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا روزہ میں یہ شرط نہیں کہ خورد ونوش حلال ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد: ولو استأجر مسلما ليرعى خنازير يجب ان يكون على الخلاف كما في الخمر ولو استأجره ليبيع له ميتة لا يجوز واذا استأجر الذمي من المسلم دارا ليسكنها فلا بأس به ..... ولو استأجر من اهل الذمة مسلما ليضرب لهم الناقوس لا يجوز. (خلاصة الفتاویٰ ۳: ۱۵۰ کتاب الاجارات)

﴿۲﴾ قال الملا علي قاري: وفي حديث الحاكم الذي صححه ليس الصيام من الاكل والشرب فقط انما الصيام من اللغو والرفث ويؤخذ منه ان يتاكد اجتناب المعاصي على الصائم كما قيل في الحج لكن لا يبطل ثوابه من اصله بل كما له فله ثواب الصوم واثم المعصية. (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۴: ۲۶۰ باب تنزيه الصوم)

۲۳/رمضان کوسورۃ عنکبوت وسورۃ روم پڑھنے کے بارے میں ارشادالطالبین کا حوالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۳/رمضان کوسورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھنا ثابت ہے یانہیں؟ ارشادالطالبین ۲۲۳ میں لکھا ہے، در بیان شب کہ دراں شب گناہاں ہمہ بخشیدہ می شوند، وآن شب بست وسویم ماہ رمضان ست، واگر در شب ۲۳/رمضان سورۃ روم وعنکبوت بخواند خوانندہ وشنوائندہ راباآتش دوزخ کارنباشد، اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صالح الدین حقانی......۱۹۸۶/۷/۷

الجواب: تلاوت قرآن اوراس کی سماعت عظیم عبادت ہے البتہ اپنی طرف سے کسی سورت یاوقت کی تخصیص مکروہ ہے، کما اشار الیه صاحب البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به ﴿۱﴾ عوام اس زعم میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے بہرحال یہ ابداع ہے نعم من قرء هما علی وجه دفع الاعداء دون قصد الثواب فیکون مباحا لا عبادة﴿۲﴾. وهو الموفق

ملاحظہ:......اس متعلقہ حوالہ میں نہ دلائل موجود ہیں اورنہ فقہاء کی جزئیات، وقد صرح فی ارشاد الطالبین بجواز الزوجات فوق الاربع وجواز المطلقة ثلاثا بلا تحلیل وغیر ذلک۔

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ کتاب العیدین)

﴿۲﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: (قرآن شریف برائے کشائش رزق یاقضاء حاجت کیلئے قرأت کرنا) درست ہے جیسا کہ حدیث میں سورۃ واقعہ کی یہی خاصیت وارد ہوئی ہے جوصریح دلیل ہے جواز کی۔ (امداد الفتاویٰ ۴: ۸۹ باب تعویذات واعمال)

الله
الله
باب ما یفسد الصوم
وما لایفسده

الله
الله
بسم الله الرحمن الرحيم
...... : قال الله تعالىٰ : ......
وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من
الفجر، ثم اتموا الصيام الى الليل.
......﴿البقرة : ١٨٧﴾......

باب مایفسد

الصوم ومالایفسدہ

روزہ کی حالت میں کان، ناک اور آنکھ میں دوائی ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح انسان دوائی کھالے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن آنکھ، ناک اور کان میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ نیز انجکشن لگانے کا کیا حکم ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر ضلع دیر......۱۹۷۸ء/۹/۱۰

الجواب: انجکشن خواہ رگ میں ہو یا گوشت میں مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ اس عمل سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ کے کیونکہ ہاتھ پاؤں اور پیٹ کے درمیان کوئی سوراخ نہیں ہے، صرح بھذا الاصل فی الھندیۃ ۱: ۲۱۶ ﴿۱﴾، کان میں پچکاری کرنے سے جب دوا دماغ کو پہنچے تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے اگر چہ اس

﴿۱﴾ وفی الھندیۃ: وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع. (فتاوی عالمگیریۃ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: او احتقن او استعط فی انفہ شیا او اقطر فی اذنہ دھنا او داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ قال ابن عابدین: (قولہ الی جوفہ ودماغہ) قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا رنگ وغیرہ ناک یا حلق میں ظاہر ہو (عالمگیری، ﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾) اگر ناک میں دواڈالنے کے وقت دماغ یا بطن میں دوا داخل ہونا مظنون یا متیقن ہو تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۳﴾۔وھو الموفق

روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ یہ عمل شم ہے سعوط نہیں ہے (یعنی دوائی ذرات شم سے اندر نہ جاتے ہوں) لہٰذا مشک وغیرہ کی طرح اس کا سونگھنا مفطر نہ ہوگا، ....

(بقیه حاشیه) المعدة منفذ اصليا فما وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه.

(فتاوى عالمگيرية ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او ادهن او اكتحل او احتجم وان وجد طعمه في حلقه) اى طعم الكحل او الدهن وكذا لو بزق فوجد لونه في الاصح لان الموجود في حلقه اثر داخل من المسام الذى هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۶ مطلب يكره السهر اذا خاف فوت الصبح)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او استعط) والسعوط الدواء الذي صب في الانف... وعدم وجوب الكفارة في ذلك هو الاصح لانها موجب الافطار صورة ومعنى والصورة الابتلاع كما في الكافي وهي منعدمة والنفع المجرد عنها يوجب القضاء فقط امداد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۱ باب مايفسد الصوم وما لايفسده)

فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۱۳۲) ﴿۱﴾﴿۲﴾. وهو الموفق

دمہ کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ضیق النفس (دمہ) کا مریض ہے جس کیلئے انہیلر گیس کا سپرے حلق میں کیا جاتا ہے یہ ایک سفید ہوا کی شکل میں دوائی کے ذرات ہوتے ہیں کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد احمد خان جہانگیرہ......

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدین: لا یکره للصائم شم رائحة المسک والورد ونحوه مما لا یکون جوهرا متصلا کالدخان فانهم قالوا لا یکره الاکتحال بحال وهو شامل للمطیب وغیره ولم یخصوه بنوع منه وکذا دهن الشارب.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲۳ قبیل مطلب فی الفرق بین الجمال والزینة)

﴿۲﴾اس زمانے میں بعض دوائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے اور اس میں دوائی کے اتنے باریک ذرات ہوتے ہیں کہ بظاہر یہ سونگھنا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان باریک ذرات کا ادخال مقصود ہوتا ہے جس کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے پس چونکہ یہ بوامع الدواء جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتا ہے جو کہ مفسد ہے، کما فی خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۳ وما وصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن والانف والدبر فهو مفطر بالاجماع وفیه القضاء، اور عام طور پر جو دوائیاں ہوتی ہیں اور ان کا بو کوئی شخص سونگھ لے تو یہ عمل شم میں داخل ہوگا سعوط نہیں ہوگا، والسعوط صب الدواء فی الانف (امداد الفتاح ۶۸۸) وقال الشرنبلالی: من ادخل دخان حلقه بأی صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر او عود وغیرهما حتی من تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتم دخانه ذاکرا لصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومابه والمسک لوضوع الفرق بین هواء تطیب بریح المسک وشبهه وبین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله. (امداد الفتاح ۶۷۷) ......(از مرتب)

الجواب: اس سپرے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴿۱﴾ البتہ جب تکلیف قابل برداشت نہ ہوتو روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور پھر صحت کے وقت قضالازمی ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

باب الصوم میں جلاب کے بارے میں بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور (ازمولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) میں روزے کے باب میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ ''جلاب میں عمل لیااور پینے کی دوا نہیں پی''۔ یہاں کوئی شخص اس کا مطلب نہیں سمجھتا پوری عبارت یہ ہے ''کسی نے روزہ میں ناس لیایا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیااور پینے کی دوانہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہالیکن صرف قضاواجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اوراگرکان میں پانی ڈالاتوروزہ نہیں گیا''؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی چودھواں ڈی آئی خان......۱۹۶۹ء/۱۲/۱

الجواب: جلاب کرنا احتقان کامعنی ہےاوراحتقان جلاب کےارادہ سے کیاجاتا ہے﴿۳﴾ یہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۳ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: ومن خاف المرض او زيادته افطر لقوله تعالىٰ: فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر، معناه فافطر فعدة من ايام اخر لان المرض والسفر لا يوجبان القضاء.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۷۳ فصل فى المريض والمسافر)

﴿۳﴾ فیروزاللغات ۴۶۷ میں ہے، جلاب ایسی دوائی جس سے دست آئے، مسہل، دست آوردوا، وقال ابن نجيم: احتقن اى وضع الحقنة فى الدبر (بحر الرائق ۲: ۲۷۸) اورمعدن الحقائق میں ہے(۲۳۶) پیٹ صاف کرنے کیلئے پاخانہ کے مقام سے دوا چڑھانا، اورالقاموس الجديد (۱۹۳) میں ہے، حقن حقنا: پچکاری دینا پچکاری سے دواداخل کرنا..... (ازمرتب)

تمام مسائل ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ ہے جو مکمل اور مدلل بہشتی زیور کے حاشیہ میں موجود ہے ﴿۱﴾۔

کلی کر کے تری حلق میں پہنچ جانے سے روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں کلی وغیرہ کر کے اس کی تری حلق میں پہنچ جائے اگر چہ پیٹ میں پانی نہ جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی

الجواب: صورت مسئولہ میں فساد کا حکم دیا جائے گا ﴿۲﴾ لان عند تعذر الاطلاع على المسبب يدار الحكم على السبب الظاهر ﴿۳﴾ ولم اجده صريحا. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ومن احتقن او استعط او اقطر في اذنه افطر ولا كفارة عليه ولو اقطر في اذنه الماء او دخله لا يفسد صومه.

(هدايه على صدر فتح القدير ۲:۲٦٦ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الحصكفي: او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساو يافسد والا لا الا اذا وجد طعمه، قال العلامة ابن عابدين: ولما كان هذا القول خلاف ما عليه الاكثر من التفصيل حاول الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما اذا لم يصل الى جوفه لئلا يخالف ما عليه الاكثر قلت ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم الى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۰۷ قبيل مطلب مهم المفتي في الوقائع لابدله الخ)

﴿۳﴾ قال الحافظ احمد ملا جيون: وقد يقام السبب الداعي والدليل مقام المدعو والمدلول...... وذلك اى قيام الداعي والدليل اما لدفع الضرورة والعجز كما في الاستبراء...... او للاحتياط كما في تحريم الدواعي الى الوطى من النظر والقبلة واللمس اقيمت مقام الوطى في الاستبراء وحرمة المصاهرة والاحرام والظهار والاعتكاف للاحتياط فهو ايضا مثال لاقامة الداعي مقام المدعوا. (نور الانوار ۲۸۰ مبحث الاحكام)

انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ دوائی بواسطہ انجکشن در بدن انسان خواہ در رگ باشد یا در گوشت حکم شرعی چیست مفسد صوم است یا نیست، بوجہ خوب مع ادلہ شرعیہ بیان کنند زیرانکہ در وطن یعنی افغانستان ولایت غزنی مایاں بسیار نزاع برپاست؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید حسن کتوز غزنی افغانستان......۱۹۶۹ء

الجواب: انجکشن خواہ در رگ باشد یا در گوشت مفطر و مفسد صوم نیست الا آنکہ براہ راست در صدر یا در بطن باشد، دلیل عدم فساد ایں است کہ درمیان دست و پا و باطن منفذ نیست و دواء بذریعہ مسامات در باطن مے رسد مثل روغن بادام و روغن کا ہو، کہ بر سر مالش کردہ شوند و در باطن دماغ بذریعہ مسامات داخل مے شوند، و ہر چیز کہ بذریعہ مسامات داخل شود مفسد روزہ نیست ﴿۱﴾ یدل علیہ ما فی الهندية ١: ٢١٦ وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم انه ليس بين العين وبين الدماغ والحلق منفذ، والدمع يخرج الى العين بطريق الترشح من المسامات كالعرق، والمفطر هو الدخول من المنافذ دون المسامات كما صرح به في البحر وشرح المجمع وغيره ولذا لا يفطر الادهان والغسل وهذا يدل على ان الدواء الداخل في الباطن بتوسط الحقن والابرة لا يفطر سوآء ادخلت الابرة في اللحم او العرق، لان هذا الدواء وان وصل الى اللحم والعرق بالمنفذ لاكنه يدخل الباطن بوساطة المسامات دون المنافذ لعدم المنفذ بين مثل اليد والباطن، وعروق البدن ليست بمجوفة كما ان عروق الاشجار ليست بمجوفة وكما ان الماء يصل الى اغصان الاشجار واوراقها بالتموج في العروق فكذلك الدم والدوآء تصل الى القلب وغيره بالتموج في العروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ٣: ٣٤ باب الكحل للصائم)

المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیرة وهو الاصح هکذا فی التبیین ﴿۱﴾. وهمچنین ازنیش عقرب وغیرہ ایں حکم عدم فساد مستفاد مے شود۔ وهو الموفق

وریدی اور جلدی انجکشن کے حکم میں کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وریدی یا جلدی انجکشن سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان

الجواب: واضح رہے کہ انجکشن خواہ وریدی ہو یا لحمی اور جلدی مفسد صوم نہیں ہے، کیونکہ انجکشن سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات کے پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثانی دون الاول کما فی الهندیة ۱:۲۱۶ وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثرا لکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه ﴿۲﴾، نیز واضح رہے کہ رگ پائپ جیسی نہیں ہوتی ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہوتی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگریه ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد ومالایفسد)

﴿۳﴾......☆ قال العلامة شمس الدین محمد القهستانی: او وصل دواء الی جوفه او دماغه من غیر المسام فلو وصل شیئ من المسام الی الجوف......

(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

انجکشن کے مسئلہ پر دوبارہ استفسار

سوال: محترم مفتی صاحب زید مجدکم؛

آپ نے فتویٰ میں فرمایا ہے کہ انجکشن خواہ لحمی ہو یا وریدی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن یہاں بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں از راہ کرم تفصیلی جواب لکھ کر ممنون فرمائیں تا کہ مخالفین کا جواب دیا جاسکے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان......۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

الجواب: ہمارے پاس فتاویٰ عالمگیری کی جزئیات موجود ہیں شائد میں نے حوالہ بھی دیا ہوگا، آپ ان مخالفین کی دلائل لکھ کر روانہ کریں تا کہ ان کا جائزہ لیا جائے۔ وھو الموفق

وریدی انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں وریدی انجکشن لگانے میں

(بقیہ حاشیہ) لم يفسد بلا خلاف لكن ينبغي ان يكون مكروها على الخلاف قياسا على صب الماء على البدن.

(جامع الرموز ۱: ۳۶۲ فصل موجب الافساد)

......☆ قال العلامة النووى: لو اوصل الدواء الى داخل الساق او غرز فيه سكينا او غيرها فوصلت مخه لم يفطر بلا خلاف لانه لا يعد عضوا مجوفا.

(شرح مهذب ۵: ۳۱۴ باب ما يفسد به الصوم ومالايفسد)

......☆قال الدكتور وهبة الزحيلي: لا يفسد الصوم عند الحنفية بالحقن فى العضل او تحت الجلد اوفى الوريد.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۷۱۲ مبحث ما يفسد الصوم ويوجب القضاء والكفارة)

مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جانے کے اعتراضات موجود ہیں تو کیا وریدی انجکشن سے یقیناً روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:لطیف الرحمن مردان......۱۹۷۸ء/۸/۲۳

الجواب: وریدی (رگ) انجکشن مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ ورید سے دوا وغیرہ باطن میں بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ۔

كما في الهندية ۱: ۲۱۶ ومايدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع وفيها بعد عبارة واذا بزق فرئ اثرالكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة وهو الاصح هكذا في التبيين ﴿۱﴾

رگ پائپ جیسی نہیں ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہے۔وھو الموفق

روزہ میں گلوکوز انجکشن یا ڈریپ چڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں گلوکوز انجکشن یا گلوکوز تھیلا چڑھانے سے روزہ پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:ڈاکٹر حبیب الرحمن ورسک ڈیم پشاور......۱۹۸۶ء/۶/۲۹

الجواب: انجکشن اور گلوکوز تھیلا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس طریقہ کار سے یہ دوا قلب وجگر کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ،**والمفطر هو الثاني دون الاول كما اشار اليه الفقهاء** ﴿۲﴾ البتہ سینہ اور پیٹ میں براہ راست انجکشن لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع.
(فتاویٰ عالمگیرة ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

دوامنفذ (سوراخ) سے باطن میں داخل ہوتی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڑھ کی ہڈی میں بعض اوقات انجکشن لگایا جاتا ہے اور دوا پہنچائی جاتی ہے جبکہ ریڑھ کی ہڈی کا بدن میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد علی جان غوریوالہ بنوں......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں کیونکہ یہ دوائی قلب وغیرہ کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے جوکہ مفسد نہیں،ماخوذ از ھندیہ ۱:۲۱۶ ﴿۲﴾ نیز ہاتھ پاؤں کے زخم پر دوا اور پٹی لگانا مفطر اور مفسد صوم نہیں ہوتا ہے البتہ اگر زخم پیٹ میں سوراخ ہوتو دوا داخل ہونے اور پیٹ میں پہنچنے کی صورت میں روزہ فاسد ہوجاتا ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: او داوی جائفة او آمة فوصل الدواء حقیقة الی جوف دماغه، قال ابن عابدین: الجائفة الطعنة التی بلغت الجوف او نفذته والآمة من امته بالعصا الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۱۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: ومایدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر...... ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیرة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلی: وقال ابویوسف ومحمد لا یفسد الصوم فی الجائفة والآمة لان الشرط عندھما الوصول من منفذ اصلی ولعدم التیقن بالوصول لاحتمال ضیق المنفذ وانسداده بالدواء وصار کالیابس، وله ان......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا حکم اصول مسلمہ کا مخالف ہے

سوال: محترم جناب مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: عرض ہے کہ ''انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے'' کے عنوان سے یہ چند صفحات بھیج رہا ہوں اپنے رائے مبارک سے نوازیں۔ واجرکم علی اللہ۔ (صفحات مہیا نہ ہو سکے)......(ازمرتب)

المستفتی: صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گجرانوالہ......۳/۱/۱۹۸۹

الجواب: بندہ کو اس حکم (انجکشن سے روزہ فاسد ہونے کا حکم) سے اتفاق نہیں ہے یہ اصول مسلمہ کے مخالف ہے انجکشن سے غذا اور دوا باطن میں پہنچتی ہے لیکن بذریعہ مسامات کے نہ کہ بذریعہ منافذ ﴿۱﴾ سوئی کے منتہی اور باطن میں نہ قدرتی سوراخ ہوتا ہے اور نہ مصنوعی، بہرحال ان جدید تحقیقات کو اصول مسلمہ کا مؤید بنانا نقصان دہ نہیں ہے اور ان تحقیقات کو متبوع کا درجہ دینا تحریف دین کا پیش خیمہ ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) رطوبة الدواء اذا اجتمعت مع رطوبة الجراحة ازداد سيلانا الى الباطن فيصل بخلاف اليابس لانه ينشف الرطوبة فينسد فم الجراحة، قال مشائخنا والمعتبر عنده الوصول حتى لو علم بوصول اليابس فسد، ولو علم بعدم وصول الرطب لا [illegible].

(الاختيار لتعليل المختار ۱:۱۷۰ فصل ما يفطر الصائم)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ من غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والآمة فان داواها بدواء يابس لا يفسد لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ، ولو علم انه وصل يفسد في قول ابي حنيفة وان داواها بدواء رطب يفسد عند ابي حنيفة وعندهما لا يفسدهما اعتبرا المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك.

(بدائع الصنائع ۲:۲۴۳ فصل فساد الصوم)

نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک تاج محمد طورو مردان......۱۹۸۴ء/۴/۱۶

الجواب: چونکہ نسوار نگلتا ہے اور اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے لہٰذا نسوار استعمال کرنے والا قضاء کرے گا، ونظیره ما فی شرح التنویر : اذا مضغه ووجد طعمه فی حلقه ﴿۱﴾. وهوالموفق

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نسوار کے عادی نے روزہ کی حالت میں منہ میں نسوار ڈالا، اور نسوار کا نشہ بدن میں سرایت کر گیا لیکن تلخ ذائقہ تھوک کے ساتھ پیٹ میں نہیں گیا اور نسوار کی کوئی ٹھوس جز بھی حلق کے نیچے نہیں گیا پھر اس نے نسوار تھوک دیا اور پانی کے ساتھ منہ صاف کیا اس سے روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے منہ میں نسوار ڈالا بعد میں اسے پتہ چلا کہ جس وقت اس نے منہ میں نسوار ڈالا تھا اس وقت صبح صادق طلوع ہوا تھا اس وجہ سے اس نے روزہ فاسد تصور کر کے بعد میں کھانا بھی کھایا کیا ایسے آدمی پر کفارہ لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم کوہستانی (ایم این اے) سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ......۱۹۸۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی: الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمه الا ان یجد الطعم فی حلقه الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

الجواب: واضح رہے کہ تمبا کو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر، کما فی ردالمحتار ۶: ۴۵۹ آخر کتاب الاشربة الطبع المصطفیٰ البابی، فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره﴿۱﴾ اور ہمارے علاقہ میں اس کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دھواں نگلنا (چلم یا سگریٹ) (۲) منہ میں رکھنا بغیر نگلنے کے۔

قسم اول اور طریق اول مفطر ہے اور عادی آدمی کیلئے موجب کفارہ بھی ہے، کما صرحوا به﴿۲﴾. اور قسم دوم اور طریق دوم بذات خود مفطر نہیں ہے، لانه یوضع فی الفم، نہ کہ اس کا کھانا یا نگلنا عادت ہوتی ہے، وفی شرح التنویر عن البدائع ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، (باب ما یفسد الصوم ومالایفسده)﴿۳﴾. وان ثبت انه دخل الی جوفه فمفطر لا موجب للكفارة ونظیره مافی شرح التنویر واكل مثل سمسمة من خارج یفطر ویكفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمه الا ان یجد الطعم فی حلقه﴿۴﴾. انتهیٰ. فالصواب علی التحقیق عدم افطار الصوم، لكن لسدالباب علی العوام تقید کی رعایت ضروری ہے یعنی حلق میں ذوق محسوس کرنے کی صورت میں مفطر ہے۔ (۲) اس شخص پر شبہہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے لاحتمال وجود طیعمه فی الحلق وعدمه. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ۵: ۳۲۶ آخر كتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالی: وعلی هذا البدعة التی ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه فی لزوم الكفارة وقال الطحطاوی: ای البدعة التی حدثت فی لزوم الكفارة علی هذا الاختلاف فمن قال ان التغذی ما یمیل الطبع الیه وتنقضی به شهوة البطن الزم به الكفارة.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۶۵ باب مایفسد الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم ومالایفسده)

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے پر دوبارہ استفسار

سوال: رمضان المبارک میں مولانا عبدالحلیم کوہستانی نے نسوار سے روزہ کے عدم افطار کا فتویٰ دیا ہے اور دلیل میں آپ کا فتویٰ پیش کر رہے ہیں اس کی وضاحت مطلوب ہے کیونکہ یہ ہمارے سمجھ سے باہر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منتظم اعلیٰ بورڈ آف ریونیو (زکاۃ وعشر) صوبہ سرحد......۱۹۸۹ء

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ نشہ آور ہے اور نہ اعضاء کو بے حس کرنے والے، جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار ۲: ۴۵۹ کتاب الاشربۃ کے آخر میں لکھا ہے، فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ، ﴿۱﴾ یعنی تمباکو کا نشہ آور ہونا یا بے حسی پیدا کرنے والا یا نقصان دہ ہونا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علاقوں میں تمباکو کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ (۱) دھواں نگلنا (۲) نسوار کی شکل میں منہ میں رکھنا۔

طریق اول کے استعمال سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور عادی شخص پر کفارہ دینا بھی لازم ہوجاتا ہے جیسا کہ شامی ۲: ۱۳۴ فی اوائل باب مایفسد الصوم میں ہے ﴿۲﴾ اور طریق دوم سے استعمال بذات خود مفطر نہیں ہے کیونکہ یہ منہ میں رکھا جاتا ہے نہ کہ کھایا جاتا ہے، اور نہ اس کا نگلنا عادت ہے

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بأی صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فاواه الی نفسه واشتمه ذاکر الصومه افطر لامکان التحرز عنه...... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرح علی الوهبانیة بقوله. ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لا شک یفطر، ویلزمه التکفیر لوظن نافعا، کذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۶ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

یدل علیہ مافی شرح التنویر عن البدائع ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، ھامش ردالمحتار ۲:۱۳۵ ﴿۱﴾۔ یعنی جو چیز تمام کے تمام پیٹ میں غائب ہوجائے اور پیٹ میں قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، البتہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ نسوار پیٹ میں داخل ہوا ہے اور حلق کو پہنچا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہوگا، لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا، ونظیرہ مافی شرح التنویر: واکل مثل سمسمة من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ انتہیٰ ھامش ردالمحتار ۲:۱۵۳ ﴿۲﴾۔ یعنی جب تلی (کنجد) کو منہ میں چبائے اس طریقہ سے کہ اس کے اجزا کالعدم ہوجائیں اور لعاب کے ساتھ لعاب بن جائے تو اس کے نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان اجزا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو پھر روزہ فاسد ہوجائے گا، پس تحقیق کی رو سے اگرچہ روزہ فاسد نہ ہونا درست ہے لیکن عوام کو بے باکی سے بچانے کیلئے فتویٰ میں اس قید کا یعنی حلق میں اترنا لگانا ضروری ہے اسلئے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ نسوار نگلتا ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) اس شخص پر شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے کیونکہ حلق میں ذائقہ پانے اور نہ پانے کے دونوں احتمال موجود ہیں۔ وھو الموفق

پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کے اندر غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فقیر گل گڑھی عثمان خیل ملاکنڈ ایجنسی ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

الجواب: غوطہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ماخوذ از ہندیہ ۱:۲۰۳)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بیوی کا بوسہ لینے یا اکٹھا سونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ اکٹھا سونے یا بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زبیر اکبر افریدی......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۱

الجواب: مضاجعت (ایک دوسرے سے لپٹنا) اور تقبیل (بوسہ لینا) مفسد صوم نہیں ہے تمام فقہاء نے اسے صریحاً لکھا ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

استمناء بالید اور بالفخذین سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استمناء بالید سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور دونوں رانوں کے درمیان یعنی غیر سبیلین میں ذکر کا استعمال گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ ٹل......۲۵/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: الاستمناء بالید حرام اذا فعله لا ستجلاب الشهوة واما اذا

﴿۱﴾ وفی الهندية: ومن اغتسل فی ماء وجد برده فی باطنه لا يفطره.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۳ الباب الرابع فیما لایفسد ومالایفسد)وقال العلامة ابن نجیم: ان خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد. (البحر الرائق ۲:۲۷۸ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة مرغینانی: ولو قبل لا يفسد صومه...... ولا بأس بالقبلة اذا امن علی نفسه ای الجماع او الانزال ویکره اذا لم يامن.

(هداية علی صدر فتح القدير ۲:۲۵۷ باب مایوجب القضاء والكفارة)

غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب، والمختار انه يفسد الصوم وعليه القضاء ولا يوجب الكفارة اذا انزل وهو المختار فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۳۹۹﴿۱﴾ وهكذا حكم ايلاج الذكر بين فخذيه مسطور فى الصفحة المذكورة ايضاً﴿۲﴾. وهو الموفق

باقاعدہ انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک انتہائی فحش ناول کی بہت تعریف کی میں نے اس سے کتاب کو لے کر مطالعہ شروع کیا میں چونکہ جنسی طور پر کچھ کمزور ہوں چنانچہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود کہ اس کتاب کو پڑھنے سے مجھے فرض غسل کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے کتاب پڑھ لی، اس دوران میں مجھ سے کچھ رطوبت

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وكذا الاستمناء بالكف اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار...... فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب...... واما اذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم...... ويدل ايضا على ما قلنا ما فى الزيلعى حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالىٰ والذين هم لفروجهم حافظون الآية وقال فلم يبح الاستمتاع الا بالزوجة والامة فافاد عدم حل الاستمتاع اى قضاء الشهوة بغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال الحصكفى: او جامع فى مادون الفرج ولم ينزل يعنى فى غير السبيلين كسرة وفخذ، قال ابن عابدين: اما لو انزل قضىٰ فقط اى بلا كفارة...... حيث قال اراد بالفرج كلا من القبل والدبر فما دونه حينئذ التفخيذ والتبطين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸، ۱۰۹ قبيل مطلب حكم الاستمناء بالكف)

خارج ہوگئی تھی اس دوران میں مجھے پیشاب کی بھی حاجت ہوئی پیشاب کے بعد بھی دو تین قطرے نکلے میں نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا مذی؟ اس کا رنگ خالص سفید نہیں تھا، اب ایسا کرنے سے میرے اوپر کفارہ لازم ہے یا صرف قضا لازم ہے یا دونوں لازم ہیں یا کچھ لازم نہیں صرف روزہ مکروہ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقی الدین مردان.....۱۹/۱۱/۱۹۷۹ء

الجواب: اگر آپ کا انزال نہ ہوا ہو تو آپ کا روزہ فاسد نہیں ہوا ہے انزال سے مراد یہ ہے کہ خروج منی کے وقت لذت محسوس ہو جائے، یہ مراد نہیں کہ لذت کے بعد رطوبت خارج ہو، پس اگر محض تفکر سے انزال ہوا ہے عضو مخصوص کے ساتھ ہاتھ وغیرہ لگائے بغیر تو روزہ فاسد نہیں ہے ورنہ فاسد ہے (شامی) ﴿۱﴾......﴿۲﴾۔ وھو الموفق

زوجین کا دوران جماع صبح صادق کا طلوع ہو کر روزہ کا حکم

سوال: مایقول العلماء فی ھذہ المسئلۃ ان جامع رجل مع امرأتہ قبل صبح

﴿۱﴾ قال الحصکفی: او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجھا مرارا او بفکر وان طال لم یفطر.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲:۱۰۶ باب مایفسد الصوم ومالایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ان الجماع المفسد للصوم ھو الجماع صورۃ وھو ظاھر او معنی فقط، وھو الانزال عن مباشرۃ بفرجہ لا فی فرج او فی فرج غیر مشتھیٰ عادۃ او عن مباشرۃ بغیر فرجہ فی محل مشتھی عادۃ ففی الانزال بالکف او بتفخیذ او تبطین وجدت المباشرۃ بفرجہ لافی فرج وفی الانزال بمس آدمی او تقبیلہ وجدت المباشرۃ بغیر فرجہ فی محل مشتھی اما الانزال بمس او تقبیل بھیمۃ فانہ لم یوجد فیہ شیئ من معنی الجماع فصار کالانزال بنظر او تفکر فلذا لم یفسد الصوم اجماعاً.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۰۹ بعید مطلب فی حکم الاستمناء بالکف)

الصادق فاذا اصبح علیهما وهما مشغولان بالجماع، اتجب الکفارة علیهما ام لا ام القضاء؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک......۲/اکتوبر۱۹۸۳ء

الجواب: قال فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار (۲:۱۳۵) ولو مکث حتی امنیٰ ولم یتحرک قضیٰ فقط وان حرک نفسه قضی وکفر، وفی ردالمحتار: اما اذا لم ینزع وبقی فعلیه القضاء ولا کفارة علیه فی ظاهر الروایة...... وما وجه به ظاهر الروایة یدل علی عدم الفرق بین تحریک نفسه وعدمه انتهیٰ﴿۱﴾ وبالجملة ان مافی شرح التنویر فغیر ظاهر الروایة. وهو الموفق

منی نکلنے کی مختلف صورتوں میں روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی آدمی کوئی لغو حرکت نہ کرے صرف شہوت سے منی نکل جائے تو روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر دن کے وقت شہوت آئی اور ایک دو گھنٹہ میں یا کسی بھی وقت پیشاب کرتے وقت منی کے آثار نمودار ہو جائے تو روزہ کا کیا حکم ہے؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

(۳) اگر شہوت نہ آئی ہو صرف پیشاب کرتے وقت منی جیسے آثار ظاہر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور غسل کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل گل ڈاگ اسماعیل خیل نوشہرہ......۱۹۷۲ء/۱۲/۱۰

الجواب: تینوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹ جاتا ہے اور جب تک انزال نہ ہوا ہو تو غسل

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۰۸ مطلب مهم المفتی فی الوقائع لا بدله من اجتهاد)

بھی لازم نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۱۷﴿۱﴾ وشامی ۲:۱۰۳)﴿۲﴾۔ وھو الموفق

روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس وکنار وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ بغیر مباشرت اور جماع کے بوس کنار ہونا اور ہاتھ لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلباغ محمد کوہاٹ

الجواب: روزہ کی حالت میں یہ امور جائز ہیں جبکہ طرفین مامون ہوں۔ (حدیث﴿۳﴾ وہندیہ﴿۴﴾ وغیرہ)﴿۵﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: واذا نظر الى امرأة بشهوة فى وجهها اوفرجها كرر النظر اولا لا يفطر اذا انزل كذا فى فتح القدير وكذا لا يفطر بالفكر اذا امنى هكذا فى السراج الوهاج.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد ومالايفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شئ من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر اوتفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعا.
(ردالمحتار ۲:۱۰۳ باب مايفسد الصوم ومالايفسد مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ عن عائشة رضى الله عنها قالت كان النبى ﷺ يقبل وهو صائم ويباشر وهو صائم ولكنه كان املككم لاربه، متفق عليه واللفظ لمسلم وزاد فى رواية فى رمضان اخرجه البخارى فى الصيام باب المباشرة للصائم وقالت عائشة رضى الله عنها يحرم عليه فرجها (۱۹۲۷) ومسلم فى الصيام باب بيان ان القبلة فى الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته (۱۱۰۶).

﴿۴﴾ وفى الهندية: ولابأس بالقبلة اذا امن على نفسه الجماع والانزال ويكره ان لم يأمن.
(فتاوىٰ عالمگيرية ۱:۲۰۰ الباب الثالث فيما يكره)

﴿۵﴾ قال الشرنبلالى: لا تكره للصائم القبلة والمباشرة ..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قی فی الصوم میں مفتی بہ قول

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ من استقاء عمدا فسد صومه رواه ابوداؤد وذكره الزيلعي في الكنز وايضا هذا مذهب الامام محمد، مگر شامی میں اس مسئلہ کا خلاف ذکر کیا ہے اس میں ملأ الفم اوراعادہ دوشرط زائد ذکر کئے ہیں ترجیح کس قول کو ہے جبکہ مذہب امام محمد بظاہر حدیث کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں.....۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اکثر محققین نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، وجعلوا التقليل منه كالعدم وكاللعاب﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مع الامن من الانزال والوقاع لما روى عن عائشة رضى الله عنها انه عليه السلام كان يقبل ويباشر وهو صائم رواه البخارى ومسلم وهذا ظاهر الرواية وعن محمد انه كره المباشرة الفاحشة وهى رواية الحسن عن ابى حنيفة لانها قل ما تخلو عن فتنة وفى الجوهرة قيل ان المباشرة تكره وان امن على الصحيح وهوان يمس فرجه فرجها وفى الظهيرية عن ابى حنيفة انه قال تكره المعانقة والمصافحة وانه خلاف المشهور انتهى.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۲۹۶ فصل فيما يكره وفيما لا يكره وما يستحب)

﴿۱﴾قال العلامة الشرنبلالي: او استقاء اى تعمد اخراجه ولو دون ملأ الفم فى ظاهر الرواية لاطلاق قوله ﷺ ومن استقاء عمدا فليقض وشرط ابويوسف ان يكون ملء الفم وهو الصحيح لان ما دونه كالعدم حكما حتى لا ينقض الوضوء.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۲۹۲ باب مايفسد الصوم)

وقال العلامة حسن بن عمار: اواستقاء اى تعمد اخراجه وكان اقل من ملأ فمه على الصحيح وهذا عند ابى يوسف وقال محمد يفسد ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(بقیہ حاشیہ) وهو ظاهر الرواية ولو اعاده في الصحيح لا يفسد عند ابى يوسف كما في المحيط لعدم الخروج حكما ولا ينقض الطهارة وقال الكمال وهو المختار عند بعضهم لعدم الخروج شرعا.

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ۲: ۲۶۲ باب فی بیان مالایفسد الصوم).

قال العلامة محمد امين : (قوله والا لا) اى وان لم يملأ القئ الفم واعاده كله او بعض لا يفسد صومه عند ابي يوسف..... هو المختار وفي الخانية هو الصحيح وصححه كثير من العلماء رملي.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۱ مطلب فی مایکره للصائم)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد چہارم
باب ما تجب به القضاء والكفارة

......: قال اللّٰه تعالىٰ
فمن كان منكم مريضا
او على سفر فعدة من ايام اخر،
وعلى الذين يطيقونه فدية
طعام مسكين.
﴿البقرة: ١٨٤﴾

باب ما تجب به القضاء والكفارة

روزے نہ رکھنے والے کی توبہ درست اور قضا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ روزے نہیں رکھتا اور عید کے دن توبہ کرتا ہے کہ آئندہ کیلئے روزے رکھوں گا پھر رمضان آتا ہے اور یہی طریقہ وہ اختیار کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق.....۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: قصداً عمداً روزہ نہ رکھنا اور نمازیں قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے ﴿۱﴾ اور ہر گناہ سے توبہ کرنا درست ہے، کہ کئے ہوئے پر ندامت اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عزم کرے البتہ موت کے وقت توبہ

﴿۱﴾ قال الحافظ محمد الذهبي: الكبيرة الرابعة ترك الصلاة والسادسة افطار يوم من رمضان بلا عذر، وقال علیہ السلام من افطر يوما من رمضان بلا عذر لم يقضه صيام الدهروان صامه وعن ابن عباس: عرى الاسلام وقواعد الدين ثلاث شهادة ان لا اله الا الله والصلاة وصوم رمضان فمن ترك واحدة منهن فهو كافر.

(كتاب الكبائر للذهبي ۵۱ افطار يوم من رمضان بلا عذر)

کرنا منظور نہیں ہے﴿۱﴾ اور ایسے تائب پر قضا کرنا فرض ہے صرف توبہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا﴿۲﴾۔وھو الموفق

(سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی نہ رکھنے کا عزم ہے اسلئے یہ توبہ توبہ نہیں ہے......سیف اللہ حقانی)

مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے افطار کرنے پر کفارہ نہیں قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے چند افراد نے تیسویں رمضان کو قبل از زوال چاند دیکھا اور ہمارے گاؤں کے ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ روزہ ختم کر کے عید کرلو۔اس لئے اس دن عید منائی گئی کیا یہ عید صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو جن لوگوں نے روزہ افطار کیا ہے ان پر اور اس مفتی صاحب پر قضا وکفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور جو معتکف اعتکاف سے باہر آیا ہے اس پر دوبارہ اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار متعلم جامعہ حقانیہ......۱۹۷۴ء/۱۲/۱۲

الجواب: مفتی کے فتویٰ دینے سے افطار کرنے پر کفارہ لازم نہیں البتہ اس دن کی قضا یعنی صوم اور اعتکاف دونوں کی قضا لازمی ہے بشرطیکہ دیگر مقامات سے عید کی باقاعدہ خبر موصول نہ ہوئی ہو ورنہ قضا بھی لازم نہیں،یدل علی عدم التکفیر ما فی الدر المختار : حتی لو افتاہ مفت یعتمد

﴿۱﴾ قال العلامة الفرھاری: ویغفر مادون ذلک ای ما سوی الشرک لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبة وبدونھا التوبة ھی الندم علی المعصیة والعزم علی عدم العود الیھا...... وھل یقبل توبة من حضرہ الموت والصحیح ما فی الحدیث ان اللہ یقبل توبة العبد مالم یغرغر رواہ الترمذی اما ایمان الیأس فلا یقبل وھو حین یشاھد الکافر النار قبل موتہ ولذا لم یقبل ایمان فرعون.
(النبراس شرح شرح العقائد ۳۳۲ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: وصوم رمضان فرض عین اداء وقضاء علی من اجتمع فیہ اربعة اشیاء. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۶۵۲ کتاب الصوم)

علی قوله او سمع حدیث ولم یعلم تأویله لم یکفر للشبهة، (هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۹ ﴿۱﴾ واما القضاء فلان عدم التکفیر لا یستلزم عدم القضاء ولذا یقضی فی صورة الاحتجام نعم عند فساد الاعتکاف یقضی الیوم الواحد عند الطرفین و اما عند ابی یوسف یقضی العشر او الایام الباقیة والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۱۸۰ باب الاعتکاف فلیراجع﴿۲﴾. وهو الموفق

پانچ رمضانی روزے توڑے ہوں تو پانچوں کی قضا اور ایک کفارہ لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گناہ سے عدم واقفیت کی بنا پر میں نے پچھلے رمضان شریف کے پانچ روزے کھائے ہیں اب کیا کروں قضاو کفارہ کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد انعام غلہ ڈھیر مردان......۴/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اگر آپ نے روزہ کی نیت کرنے کے بعد روزہ فاسد کیا ہو تو آپ پر قضا کے علاوہ

﴿۱﴾. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبیل مطلب فی الکفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا یلزمه قضائه لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر، قال ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه وانما قلنا ای باقیه بناء علی ان الشروع ملزم کالنذر وهو لو نذر العشر یلزمه کله متتابعا ولو افسد بعضه قضی باقیه علی ما مر فی نذر صوم شهر معین والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

کفارہ یعنی دو ماہ مسلسل روزے رکھنا بھی فرض ہے یعنی ۵+۶۰ = ۶۵ دن ﴿۱﴾۔ اور اگر آپ نے روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا تو صرف قضا فرض ہے اور کفارہ کے ساٹھ دن فرض نہیں (معتبرات فقہ)۔ وھو الموفق

روزہ کو توڑنے یا بعض دنوں میں نہ رکھنے یا سرے سے نہ رکھنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یورپ کے حسین ترین مقام پر رہتے ہیں وہاں کے ماحول کی وجہ سے ہمارے پاس تین قسم کے مسلمان ہیں:

(۱) بعض ایسے ہیں کہ روزہ رکھتے ہیں سحری کیلئے اٹھ کر نیت کرتے ہیں لیکن صبح بارہ یا ایک بجے بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔

(۲) بعض روزے رکھتے ہیں لیکن ہفتہ اور اتوار کو روزہ نہیں رکھتے اور سحری کیلئے بھی نہیں اٹھتے اور باقاعدہ کہتے ہیں کہ ہم ہفتہ اتوار کو روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۳) بعض لوگ ہیں کہ صحت مند بھی ہیں لیکن روزے اس لئے نہیں رکھتے کہ یہ یورپ ہے اور یورپ میں روزے لازمی نہیں ان تینوں قسم کے لوگوں کیلئے قضا اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: سلطان مسعود شاہ مغربی جرمنی

الجواب: (۱) اگر یہ لوگ خوردنوش کی چیزوں سے یا دوا کھانے سے افطار کریں تو ان پر قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہو (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ (۲، ۳) ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو تكرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتماد بزازية ومجتبىٰ وغيرهما واختار بعضهم للفتوىٰ ان الفطر بغير الجماع تداخل والا لا.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۰ مطلب في الكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع في رمضان اداء.... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر قضا اور توبہ واستغفار لازم ہے کفارہ واجب نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

ملاحظہ:...... کفارہ سے مراد یہ ہے کہ پے در پے دو مہینہ روزے رکھے جائیں۔ وهو الموفق

معتمد عالم کے فتویٰ کی صورت میں کفارہ لازم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہلال کمیٹی نے سترہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اعلان کیا کہ کل اٹھارہ ستمبر کو پہلا روزہ ہوگا لیکن ایک معتمد عالم دین نے حکومتی اعلان پر عدم اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ فرض روزہ نہیں اسلئے تمام گاؤں والوں نے روزہ ختم کیا ہوٹل کھلے رہے اس کے بعد اٹھائیس روزے پورے ہوکر تین گواہ رؤیت ہلال پر پیش ہوئے اور عید منائی گئی اب سوال یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا اعلان موجب صوم وفطر ہے یا نہیں؟ اور ہمارا یہ روزہ توڑنا موجب کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام دستگیر لکی مروت...... ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) ہلال کمیٹی کا تفصیلی اعلان جو کہ حکم دہندہ اور منشأ حکم رؤیت وغیرہ پر مشتمل ہو موجب صوم وفطر ہے، کما يدل عليه ما في منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل

(بقیه حاشیه) او اکل او شرب غذاء او دواء...... قضىٰ في الصور كلها و كفر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبيل مطلب في الكفارة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: اولم ينو في رمضان كله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر او اصبح غيرنا وللصوم فأكل عمدا ولو بعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي...... قضىٰ في الصور كلها فقط.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۲ باب مايفسدالصوم ومالايفسده)

القرئ ونحوها﴿۱﴾ قلت وجه الدلالة ان الراديو آلة محفوظة جدا والدلالة فيها اتم وقلت ايضا ان التقييد بالتفصيل لفساد الزمان ورفع احتمال البناء على قول الموقتين (المهندسين) وغيرهم فافهم.

(۲) بظاہران پرکفارہ واجب نہیں ہے کما یدل علیه عبارة الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۹ وان جامع (الى ان قال) قضى وكفر لانه ظن في غير محله حتى لو افتا مفت يعتمد على قوله او سمع حديث ولم يعلم تاويله لم يكفر للشبهة وفي ردالمحتار: وفي النهاية ويشترط ان يكون المفتي ممن يؤخذ منه الفقه ويعتمد على فتواه في البلدة وحينئذ تصير فتواه شبهة ولا معتبر بغيره﴿۲﴾. وهو الموفق

جس کی گواہی رد ہوجائے اور روزہ توڑے تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اوراس کی بیوی نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اورآسمان بھی ابرآلود تھا اور یہ دونوں متہم بالفسق ہیں کیونکہ یہ دونوں بغیر کسی عذر کے کبھی کبھی نماز چھوڑتے ہیں عام لوگوں اور علماء نے ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا، اب انہوں نے کل روزہ رکھ کر درمیان میں توڑلیا ہے اب ان پر قضا و کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملا شیر محمد لورآلائی بلوچستان......۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: جس شخص کی گواہی فسق کی وجہ سے مردود ہوجائے اور پھر روزہ توڑلے تو اس پر کفارہ نہیں قضالازم ہے۔ رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقا وجوبا وقيل ندباً فان افطر قضى فقط فيهما لشبهة الرد. (الدر المختار على هامش

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل ما يفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۱۸ قبيل مطلب في الكفارة)

ردالمحتار ۲: ۱۲۳) ﴿۱﴾. وهو الموفق

قے کرنے سے فطر کے گمان پر پانی پی لیا تو اس پر قضا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں قے کیا وہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کے بعد قصداً پانی پی لیا اب اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بھرت بنوں......۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس شخص پر قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں لما فی البحر وکذا لو ذرعه القی وظن انه یفطره فافطر فلا کفارة علیه لوجود شبهة الاشتباه (بحواله شامی ۲: ۱۳۹) ﴿۲﴾. وهو الموفق

دمہ کے مریض کے لیے انہیلر سپرے کا استعمال موجب قضا و کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دمہ کے مریض کیلئے انہیلر پمپ رمضان میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس پمپ کے بغیر ایک گھنٹہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اس پمپ میں چونکہ ہوا ہوتی ہے تو کیا اس ہوا کے داخل ہونے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ یا دونوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فتح محمد فاضل دیوبند عمرزئی چارسدہ

الجواب: ہوا اگرچہ جسم ہے لیکن اس کا دخول اور ادخال جب تنفس کے طور سے نہ ہو فقہاء کرام

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ قبیل مطلب لاعبرة بقول الموقتين)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۱ باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

نے مفطرات میں ذکر نہیں کیا ہے جس طرح کہ فقہاء نے جن اور ملک کا باطن میں حلول کرنے کو مفطرات میں شمار نہیں کیا ہے حالانکہ یہ بھی اجسام ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اجسام لطیفہ کا دخول اور ادخال افطار میں کوئی اثر نہیں رکھتا ہے، پس پمپ کے ذریعہ سے اگر صرف ہوا داخل کی جاتی ہو تو مفطر نہیں ہے لیکن اگر دوائی کے اجزا پمپ میں محفوظ ہوں اور ہوا کے ساتھ باطن میں داخل ہوتے ہوں (اور یہی واقعہ ہے) تو موجب قضا اور موجب کفارہ ہوگا .قال فی الهداية ۱۶۰ ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة ﴿۱﴾وهكذا فی غير واحد من كتب الفقه ﴿۲﴾ اور ہوا کے ساتھ دوائی کے اجزا داخل ہونے کی صورت میں اگر اس مریض کو بغیر اس پمپ سے ہلاکت یا زیادت مرض کا قوی اندیشہ ہو تو اس کیلئے افطار جائز ہے اس کے بعد اگر صحت یاب ہوا تو قضا کرے گا اگر صحت یاب نہ ہو تو اس پر کفارہ دینا ضروری نہیں ہے، لعدم وجود الشرط وهو ادراک ايام اخر، قالوا فی الهندية ۱: ۲۲۰ ولو فات صوم رمضان بعذر المرض اوالسفر او استدام المرض والسفر حتى مات لا قضاء عليه لكنه ان اوصیٰ بان يطعم عنه صحت وصيته وان لم تجب عليه وفيها ايضا ۲۱۹ المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا وعليه القضاء اذا افطر﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۳ باب مايوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال الامام شمس الدين القهستانی: او اكل او شرب غذاء او دواء وهو يوثر فی البدن بالكيفية فقط كالكافور وغيره لكن فی المحيط لو اكل ما يتداوىٰ به قصدا او تبعا لغيره يكفر وما لا فلا وفی الهليلج روايتان ... عمدا احتراز عن الاكراه والخطاء والنسيان قضیٰ وكفر.

(جامع الرموز ۱: ۳۵۸ فصل موجب الافساد)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التی تبيح الافطار)

دانت نکالنے کیلئے پہلے کیپسول کھانے کی صورت میں قضااور کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دانتوں کو کیڑا لگا جس کی وجہ سے مسوڑھوں میں درد اور پیپ پیدا ہوا، نیز وضو کے دوران میں بہت دیر تک خون جاری رہتا تھا، ہمارے محکمہ نے مجھے راولپنڈی کے ایک ڈاکٹر کے ہاں بھیج دیا وہاں پر ڈاکٹر نے ۲۴/ رمضان کو دو دانت نکالے درد کی تکلیف کم کرنے اور مسوڑھوں میں پانی وغیرہ نہ جانے کیلئے ڈاکٹر نے مجھے ایک کیپسول کھلایا جس کی وجہ سے روزہ جاتا رہا اب اس کے عوض میں نے قضاروزہ رکھ لیا ہے لیکن بعض لوگ کفارہ کا کہتے ہیں کیا مجھ پر کفارہ بھی لازم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی احمد الدین مدنی مسجد جامع سرائے قیام ٹیکسلا ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر شدید درد کی وجہ سے دانت نکالا گیا ہو اور بعد میں کیپسول کھلایا گیا ہو اگر یہ اس شدید درد کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں کفارہ نہیں ہے﴿۱﴾ ☆ اور اگر دانت نکالنے سے پہلے کیپسول کھلایا گیا ہو تا کہ نکالنے کے بعد شدید درد پیدا نہ ہو اور نکالنے سے پہلے درد نہیں تھا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء واذا افطر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۷ الباب الخامس في الاعذار المبيحة)

☆..... مگر یہ جواب تب ہوگا کہ درد اتنا شدید ہو کہ جس سے جان کا خطرہ ہو اور یا روزہ سے زیادت وامتداد درد کا خوف ہو......(سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ وفی الهندية: اذا اكل متعمدا ما يتغذى به او يتداوىٰ به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يؤكل للغذاء او للدواء فاما اذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۵ النوع الثاني مايوجب القضاء والكفارة)

روزہ میں سگریٹ پینے سے کفارہ لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور صرف قضا کرنا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: عبداللہ......۱۹۷۵ء/۱/۱

الجواب: عادی آدمی پر روزہ میں سگریٹ اور چلم پینے سے قضاء وکفارہ دونوں لازم ہیں (شامی ۲:۱۳۴)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

روزہ میں نسوار استعمال کرنے سے قضا لازم ہے

سوال: ایها العلماء الکرام ما قولکم فی استعمال النبات المسمی بالتباک والتتن

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بای صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتمه ذاکر الصومة افطر لامکان التحرز عنه..... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانیة بقوله، ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لاشک یفطر ویلزمه التکفیر لو ظن نافعا کذا دافعا شهوات بطن فقررو ا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۰۶ باب ما یفسد الصوم ومالایفسده)

وقال الشرنبلالی: من ادخل بصنعه دخانا حلقه بأی صورة کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر او عود او غیرهما حتی من تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتم دخانه ذاکر الصومه افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه، والمسک لوضوع الفرق بین هو تطیب بریح المسک وشبهه وبین جوهر دخان وصل الی جوفه بفعله.

(الطحطاوی علی المراقی ۱:۲۶۰ باب مالایفسدالصوم)

حيث تختلط معه النورة او رماد الاشجار او الماء ثم يضعونها تحت الشفت في الفم، ثم يطرحونها بعد مضي وقت ويطرحون الريق المنجذبة من ابدانهم بسببه، واني كنت تتبعت الكتب الموجودة عندي فما شفي صدري لكونه غير موصلة الى الجوف الا ان العاملين يقولون اذا استعملها فلا حاجة لنا للماء و الطعام، فهل يفطر بها الصوم ام لا؟ بينوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: التتن المخلوط بالماء والنورة لا يفطر في نفسه نعم اذا دخل الحلق والباطن فيفطر البتة وقد تجربت ان طعمه يوجد في الحلق ولو بعد المضمضة ويؤيد الافطار ما في الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۵۳ واكل مثل سمسمة من خارج يفطر ويكفر في الاصح الا اذا مضغ بحيث تلاشت في فمه الا ان يجد الطعم في حلقه كما مر انتهى﴿۱﴾. وهو الموفق

بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاعلمی کی وجہ سے میاں بیوی روزہ کی حالت میں جماع کریں تو ان پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ اور جماع کرتے وقت پردہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور کفارہ یا قضا میں دونوں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: خورشید انور راولاکوٹ آزاد کشمیر......۱۹۸۳ء/۸/۱۷

الجواب: اگر روزہ کی یاد ہونے کی حالت میں جماع (وطی) کریں تو دونوں ایک دن قضا اور

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۲ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

دو ماہ روزے بطور کفارہ رکھیں گے﴿۱﴾ اور جماع پردہ کی حالت میں ایک مجمل جملہ ہے لہٰذا وضاحت کرکے جواب دے دیں گے۔ وهو الموفق

بیوی سے ملاعبت کی وجہ سے انزال کی صورت میں صرف قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے ملاعبت یعنی بوس وکنار کرتے ہوئے انزال منی ہو جائے تو صرف قضا کرنی ہوگی یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر محکمہ زراعت ایبٹ آباد......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۲

الجواب: صورت مسئولہ میں صرف ایک دن روزہ رکھنا (بطور قضا) فرض ہوگا اس میں کفارہ نہیں ہے، كذا في الهندية ۱: ۲۱۷ واذا قبل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة كذا في المحيط﴿۲﴾. وهو الموفق

روزہ میں مشت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنے ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے تو کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وحید احمد تحصیل وضلع کوہاٹ......۱۹۸۹ء/۲/۲۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع المكلف آدميا مشتهى في رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة في احد السبيلين انزل اولا ..... قضى في الصور كلها و كفر.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۷ باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد وما لايفسد)

الجواب: مشت زنی کی صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا صرف قضا ہوگی ﴿۱﴾۔وھو الموفق

مشت زنی کی وجہ سے نذر کیا ہوا روزہ کو دوبارہ مشت زنی سے توڑنے کی صورت میں قضا کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ اگر شہوت پوری کرنے کیلئے میں نے جلق کیا تو ایک روزہ رکھوں گا اب رات کے وقت یہ واقعہ پیش آیا اس لئے صبح روزہ رکھا لیکن دن کے وقت پھر جلق کیا، اس خیال سے کہ چلو دو روزے رکھے گا اب اس شخص کا کیا حکم ہے دو روزے رکھے گا یا صرف اس ایک روزے کا قضا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ پشاور یونیورسٹی.....۲۸/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور بظاہر یہ کام گناہ کبیرہ ہے اور اگر انزال ہوا ہو تو اس روزے کا قضا کرے گا ﴿۲﴾ وھو الموفق

کتبہ:......رشید احمد صدیقی عفی عنہ

الجواب: انزال کی صورت میں وجوبی طور پر ایک روزہ قضا ہوگی ﴿۳﴾ اور احتیاطی طور پر دو

﴿۱﴾ (قال العلامة ابن عابدين: قوله و كذا الاستمناء بالكف، اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: و كذا الاستمناء بالكف، قال الشامي: اى فى كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۹ مطلب فى حكم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغيناني: ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار فى رمضان على وجه الكمال وقد تحققت. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۴ باب مايوجب القضاء والكفارة). وفى الهندية: ولا كفارة بافساد صوم غير رمضان كذا فى الكنز.

(فتاوىٰ عالمگيرية ۱: ۲۱۵ باب المتفرقات كتاب الصوم)

روزے رکھے جائیں گے۔وھو الموفق. (لاحتمال انعقاد النذر)...... (سیف اللہ حقانی)

کتبہ:......محمد فرید عفی عنہ

روزہ کی حالت میں لواطت کرنے سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان المبارک میں لواطت کرے تو اس پر صرف قضا واجب ہے یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فخر الدین نیازی ڈی آئی خان......۱۹۷۷ء/۹/۱۸

الجواب: لواطت کی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں کما فی شرح التنویر وان جامع فی رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة فی احد السبیلین انزل اولا الی ان قال قضی فی الصور کلها وکفر هامش ردالمحتار ۲:۱۴۷، ۱۴۹ ﴿۱﴾. وھو الموفق

روزہ دار زانی پر قضا، کفارہ، توبہ اور حد زنا لازم ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جس نے ایک غیر شادی شدہ حائضہ عورت سے زنا کا ارادہ کیا جبکہ یہ شخص شادی شدہ اور روزہ کی حالت میں تھا اس نے کہا کہ اگر اسی طرح جماع شروع کروں تو پھر لگا تار روزے رکھنے پڑیں گے تو اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نگل لیا اور پھر جماع (زنا) شروع کیا اب دریافت طلب یہ ہے کہ

(۱) بغیر عذر شرعی کے روزہ توڑنا کیسا ہے خواہ کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہ ہوں؟ دوران جماع

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۱۱۷، ۱۱۸ باب مایفسد الصوم ولایفسده)

معلوم ہوا کہ وہ ٹکڑا اس کے حلق میں پھنس گیا ہے اور پیٹ میں نہیں گیا ہے۔

(۲) اس شخص کا روزہ جماع سے ٹوٹا یا کاغذ کے ٹکڑے سے؟

(۳) اب اس شخص کیلئے کوئی ایسا کفارہ ہے جو اس کے گناہوں کو دھو سکے اور اگر وہ روزے کا کفارہ روزہ رکھنے سے نہ کرنا چاہتے تو کیا کوئی اور صورت بھی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر صاحب شاہ مرکز صحت ابا خیل لکی مروت......۱۹۷۹ء/۸/۱۸

الجواب: (۱) عذر شرعی کے بغیر روزہ توڑنا حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تبطلوا اعمالکم الآیۃ ﴿۱﴾۔

(۲) روزہ ٹوٹنے کا دارمدار پیٹ میں جانے پر ہے نہ کہ حلق میں داخل ہونے پر (شامی) ﴿۲﴾

(۳) ایسے مجرم پر قضا، کفارہ صوم، توبہ اور حد لازم ہے البتہ حد کے متعلق کچھ تفصیل ہے جو کتب فقہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ وھو الموفق

قضا و کفارہ میں زنا اور لواطت کا ایک حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مرد و زن زنا کریں تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں لیکن جب غیر محصن اغلام فی الدبر کرے تو اس لواطت میں بھی قضا اور کفارہ

﴿۱﴾ (سورۃ محمد آیت: ۳۳ پارہ: ۲۶)

﴿۲﴾ قال العلامۃ محمد امین: (قولہ یعنی ولم یصل الی جوفہ) ظاہر اطلاق المتن انہ لا یفطر وان کان الدم غالبا علی الریق وصححہ فی الوجیز کما فی السراج وقال ووجہہ انہ لا یمکن الاحتراز عنہ عادۃ فصار بمنزلۃ ما بین اسنانہ وما یبقی من اثر المضمضۃ..... حاول الشارح تبعا للمصنف فی شرحہ بحمل کلام المتن علی ما اذا لم یصل الی جوفہ.

(ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲:۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ)

دونوں واجب ہیں یا صرف قضا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالسلام برگوکند سوات ضلع

الجواب: قضا اور کفارہ میں قبل و دبر کا ایک حکم ہے ﴿۱﴾ صرف حد کے وجوب میں اختلاف ہے ﴿۲﴾ فليراجع الى ابواب مفسدات الصوم و باب مايوجب الحد فى جميع كتب الفقه. وهو الموفق

وجوب کفارہ میں جماع حلال یا حرام کا کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک آدمی نے کہا کہ اپنی بیوی سے اور غیر سے جماع کرنے میں فرق ہے وہ یہ کہ اپنی بیوی سے جماع کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور زنا کی صورت میں صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں زنا کی وجہ سے اس پر حد جاری کیا جائے گا اور حد اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید لدھاڈی آئی خان

﴿۱﴾ قال الشيخ الغنيمى الميدانى: ومن جامع آدميا حيا عامدا فى احد السبيلين انزل اولا او اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء و الكفارة لكمال الجناية بقضاء شهوة الفرج او البطن.

(اللباب فى شرح الكتاب ۱: ۱۵۷ باب مايفسد الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابو الحسين القدورى: فان كان الزانى محصنا رجمه بالحجارة حتى يموت...... وان لم يكن محصنا و كان حرا فحده مأة جلدة..... ومن اتى امرأة فى الموضع المكروه او عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند ابى حنيفة ويعزر وقال ابويوسف ومحمد هو كالزنا الخ.

(مختصر القدورى على صدر اللباب ۳: ۵۹ كتاب الحدود)

الجواب: آئمہ مذاہب میں سے کسی نے موجب کفارہ کے حلال یا حرام ہونے میں فرق نہیں کیا ہے لہٰذا اس فارق کا قول غلط ہے اس پر ضروری ہے کہ کوئی حوالہ پیش کرے، نیز جب زانیہ پر کفارہ واجب ہوتا ہے تو زانی پر بطریق اولیٰ واجب ہوگا، لعدم الاختلاف الامام الشافعی فی حق الرجل الجامع، قلت ویدل علی الوجوب علیها فی الهندیة ۱:۲۱۸ ولو مکنت نفسها من صبی او مجنون فزنی بها فعلیها الکفارة بالاتفاق کذا فی الزاهدی. ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ میں لباس سمیت جماع کرنے سے قضا یا کفارہ وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ روزہ میں اس کیفیت پر جماع کیا کہ درمیان میں تین پردے حائل تھے اور یہ جماع قصداً تھا نہ کہ نسیاناً، اور انزال بھی ہوگیا، اب زید پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں یا صرف قضا؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: عمر خان ڈیروی حقانی ڈی آئی خان......۱۹۷۰ء/۴/۲۲

الجواب: اگر ان پردوں کے باوجود فرج کی حرارت کا احساس ہورہا تھا تو کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں اور اگر حرارت محسوس نہ ہورہا تھا تو کفارہ واجب نہیں ہے اور وجوب قضا میں تفصیل ہے یعنی اگر باقی بدن کے ساتھ لمس بالید یا بالفم وغیرہ نہ ہوا ہو تو قضا نہیں ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور اگر لمس ہوا ہے لیکن درمیان میں ایسا حائل موجود ہو جو کہ حرارت کے احساس سے مانع ہو تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہے، اور اگر بالکل حائل نہ ہو یا حائل حرارت کے احساس سے مانع نہ ہو تو ان صورتوں میں روزہ فاسد اور قضا لازم ہے، فی ردالمحتار ۲:۱۴۲ لو مسها وراء الثیاب فامنی فان وجد حرارة جلدها فسدها

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۰۵ النوع الثانی مایوجب القضاء والکفارة)

والا فلا ﴿۱﴾. وفي الدرالمختار واصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة ، قال العلامة الشامي ۲: ۳۸۵ فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة كذا في اكثر الكتب وكذا لو جامعها بخرقة على ذكره انتهىٰ﴿۲﴾. قلت ولا فرق في الحرمة وسائر الاحكام فافهم. وهو الموفق

حقہ پینا موجب قضا اور احتیاطا موجب کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں حقہ عرف چلم پینے کا کیا حکم ہے؟ صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر استاد بنوں......۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: معتاد آدمی پر قضا اور کفارہ دونوں کا موجب ہے احتیاطا، لما في مراقي الفلاح: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۳ باب مايفسد الصوم ومالايفسد)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۴ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال الشرنبلالي: واختلفوا في معنى التغذى قال بعضهم ان يميل الطبع الى اكله وتنقضى شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما يعود نفعه الى اصلاح البدن وفائدته فيما اذا مضغ لقمة ثم اخرجها ثم ابتلعها فعلى القول الثاني تجب الكفارة وعلى الاول لا تجب...... وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة، قال الطحطاوى: قوله في لزوم الكفارة، حال من البدعة اى البدعة التي حدثت في لزوم الكفارة على هذا الاختلاف فمن قال ان التغذى ما يميل الطبع اليه وتنقضى به شهوة البطن الزم به الكفارة وعلى التفسير الثاني لا.
(الطحطاوى على مراقي الفلاح ۱: ۶۶۵ باب مايفسد الصوم وتجب به الكفارة)

الله
الله
باب العوارض
المبیحة للفطر

عن ابی ہریرۃ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افطر

یوما من رمضان من غیر رخصۃ

ولا مرض لم یقض عنہ صوم

الدہر کلہ وان صامہ۔

احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی،

والبخاری فی ترجمۃ الباب

باب العوارض المبیحة للفطر

حالت اضطراری اور قریب الموت شخص کیلئے روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) روزہ توڑنا خواہ فرض ہو یا نفلی حالت اضطراری میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کو بندوق یا دوسرے آلہ مہلک سے مارا جائے اور اس کی موت یقینی معلوم ہو جائے اب یہ شخص روزہ نہیں توڑتا اور کہتا ہے کہ روزہ توڑنے سے ویسے بھی جان نہیں بچ سکتی چلو روزہ کی حالت میں موت آجائے تو بہتر ہے، اب بلحاظ فتویٰ اور تقویٰ اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈی آئی خان......۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) اگر اس روزہ دار نے اضطرار میں کھانا نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا، وفی الھندیة ۵: ۳۷۴ ومن امتنع عن اکل المیتة حالة المخمصة او صام ولم یاکل حتی مات یأثم﴿۱﴾.

(۲) اگر خورد نوش کو مضطر نہ ہو تو اس نے عزیمت پر عمل کیا ہے ورنہ مجرم ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مسافر کو روزہ میں اختیار ہے البتہ عدم مشقت کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں تمام تر سہولیات

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۵: ۳۳۸ الباب الحادی عشر فی الکراھة فی الاکل)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: یجوز الفطر لمن حصل له عطش شدید او جوع مفرط یخاف منه الھلاک او نقصان العقل او ذھاب بعض الحواس و کان ذلک لا باتعاب نفسه اذ لو کان به تلزمه الکفارة وقیل لا. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض کتاب الصوم)

مسافروں کومہیا ہیں جبکہ مسافر کو رمضان کے روزے معاف ہیں اب اگر کوئی مسافر سفر میں روزے رکھے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی گوہر، مسجد قصابان کندی ہوتی خیل نوشہرہ.....۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: ہر دور میں مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے البتہ جب مشقت کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا بنسبت نہ رکھنے کے بہتر ہے گناہ کسی صورت میں نہیں ہے (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔وهو الموفق

دوسرے ملک میں مقیم آدمی مسافر شرعی نہیں اسلئے روزے رکھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہم چند ساتھی ایران آئے ہیں یہاں سخت گرمی ہے ہم ایک غیر مسلم کی کمپنی میں کام کرتے ہیں میرے ساتھیوں نے ایک ایک دو دو روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں کہ سفر میں روزے نہ رکھنا بھی جائز ہے، الحمدللہ میں نے سب روزے رکھے ہیں کیا اس سفر میں ہم روزے چھوڑ کر بعد میں رکھیں تو یہ کافی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر ایران.....۱۴۰۱/۹/۲۲ھ

الجواب: چونکہ آپ مقیم ہیں مسافر شرعی نہیں ہے لہٰذا آپ تمام روزے رکھیں گے بلا ضرورت شدیدہ روزے ترک نہ کریں (شامی) ﴿۲﴾۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: وصومه ای المسافر احب ان لم يضره لقوله تعالیٰ: وان تصوموا خير لكم (البقرة: ۱۸۴).

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وعوارض المبيحة لعدم الصوم لمسافر سفرا شرعياً، قال ابن عابدين: ای مقدرا فی الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ايام ولياليها وليس المراد كون السفر مشروعا باصله ووصفه بقرينة مابعده.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آنے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو مہلک اور سخت بیماری ہو اب رمضان کے دوران میں اگر دوائی استعمال نہ کی جائے تو مزید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ موت کا سبب بنتا ہے تو ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۷ء/۸/۲۶

الجواب: اگر دیندار طبیب یا ڈاکٹر اس مریض کو یہ مشورہ دے کہ اس مرض میں روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آتی ہے تو یہ مریض افطار کرسکتا ہے یعنی روزہ کی نیت نہ کرے البتہ باقاعدہ قضا کرنا (بشرط صحت) یا فدیہ دینا لازم ہوگا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دمہ کے مریض کیلئے روزے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً پچھتر سال ہے اسلامی عبادات نماز، روزہ، زکواۃ اور حج کی پوری پابندی کرتا ہوں تقریباً پندرہ سال سے زکام کے بعد دمہ نے مستقل مریض بنادیا، موسم گرما میں کچھ افاقہ ہوتا ہے البتہ سردی میں یہ مرض نازک صورت اختیار کرلیتا ہے اس کے بعد مرض قلب میں مبتلا ہوا روزانہ دو تین دورے دل کے پڑتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں مفلوج ہوجاتے ہیں پھر بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں اس سال دوروں کی زیادتی اور مرض کی شدت کی وجہ سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة وتجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم...... الفطر وقضوا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ، قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶، ۱۲۷ فصل فی العوارض)

ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور روزہ رکھنے سے منع کیا ہے چونکہ رمضان قریب ہے دل چاہتا ہے کہ روزے رکھوں اور ختم میں شرکت کروں لیکن صحت اجازت نہیں دیتی اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل ربی کوٹ اسماعیل زئی مردان......۱۹۷۷ء/ ۸/ ۴

الجواب: آپ روزے کی نیت کیا کریں اور دورہ پڑنے کے وقت غذا اور دوا کے علاوہ دوسری چیز (پتے وغیرہ) سے افطار کریں اس کے بعد دوائی استعمال کریں ﴿۱﴾ اور اگر دورہ پڑنا یقینی ہو تو روزہ نہ رکھیں اور بہر حال ان روزوں کی قضا عند الصحت ضروری ہے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں بعد الموت فدیہ دینا ضروری ہے ﴿۲﴾ اور جو مریض صحت سے ناامید ہو وہ زندگی میں بھی فدیہ دے سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

مریض کو لاپرواڈاکٹر کی ہدایت پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شوگر کا مریض ہے ساتھ گیس کی بیماری بھی ہے دماغی اور قوت باہ کی کمزوری بھی لاحق ہے ایک ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ روزے نہ رکھا کرو، اب بعض علماء نہ رکھنے کا کہتے ہیں اور بعض رکھنے کا کہتے ہیں آپ صاحبان تسلی بخش جواب سے نوازیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملتان خان پلوسہ چارسدہ......۱۹۷۵ء/ ۷/ ۳۱

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واذا ابتلع ما لا یتغذی به ولا یتداوی به عادة کالحجر والتراب لا یوجب الکفارة کذا فی التبیین، ولو ابتلع حصاة او نواة او حجرا او مدرا او قطنا او حشیشا او کاغذة فعلیه القضاء ولا کفارة کذا فی الخلاصة.

(فتاوی عالمگیریة ۱: ۲۰۲ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ یعنی ورثہ کیلئے جب وصیت کی گئی ہو اور ثلث الترکہ سے......(سیف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: محترم المقام ملتان خان صاحب سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ چونکہ موجودہ ڈاکٹر حضرات زیادہ تر سے دین کی پروانہیں کرتے ،لہٰذا آپ دیندار حکیموں مثلاً لالاجی صاحب بام خیل ﴿۱﴾ یا متشرع اور متدین ڈاکٹروں سے مشورہ کرلیں اور پھر اس کے موافق عمل کریں ﴿۲﴾ اللہ کریم آپ کو صحت یاب کریں اور نیک اعمال کی توفیق سے نوازے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لمرضه وصحیح خاف المرض..... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور..... وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدیةوبلا ولاء.....فان ماتوا فیه ای فی ذلک العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة..... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام اخر... قال ابن عابدین: المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۲۶ تا ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۱﴾ آپ کا پورا نام مولانا عبدالوارث باچا ہے آپ بام خیل صوابی کی مشہور علمی وروحانی شخصیت مولانا عبدالقیوم باچا کے دوسرے فرزند ہیں، ۱۹۰۶ء بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی آپ نے مولانا عبدالمجید (تلمیذ شیخ الہند) سے تمام درس نظامی کی تکمیل پر سند الفراغ حاصل کی، علم طب کی تحصیل بھی انہیں سے کی اور بعد میں مطب کا سلسلہ جاری رکھا، علاوہ ازیں طب آپ کا خاندانی مشغلہ تھا آپ کے والد مولانا عبدالقیوم باچا جو مولانا عبدالحق لالاجی صاحب بام خیل کے فرزند تھے بھی اپنے زمانے کے طبیب حاذق تھے، اور روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج فرماتے آپ نے علوم ظاہریہ ٹھنڈکوئی کے مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور اپنے والد سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے ۔آپ ۱۹/ ستمبر ۱۹۳۹ء بروز پیر فوت ہوئے اور باچا میں اپنے والد صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے ،مولانا عبدالوارث باچا آپ کے دوسرے فرزند ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ مولانا صفی اللہ سے آپ کو خلافت حاصل تھی ،۵/ ستمبر ۱۹۸۵ء کو عارضہ قلب سے آپ کا وصال ہوا، اولاد میں ڈاکٹر عبدالبدیع باچا ماہر امراض قلب ، ڈاکٹر عبدالصمد باچا ایم ڈی (امریکہ) کراچی اور ڈاکٹر عبدالاحد باچا حیات ہیں، آپ کا تذکرہ مشاہیر علمائے سرحد اور شرح اسماء الحسنیٰ قلمی از مولانا محمد زاہد ابوالوفا افغانی سے لیا گیا ہے..... از مرتب

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہائی بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے بہت سے علماء نے اس کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ بغیر پانی پینے کے اس کا مرض بڑھتا ہے عمر بھی تقریباً اسی سال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا زخمی جگر سرڈھیری چارسدہ......۱۹۷۹ء/۷/۲۵

الجواب: چونکہ آپ نہ روزانہ کمزور ہوتے ہیں اور نہ صحت سے مایوس ہیں لہٰذا آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے، کما فی ردالمحتار ۲:۴۳۷ قوله وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي اي الذي فنيت قوته او اشرف على الفناء ولذا عرفوه بانه الذي كل يوم في نقص الى ان يميت نهر، ومثله في القهستاني عن الكرماني المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ﴿۱﴾ قلت المراد من المريض العاجز عن الصوم، البتہ اگر روزہ کی وجہ سے آپ کا مرض بڑھتا ہو تجربہ وغیرہ سے یہ ثابت ہو تو آپ افطار کر سکتے ہیں کما في شرح التنوير ، او مريض خاف الزيادة لمرضه الخ ﴿۲﴾ اور

(بقيه حاشيه) لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور الخ.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۶ فصل في العوارض)

زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے بلکہ قضا کریں گے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کیلئے وصیت کریں گے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

افطار کیلئے زیادتی مرض کا ظن غالب شرط ہے نہ کہ محض توہم اور خطرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے روزہ رکھنے سے تکلیف بڑھنے کا خطرہ ہے ایسے آدمی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال اوورسیر پاک پی ڈبلیوڈی کوہاٹ......۱۹۷۲ء/۱۰/۱۰

الجواب: واضح رہے کہ فقہاء کرام نے مرض کے اضافہ کی وجہ سے افطار کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ زیادت مظنون یا متیقن ہو نہ کہ صرف توہم اور خطرہ ہو ﴿۲﴾ آپ اگر سردی کے موسم میں شام سے طلوع شمس تک بغیر خوراک کے وقت بسر کر سکتے ہیں تو ان ایام میں طلوع فجر سے غروب تک بھی وقت بسر کر سکتے ہیں۔وھو الموفق

غیر متدین ڈاکٹروں کے مشورہ سے روزہ نہ رکھنا خلاف شرع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ۱۹۶۵ء میں ٹی بی کا بیمار تھا،

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدية...... فان ماتوا فيه اى في ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية..... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱۲۷ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (وصحيح خاف المرض) اى بغلبة الظن كما يأتي فما في شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما في البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل في العوارض)

۱۹۷۹ءتک بیماری کی حالت میں روزے رکھتا رہا اس کے بعد بیماری بڑھتی گئی حتیٰ کہ نماز بیٹھ کر بھی ادا کرنے سے لاچار ہوا اور خون بھی آتا رہا، ۱۹۸۰ءتک روزے نہیں رکھے، پھر ڈاکٹر سے اس کی قضا کا پوچھا تو اجازت نہیں ملی، ۱۹۸۰ءمیں پھر ایکسرے کرایا تو صاف تھا لیکن روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب اس سال پھر روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب (۱) میں ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کروں یا روزے رکھوں (۲) گذشتہ دو سالوں کے روزوں کا فدیہ دوں یا وصیت کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر پشاور......۲۱/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ غالباً موجودہ اکثر ڈاکٹروں کے قلوب میں دین کی اہمیت کم ہوتی ہے لہٰذا صرف ان ڈاکٹروں کے مشوروں کی وجہ سے روزے نہ رکھنا خلاف شرع ہے﴿۱﴾ البتہ آپ کئی روزے رکھ لیں اور تحری کریں پس اگر مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو تو روزے نہ رکھیں اور آپ بہرحال رو بہ صحت ہیں اور مرض اپنی جگہ برقرار نہیں تو آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے﴿۲﴾۔وهو الموفق

روزہ عادل ڈاکٹر کے مشورہ یا تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مثلاً مالیخولیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله طبیب حاذق مسلم مستور) وقیل عدالته شرط وجزم به الزیلعی وظاهر مافی البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبیب لیس فیه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الکفارة کما لو افطر بدون امارة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۲۶ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال الشیخ عبد الله بن المودود الموصلی: وان صح واقام ثم ما تالزمهما القضاء بقدره لانهما بذلک القدر ادرکا عدة من ایام اخر.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱:۱۷۳ فصل فی المریض والمسافر)

وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہے جس میں ڈاکٹروں کے مشورے پر ہر وقت پانی پینا پڑتا ہے کیا ایسا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکم خان سرخ ڈھیری مردان......۱۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر کوئی ماہر عادل ڈاکٹر آپ کو مشورہ دیں کہ آپ کیلئے روزہ رکھنا ضرر رسان ہے تو آپ افطار کر سکتے ہیں لیکن موجودہ ڈاکٹروں میں عادل کہاں سے لائے جائیں، بہر حال روزہ برکت والی عبادت ہے اس لئے تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا اقدام شرعی ہے اور ڈاکٹروں کے ترحم پر امتناع ضعف ایمانی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

معدوم المال والنفقہ مجبور دھقان رمضان میں روزہ نہ رکھ کر مزدوری کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے ایک شخص کو ہزار روپے دھقانی کرنے کے لئے دیئے، زمین خشک ہونے کے قریب تھی۔ زمیندار نے اس سے کہا کہ رمضان ہی میں ہل چلائے ورنہ دھقانی سے معزول کر دیا جائے گا۔ اب اگر وہ رمضان میں ہل چلاتا ہے۔ تو پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہے اسے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کے لئے اول دن سے افطار جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خان حقانی لورالائی بلوچستان......۹/۱۰/۱۹۷۸

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض...... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور. (قال العلامة ابن عابدين): وقيل عدالته شرط وجزم به الزيلعي وظاهر ما في البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبيب ليس فيه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الكفارة كما لو افطر بدون امارة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲:۱۲۶ فصل في العوارض)

الجواب: اگر یہ دھقان عدیم المال اور عدیم النفقہ ہو اور رات کے وقت کھیتی باڑی پر قادر نہ ہو نیز دن کے ابتدائی حصہ میں ہل چلانے سے مقصد حاصل نہ ہوتا ہو اور مزید کام کرنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو۔ تو یہ دھقان افطار کرسکتا ہے، کما فی ردالمحتار ۲:۱۵۷ ولکن لو آجر نفسه فی العمل مدة معلومة فجاء رمضان فالظاهر ان له الفطر وان کان عنده ما یکفیه اذ لم یرض المستاجر بفسخ الاجارة کما فی الظئر فانه یجب علیها الارضاع بالعقد ویحل لها الافطار اذا خافت علی الولد فیکون خوفه علی نفسه اولیٰ تامل﴿۱﴾، قلت ولما کانت الاجارة اجارة مذکورة فی السوال فاسدة فجاز له الفسخ بلا رضاء رب الارض فلذا ذکرت قید کونه عدیم المال والنفقة. وهو الموفق

رمضان میں بیماری بڑھ جانے کی صورت میں روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں ایک شخص بعارضہ شدید بیماری مجبور ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی مشورہ دے دیا کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری خطرناک شکل اختیار کرسکتی ہے کیا یہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محبوب الرحمٰن سول بازار کیمل پور......۱۹۶۹ء/۴/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں افطار جائز ہے بشرطیکہ یہ خطرہ مثلاً تجربہ یا مسلمان غیر فاسق ڈاکٹر کے اخبار پر مبنی ہو تو ہم پر مبنی نہ ہو، فی الهندیة ۱:۲۱۹ المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط ثم معرفة ذلک باجتهاد المریض والاجتهاد

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۱۲۵ قبیل فصل فی العوارض)

غیر مجرد الوهم بل هو غلبة الظن عن امارة او تجربة او باخبار طبیب مسلم غیر ظاهر الفسق ﴿۱﴾. وهو الموفق

شرعی مسافر اور مریض عاجز عن الصوم کیلئے افطار کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت قرآن (وان کنتم مریضا او علی سفر) الآیة، میں کونسا سفر اور کونسی بیماری مراد ہے جس میں افطار کرنا جائز ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۶/ شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: افطار ہر مسافر شرعی کیلئے جائز ہے اور ہر مریض افطار نہیں کر سکتا صرف وہ مریض افطار کر سکتا ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو یا روزہ سے بیماری شدت اختیار کر سکتی ہو، قضا دونوں پر باقاعدہ واجب ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لمسافر سفرا شرعیا ای مقدراً فی الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ایام ولیالیها...... او مریض خاف الزیادة او ابطاء البرء او فساد عضو...... وصحیح خاف المرض ای بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور. (ردالمحتار مع الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

باب الفدية

پورے رمضان کا فدیہ تقریباً (انگریزی سیر سے) ڈیڑھ من گندم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سید خاندان کے ڈاکٹر سے علاج کرتا ہوں وہ پابند صوم وصلاۃ اور متشرع آدمی ہے اس ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں نے روزے نہیں رکھے اور یہ بیماری مسلسل ہے اب تیس روزوں کا کتنا فدیہ ادا کروں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشیر خان حاجی زئی شبقدر......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: اگر آپ صحت یابی سے ناامید ہو تو آپ فی روزہ انگریزی دو سیر گندم دیا کریں اس حساب سے رمضان کا فدیہ ۲×۳۰=۶۰ یعنی انگریزی ڈیڑھ من گندم بنتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فدیہ صوم کی مقدار اور متعدد مساکین میں تقسیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ کے پیٹ کا اپریشن عین رمضان میں ہوا جس کی وجہ سے تمام روزے کھانے پڑے، اب صحت اچھی ہے لیکن روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اب اگر فدیہ دیتی ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی، اور ایک مسکین کو فدیہ دے سکتی ہے یا

﴿۱﴾ قال الدکتور وھبة الزحیلی: واما الفدیة عند الحنفیة نصف صاع من بر ای قیمته بشرط دوام عجز الفانی والفانیة الی الموت ومد من الطعام من غالب قوت البلد عن کل یوم عند الجمهور بقدر ما فاته من الایام...... وتجب الفدیة ایضا بالاتفاق علی المریض الذی لا یرجی برؤه لعدم وجوب الصوم علیه.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۷۴۳ المطلب الثالث الفدیة)

نہیں یعنی متعدد مساکین میں تقسیم ہوگی؟ بینو اتو جروا
المستفتی: عصمت خان C/O شیخ زرین کبابی صدر بازار رسالپور چھاؤنی نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۱/۲۸

الجواب: قوت واستطاعت رکھنے کی صورت میں قضا واجب ہے اور اس صورت میں قضا نہ کرنے کے بعد فدیہ یعنی پونے دو سیر (انگریزی) گندم ایک روزہ کے عوض دینا ضروری ہے اور چونکہ کفارہ فطر اور ظہار یکساں ہیں، لہٰذا کفارہ فطر میں ایک مسکین کو ایک دن میں متعدد کفارات نہیں دیئے جائیں گے، بے شک الگ الگ دن میں ایک ایک کفارہ دینا کافی ہے، **فی الخلاصة کفارة الفطر وکفارة الظهار واحدة﴿۱﴾ ولو اعطی مسکینا واحدا کله فی یوم واحد لا یجزیه الاعن یومه ذلک وهذا فی الاعطاء بدفعة واحدة من غیر خلاف اما اذا ملکه بدفعات فقد قیل یجزیه وقیل لا یجزیه الاعن یومه ذلک وهو الصحیح (۱:۵۳۸ هندیة) ﴿۲﴾.فقط**

شیخ فانی اور صحت سے مایوس نہ ہو تو فدیہ دینا بے قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے سات روزے رمضان شریف میں رہ گئے باقی روزے میں نے رکھے اب میں مساکین کو فدیہ میں کھانا کھلانا چاہتا ہوں لیکن آٹا کی مہنگائی کی وجہ سے یہ کام دشوار ہے کیا اب رقم کے حساب سے دے سکتا ہوں؟ بینو اتو جروا
المستفتی: شیر محمد قریشی پشاور

الجواب: آپ نہ شیخ فانی ہے اور نہ صحت سے مایوس ہے لہٰذا آپ کیلئے زندگی میں فدیہ دینا بے قاعدہ امر ہے آپ جب صحت یاب ہو جائیں تو قضا کریں گے اور فی الحال وصیت نامہ میں اس کا تذکرہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۱۵ المتفرقات مطلب بیان الکفارة)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۵۱۳ الباب العاشر فی الکفارة)

کریں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

فدیہ دینے سے عاجز آدمی استغفار پڑھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ دس سال سے بیمار پڑا ہے جو معمر (تقریباً اسی سال) اور انتہائی غریب ہے اس کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں، اس کا واحد لڑکا روزانہ مزدوری کرکے اپنے بال بچوں مع والد کی کفالت کرتا ہے اور ساتھ یہ کہ یہ شخص مقروض بھی ہے ایسی صورت میں اس شخص کے فدیہ کا کیا بنے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ریاض جھگڑا ایبٹ آباد......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: اگر یہ مریض جو کہ معمر اور معسر ہے صحت سے ناامید ہو تو اس کیلئے استغفار کافی ہے، یدل علیه مافی الدرالمختار وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشهر وبلاتعدد فقیر کالفطرة لو موسرا والا فیستغفر الله، (وفی ردالمحتار ۲:۱۶۳) المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض انتهٰی فافهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

گردہ کا مریض اگر صاحب استطاعت نہیں تو فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گردہ پندرہ بیس سال سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا) لان عذره لیس بعرضی للزوال حتی یصیر الی القضاء فوجبت الفدیة نهر ثم عبارة الکنز وهو یفدی اشارة الی انه لیس علی غیره الفداء لان نحو المرض والسفر فی عرضة الزوال فیجب القضاء وعند العجز بالموت تجب الوصیة بالفدیة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۳۰ فصل فی العوارض)

خراب ہے اور دوسرے گردہ کو بھی مرض لگ گیا ہے میں نے لندن جا کر اپریشن کیا اور گردہ کا ایک تہائی حصہ کاٹ لیا گیا، اب میں روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اور وہاں ڈاکٹروں نے کہا کہ روزانہ آپ کم از کم بارہ گلاس پانی پی لیا کرے، تو کیا میں رمضان کا فدیہ دے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رحیم متنی پشاور......یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ تجربہ کریں کہ پانی نہ پینے سے کونسی تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے پس اگر تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ واضح طور پر تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یہ تجربہ بھی کریں کہ اتنی مقدار پانی رات کے وقت پوری کرنے سے کفایت ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر کفایت نہیں ہو سکتی ہو اور آپ صاحب استطاعت ہو اور سرد علاقہ کو جا سکتے ہو اور پھر تکلیف نہ ہو تو آپ فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۱﴾ اور بصورت عکس اگر استطاعت نہیں ہے تو دے سکتے ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بیمار کیلئے روزوں کا فدیہ مقدار فدیہ اور وقت فدیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تقریباً دس سال سے جنات کا بیمار ہوں پہلے طاقت موجود تھی اب کمزور ہوا ہوں، بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے مسلسل جنات کے دورے پڑتے ہیں اور صحت خراب ہو رہی ہے اس وجہ سے میں نے اس دفعہ ۲۶ روزے کھائے ہیں پھر بھی چارپائی پر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب الخ ، قال ابن عابدين: اى بغلبة الظن فما في شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما في البحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲:۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۳۰ فصل في العوارض)

پڑا تھا اب کیا کروں؟بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ سٹیشنری کلرک پولیس لائن پشاور......۱۹۷۹ء

الجواب: آپ صحت یابی کے بعد قضا کریں گے،اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ دیں گے فدیہ کی مقدار انگریزی سیر سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے اور دینے کا وقت شیخ فانی ہونے کا وقت ہے یا زندگی سے نا امیدی کا وقت ہے یا بعد الموت ﴿۱﴾ ﴿۲﴾۔وھو الموفق

بیس سال سے روزہ نماز ادا نہ کرنے والے کی قضا اور فدیہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بیس سال سے روزہ نماز ادا نہیں کیا ہے اس کی قضا کس طریقہ سے ادا کرے گا؟بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد رضا بازار درہ ادم خیل کوہاٹ......۱۴۰۱ھ/۷/۲۰

الجواب: یہ شخص توبہ واستغفار کرے اور نماز وروزوں کی قضا کرے اور جتنے روزے اس کے ذمہ باقی رہ گئے اس کے متعلق فدیہ کی وصیت کرے ﴿۳﴾ البتہ شیخ فانی ہونے کی صورت میں زندگی میں

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد اللہ الموصلی الحنفی: ومن خاف المرض او زیادتہ افطر والمسافر صومہ افضل ولو افطر جاز فان ماتا علی حالھما لاشیئ علیھما وان صح واقام ثم ماتا لزمھما القضاء بقدرہ ویوصیان بالاطعام عنھما لکل یوم مسکینا کالفطرۃ.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱۷۳:۱ فصل فی المرض والمسافر)

﴿۲﴾ (قال فی الھندیۃ: والاصل فیہ ان کل صوم اذا کان اصلا بنفسہ ولم یکن بدلا عن غیرہ جاز الاطعام بدلا عنہ اذا وقع الیاس عن الصوم الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۲۰۷:۱ الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: (قولہ ولومات وعلیہ صلوات فائتۃ) ای بان کان یقدر علی ادائھا ولو بالایماء فلیزمہ الایصاء بھا والا......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بھی فدیہ دینا جائز ہے (شامی)﴿۱﴾۔وھوالموفق

شیخ فانی فدیہ دیا کرے اور عدم استطاعت میں استغفار کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً سو سال ہے مالی حالت بہت کمزور ہے خیرات وصدقات سے قوت لایموت ہوتا ہے خود کچھ کام نہیں کرسکتا اولاد بھی نہیں ہے گزشتہ سال ایک معمولی حرکت سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، چھ مہینے متواتر بستر پر پڑا رہا،اب ٹانکور کی مدد سے چلتا پھرتا ہوا اب روزے رکھنا میرے لئے انتہائی دشوار ہے لہٰذا میری بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی :گل رحیم باغ ارم مردان......۱۹۷۵ء/۶/۵

الجواب: اگر آپ کو تجربہ سے معلوم ہو کہ آپ روزہ کو شام تک پورا نہیں کرسکتے ہیں تو آپ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے افطار کیا کریں،اور ہر روزہ کیلئے آدھی چھٹانگ اوپر، پونے دو سیر انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت دیا کریں،اور اس فدیہ کی استطاعت نہ ہو تو استغفار پر اکتفا کریں،(ماخوذ از ردالمحتار)﴿۲﴾. وھوالموفق

(بقیه حاشیه) فلا یلزمه. (ردالمحتار ۱: ۵۴۱ مطلب فی اسقاط الصلاة)

وقال الحصکفی: واما من افطر عمدا فوجوبها علیه بالاولیٰ وفدی لزوما عنه ای عن المیت ولیه الذی یتصرف فی ماله کالفطرة قدرا بعد قدرته علیه ای علی قضاء الصوم.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۸ فصل فی العوارض)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفتدی وجوبا ولوفی اول الشهر. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشهر وبلا تعدد فقیر کالفطرة لوموسرا والا فیستغفر الله.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

روبہ مرض بیمار فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والدصاحب نے اپریشن کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سلس البول کا مریض بن گیا ہے، آنکھوں کی بینائی اور حافظہ اتنا کمزور پڑ گیا ہے کہ نماز میں رکعات کی تعداد بھی یادنہیں رکھ سکتا، اس صورت میں وہ فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں اور مذہب احناف میں فدیہ کس طرح ادا کرے گا اور نماز کس طرح پڑھے گا؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: میاں بشیرالدین موسسۃ الھنون مدینۃ المنورۃ ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: آپ کے والدصاحب اگرروزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اورروز بروز کمزور ہورہا ہو، تو وہ فدیہ دے سکتا ہے یعنی ہرروزہ کے بدلے احتیاطاً دوانگریزی سیرسے گندم یا اس کی قیمت مسکین کو دیں گے، (شامی) ﴿۱﴾ اورنماز پڑھنے کے وقت کوئی خادم وغیرہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کو یاددہانی کراتا رہے ﴿۲﴾ اورفرض کو بشرط طاقت کھڑے ہوکر پڑھیں ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ وفي الهندية: مصل اقعد عند نفسه انسانا فيخبره اذا سها عن ركوع او سجود يجزيه اذا لم يمكنه الا بهذا كذا في القنية.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۱۳۸ قبيل صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وان قدر على بعض القيام ولو متكئا على عصا او حائط قام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية او تكبيرة على المذهب لان البعض معتبر بالكل وان تعذرا لا القيام او مأقاعدا.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۵۶۰ باب صلاة المريض)

فدیہ میں مسکینوں کو دو وقت کھلانے کی صورت میں نقد قیمت کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے دو روزے قضا ہوئے ہیں اب میرا خیال ہے کہ دو مسکینوں کو ایک سو بیس وقت کھانا کھلا دوں کیا یہ صورت درست ہو سکتی ہے؟ یا آسان صورت لکھ کر ممنون فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید یو اے ای دوبئی......۲۵/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: فدیہ ادا کرنے میں ضروری ہے کہ یا ہر مسکین کو آدھی چھٹانگ اوپر دو سیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت دی جائے ﴿۱﴾ اور خوراک دینے کی صورت میں دو وقت کھلانا ضروری ہے خوراک کی نقد قیمت دینا کافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ككفارة المظاهر) مرتبط بقوله وكفر اى مثلها فى الترتيب فيعتق اولا فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا لحديث الاعرابى المعروف فى الكتب الستة۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۹ مطلب فى الكفارة)

نوٹ:......مقدار قطرانہ کی تفصیل فتاویٰ ہذا کے جلد ثالث ۵۰۶ باب صدقۃ الفطر میں ملاحظہ کریں۔

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: فان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة قدرا ومصرفا او قيمة ذلك من غير المنصوص اذالعطف للمغائرة وان اراد الاباحة فغداهم وعشاهم.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۳۳ باب الكفارة)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قال اللہ تبارک وتعالیٰ :
ثم اتموا الصیام الی الیل،
ولاتباشروھن وانتم عٰکفون
فی المسٰجد.
﴿البقرۃ:۱۸۷﴾
www.ahlehaq.org

الله
الله
باب الاعتکاف

باب الاعتکاف

سگریٹ یا حقہ پینے کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف سگریٹ یا حقہ پینے کا عادی ہو تو کیا وہ اس کیلئے مسجد سے باہر جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۲۰/۷/۸/۱۰

الجواب: چونکہ سگریٹ اور حقہ نوشی حوائج طبعی میں سے نہیں ہے اسلئے اس کیلئے مسجد سے باہر نہیں نکلے گا، البتہ اس کی اجازت ہے کہ مسجد میں کھڑے ہو کر سر کو باہر نکالے اور دھواں باہر پھونکا کرے﴿۱﴾ لان الاعتبار للاقدام دون الرأس﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾سگریٹ نوشی اور حقہ نوشی کراہت سے خالی نہیں ہے اور بدبو کی وجہ سے اس کا مسجد میں پینا بھی مکروہ ہے لیکن یہ ممنوع شرعی ہے ممنوع اعتکاف نہیں ہے، کما یدل علیه عبارة الهندية: واذا سكر المعتكف ليلا لم يفسد اعتكافه لانه تناول محظور الدين لا محظور الاعتكاف كما لو اكل مال الغير. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۱۳ باب الاعتكاف) لہٰذا اگر عادی شخص کی حاجت بڑھ جائے تو تطبیق کی یہی صورت ہے کہ مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہو کر دھواں باہر نکالا کرے اور منہ کو صاف کر کے سر کو اندر کرے، لان الاعتبار للاقدام دون الرأس كما يدل عليه عبارة الهندية: ولا بأس ان يخرج رأسه الى بعض اهله ليغسله كذا في التتارخانية. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۱۳ بيان مفسدات الاعتكاف) ......(ازمرتب)

﴿۲﴾وفي المهاج: اعلم ان المعتكف لا يخرج من المسجد لشرب الدخان فالاليق ان يمكث في المسجد ويخرج رأسه منه لان الاعتبار للاقدام دون الرأس.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ۴:۷۴ باب المعتكف يخرج لحاجته ام لا)

ضرورت شدیدہ کی بناپر اعتکاف چھوڑنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری کی وجہ سے یا ناگہانی حادثہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز طورہ وڑی کوہاٹ

الجواب: یقینی خطرہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑنا جائز ہے، پس جب معتکف ایسی حالت میں معتکف سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا البتہ گنہگار نہ ہوگا، ماخوذ از ردالمحتار ودرمختار ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف مسنون ہے یا صرف ایک میں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اعتکاف عشرہ اخیرہ مسنون علی الکفایۃ ہے، لکن انہ لم یذکر فی روایۃ الاعتکاف فی سوی المسجد النبوی فی عھدہ ﷺ وھو یشیر الی انہ یکفی اعتکاف شخص واحد من البلدۃ لکن التشبیہ للاعتکاف بالتراویح مشیرا الی انہ مسنون لاھل

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: واما ما لایغلب کانجاء غریق وانھدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولیٰ بعدم الفساد، وقال العلامۃ ابن عابدین: حیث جعل الخروج لعیادۃ المریض والجنازۃ وصلوتھا وانجاء الغریق والحریق والجھاد اذا کان النفیر عاما واداء الشھادۃ مفسدا بخلاف خروجہ الی مسجد آخر الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۴۵ باب الاعتکاف)

کل مسجد من البلدة فافهم ولیرجع الی ردالمحتار ﴿۱﴾. وھوالموفق

دوران اعتکاف مسجد میں دنیاوی باتیں وغیرہ مکروہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران میں مسجد میں خوش گپیاں اور دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن اچھرہ لاہور شہر......۸۷/۹/۸

الجواب: یہ عمل مکروہ ہے ﴿۲﴾ اعتکاف کے دوران میں عبادات کا خاص خیال رکھنا چاہئے ﴿۳﴾۔ وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله سنة علی الکفایة) نظیرھا اقامة التراویح بالجماعة فاذا قام بھا البعض سقط الطلب عن الباقین.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

قال العلامة ابن عابدین: وھل المراد انھا سنة کفایة لاھل کل مسجد من البلدة او مسجدواحد منھا او من المحلة ظاھر کلام الشارح الاول واستظھر الثانی ویظھرلی الثالث لقول المنیة حتی لو ترک اھل محلة کلھم الجماعة فقد ترکوا السنة واساؤا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۵۲۱ مبحث فی التراویح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: یکرہ للمعتکف التکلم بالمباح بخلاف غیرہ ای غیر المعتکف.... والمراد ما یحتاج الیه من امر الدنیا اذا لم یقصد به القربة والا ففیه ثواب..... انه مکروہ ای اذا جلس له کما قیدہ فی الظھیریة ذکرہ فی البحر وفی المعراج عن شرح الارشاد لا بأس بالحدیث فی المسجد اذا کان قلیلا فاما ان یقصد المسجد للحدیث فلا .

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۴۷ قبیل مطلب فی لیلة القدر)

﴿۳﴾ قال العلامة النظام: (المعتکف) یلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیھم السلام واخبار الصالحین.... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جومسجد بازار میں دکانوں کے اوپر چھت پر بنائی گئی ہو اور لوگ اس میں پنج وقتہ نماز پڑھتے ہوں کیا اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: جومسجد (مملوک غیر موقوف) دکانوں پر بنائی گئی ہو وہ مسجد عرفی ہے مسجد شرعی نہیں ہے، کمافی وقف البحر﴿۱﴾ پس اس قسم کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے، لان المسجد له شرط﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وکتابة امور الدین، فان فیه تسلیم المعتکف کلیته الی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربیٰ واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلاة اما حقیقة او حکما لان المقصد الاصلی من شرعیته انتظار الصلاة بالجماعات وتشبیه المعتکف نفسه بمن لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون وبالذین یسبحون اللیل والنهار وهم لا یسأمون.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فانه یجوز اذ لاملک فیه لاحد بل هو من تتمیم مصالح المسجد.

(البحر الرائق ۵: ۲۵۱ فصل فی احکام المساجد کتاب الوقف)

﴿۲﴾ قال فی الهندیة: واما شروطه فمنها النیة...... ومنها مسجدالجماعة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف)

وقال العلامة الحصکفی: والکون فی المسجد ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

عورتوں کو اعتکاف کیلئے گھروں میں جگہ مخصوص کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ہمارے علاقہ کے گھروں میں نماز کیلئے مخصوص کمرہ یا جگہ نہیں ہوتی تو عورتیں کہاں اعتکاف کریں گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورتیں بھی اعتکاف کرسکتی ہیں، کما فی الدر المختار اولبث امرأة فی مسجد بیتها ﴿۱﴾ اور گھر میں جہاں چاہئے پردہ لگا کر اعتکاف کیلئے جگہ مخصوص کریں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز باجماعت کیلئے دوسری مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عالم نے کسی معتکف کو حکم دیا جو رمضان کے آخر میں معتکف تھا کہ ظہر اور عصر کی نماز کیلئے باہر جا کر حاجت انسانی سے فارغ ہو کر اسی باہر والی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرے، اب اگر چہ اسی اندر والی مسجد میں بھی نماز باجماعت ہوتی ہے جس میں اعتکاف کیا ہے اب باہر جانے میں ان نمازوں کیلئے اس مسنون اعتکاف عشرِ اخیرہ میں علماء کیا فرماتے ہیں فاسد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امین الدین بڑوخیل میرعلی وزیرستان......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۳

(بقیہ حاشیہ) والنیة من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحیض ونفاس شرطان.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۰ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو لم یکن فی بیتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتکف فیه کذا فی الزاهدی. (فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۱ باب الاعتکاف)

الجواب: معتکف نماز باجماعت کیلئے باہر جاسکتا ہے، ولم اجده صريحا لكن يدل عليه ما في ردالمحتار ثم في الجامع قيل اذا كان يصلى فيه بجماعة فان لم يكن ففي مسجده افضل لئلا يحتاج الى الخروج (۲: ۱۷۶)﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الجماعة واجبة على العين ﴿۲﴾ فلو لم يجز الخروج لقال "ففي مسجده واجب" فافهم واعلم ان عند الصاحبين فيه توسعا ﴿۳﴾ فليراجع. وهو الموفق

معتکف کیلئے سگریٹ نوشی اور مریضوں کو قیمتاً دوا دینے سے بچنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو جامع مسجد کا امام بھی ہے سگریٹ نوشی کرتا ہے اور طبیب بھی ہے رمضان میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہتا ہے کیا دوران اعتکاف یہ امام سگریٹ نوشی اور مریضوں کو دوائی وغیرہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز کبیر والا ملتان......۱۹۶۹ء/۳/۱۹

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۰ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال الشامي: قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب وفي النهر عن المفيد الجماعة واجبة وسنه لوجوبها بالسنة...... وقال في شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۴۰۸ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض اولصلوٰة الجنازة من غير ان يكون لذلک قصد فانه جائز بخلاف ما اذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه انه ينتقض اعتكافه عند ابى حنيفة قل او كثر وعندهما لا ينتقض مالم يكن اكثر من نصف يوم كذا في البدائع.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۲ بحث فان خرج ساعة بلا عذر)

الجواب: سگریٹ نوشی کرنا اور بیماروں کو قیمتاً دوائی دینا چونکہ کارثواب میں داخل نہیں ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے (بحر:۲:۳۰۴)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اعتکاف کیلئے گرمی کے موسم میں سرد علاقوں کو جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کی تکلیف سے بچنے کیلئے برائے اعتکاف سرد علاقوں کو سفر کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے معمولات کافی متاثر ہوجاتے ہیں، نیز اس سفر کو اختیار کرنے میں سحری اور افطاری کیلئے ہوٹل جانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: واضح رہے کہ صوم یا اعتکاف کے ارادہ سے سرد علاقوں کو سفر کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، بلکہ مباح ہے، اذا لم یستطع الصیام الا فیہ، نیز واضح رہے کہ جو معتکف خادم نہ رکھتا ہو تو وہ خورد نوش کیلئے گھر وغیرہ جاسکتا ہے کما فی ردالمحتار والبحر وغیرہ﴿۲﴾، لکن اصل مشہور

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله وکره احضار المبیع والصمت والتکلم الابخیر)...... : ان المراد بالخیر هنا مالا اثم فیه فیشمل المباح وبغیر الخیر ما فیه اثم...... وقال فی الهدایة لکنه یتجانب ما یکون مأثما والظاهر ما ذکرناه کما لا یخفیٰ قالوا ویلازم قراءة القرآن والحدیث والعلم والتدریس وسیر النبی ﷺ وقصص الانبیاء وحکایات الصالحین وکتابة امور الدین .
(البحر الرائق ۲:۳۰۴ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لعدم الضرورة) ای الی الخروج حیث جازت فی المسجد وفی الظهیریة وقیل یخرج بعد الغروب للاکل والشرب وینبغی حمله علی ما اذا لم یجد من یأتی له به فحینئذ یکون من الحوائج الضروریة کالبول بحر .
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۶ باب الاعتکاف)

الضروری یقدر بقدر الضرورۃ ﴿۱﴾ کی بناپرخوراک وغیرہ مسجدلاکرکھایاکرے۔وھو الموفق

معتکف کا اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف کواخراج ریح کی ضرورت پڑجائے تومسجد سے باہر جائے گایانہیں؟اگر باہر گیاتواعتکاف فاسد ہوگایانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:سیدرحمٰن ڈگرسوات

الجواب: اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے پراعتکاف متاثرنہیں ہوتا، لانہ من ممنوعات المسجد،اگرچہ بعض کے نزدیک مسجد میں اخراج ریح کی رخصت ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا مفسداعتکاف نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا اعتکاف کیلئے مفسد ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالرحمٰن دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی......۷/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد کوجانا مفسداعتکاف نہیں ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الخالد الاتاسی: الضرورات تقدر بقدرھا یعنی کل فعل او ترک جوز للضرورۃ فالتجویز علی قدرھا ولا یتجاوز عنھا. (شرح المجلۃ للاتاسی ۱:۵۶ المادۃ ۲۲)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: سئل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ عن المعتکف اذا احتاج الی الفصد اوالحجامۃ ھل یخرج فقال لا وفی اللآلی واختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یر بعضھم بأسا وبعضھم قالوا لا یفسو ویخرج اذا احتاج الیہ وھو الاصح کذا فی التمرتاشی.

(فتاویٰ عالمگیریۃ ۵:۳۲۱ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الموصلی: ولا یخرج من معتکفہ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتکف کا قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حافظ قرآن آدمی اعتکاف کرے لیکن جس مسجد میں معتکف ہے اس میں لوگ ختم فی التراویح کیلئے تیار نہیں ہیں تو کیا یہ حافظ صاحب قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم تھانہ ملاکنڈ

الجواب: اگر اس حافظ نے اعتکاف میں بیٹھتے وقت اس کے استثنا کی نیت کی ہو تو درست ہے﴿۱﴾ ورنہ احوط یہ ہے کہ نہ نکلے﴿۲﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)الا لحاجة الانسان او الجمعة لان الاعتکاف تقرب الی الله تعالیٰ بترک المعاصی وترک الجمعة معصیة فینا فیه ویخرج قدر ما یمکنه اداء السنة قبلها وقیل قدرست رکعات یعنی تحیة المسجد ایضا ویصلی بعدها اربعا او ستا ولو اطال المکث جاز.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱:۱۷۸ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلوٰة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: ولو خرج من المسجد ساعة بغیر عذر فسد اعتکافه عند ابی حنیفة لوجود المنافی وهو القیاس وقالا لا یفسد حتی یکون اکثر من نصف یوم وهو الاستحسان لان فی القلیل ضرورة، قال ابن الهمام (وهو الاستحسان) یقتضی ترجیحه لانه لیس من المواضع المعدودة التی رجح فیها القیاس علی الاستحسان ثم هو من قبیل الاستحسان بالضرورة کما ذکره المصنف الخ.

(هدایة مع فتح القدیر ۲:۳۱۱ باب الاعتکاف)

غسل جمعہ کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفلی اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے لہٰذا اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، فی ردالمحتار: واما النفل ای الشامل للسنة المؤکدة ﴿۱﴾ البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثنا کرے اور یا جب طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکل جائے تو بالتبع اس میں غسل جمعہ کرے، کما فی البدائع ﴿۲﴾. وھو الموفق

معتکف کا گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالواحد نقشبندی

الجواب: اگر یہ اعتکاف منذور اور واجب نہ ہو تو اس میں غسل کیلئے نکلنا مفسد نہیں ہے، کما فی الھندیة ۱: ۲۲۶ ھذا کلہ فی الاعتکاف الواجب اما فی النفل فلا بأس بان

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: ویجوز ان تحمل الرخصة علی ما اذا کان خرج المعتکف لوجه مباح کحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مریضا او صلی علی جنازة من غیر ان کان خروجه لذلک قصدا وذلک جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما یفسد الاعتکاف ومالا)

یخرج بعذر وغیره فی ظاهر الروایة وفی التحفة فلا بأس فیه بان یعود المریض ویشهد الجنازة کذا فی شرح النقایة للشیخ ابی المکارم ﴿۱﴾ اوراگراعتکاف میں داخل ہونے کے وقت گرمی کے غسل کیلئے نکلنے کا استثناء کرے، تو علامہ شامی کی رائے کے مطابق بھی مفسد نہ ہوگا، کیونکہ آپ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو واجب جیسا حکم دیتا ہے﴿۲﴾ ومسئلة الاستثناء فی الهندیة ۱:۲۲۶ فلیراجع ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

اعتکاف میں استثناء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھتے*

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۱۳ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: والصحیح انه سنة مؤکدة لان النبی ﷺ واظب علیه فی العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دلیل السنة من ان المواظبة بلا ترک دلیل الوجوب والجواب کما فی العنایة انه علیه السلام لم ینکر علی من ترکه ولو کان واجبا لانکر، وحاصله ان المواظبة انما تفید الوجوب اذا اقترنت بالانکار علی التارک...... وقوله فی البحر لا یمکن حمله علیه لتصریحهم بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غیره فیه نظر لانهم انما صرحوا بکونه شرطا فی المنذور غیر شرط فی التطوع وسکتوا عن بیان حکم المسنون لظهور انه لا یکون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فی متن الدرر...... ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم یتعرض للثانی لما قلنا ولو کان مرادهم بالتطوع ما یشمل المسنون لکان علیه ان یقول شرط لصحة الاول فقط کما قال المصنف فعبارة صاحب الدرر احسن من عبارة المصنف۔ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۱ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة ناقلا عن الحجه۔
(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

وقت جنازہ وغیرہ کے استثناء کی نیت کرے تو کتنی دور تک سفر کر کے جنازہ کیلئے جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد سلیمان ٹیکسلا......۱۶/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ شرط درست ہے اور ہر قریب و بعید جنازہ کیلئے جا سکتا ہے﴿۱﴾ البتہ اگر اکثر وقت (شب و روز) مسجد سے باہر رہا تو یہ شب و روز اعتکاف میں شمار نہ ہوں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

معتکف کا جنازہ کیلئے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں معتکف ہوا، اور نماز جنازہ پڑھانے باہر گیا، کیا اعتکاف میں فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیر نجیم علی شاہ حقانی......۱۹۸۳ء/ ۱۲/۸

الجواب: اگر اس شخص نے اعتکاف شروع کرتے وقت استثناء کیا ہو مثلاً یہ نیت کی ہو کہ میں جنازہ پڑھنے یا پڑھانے باہر جاؤں گا تو اس صورت میں یہ اعتکاف برحال خود درست ہے (شرح التنویر)﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک کذا فی التتارخانیة.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وعلی کل فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه...... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾قال العلامة الحصکفی: لو شرط وقت النذر ان......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اگر استثناء نہ کیا ہو مگر طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکلا ہو اور اسی دوران میں نماز جنازہ بھی پڑھایا ہو تو اسی صورت میں بھی اعتکاف درست ہے (بدائع الصنائع ۲: ۱۱۴) ﴿۱﴾ اور اگر جنازہ کیلئے قصدا بالذات باہر نکلا ہو تو بنا بر ظاہر الروایت اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا ہے البتہ اگر مسنون کو منذور کے حکم میں مان لیا جائے تو ایک دن رات قضا کرنا پڑے گی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

معتکف کیلئے نسیاناً مسجد سے نکلنے میں مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف اگر نسیاناً مسجد سے نکلے تو عندالامام مفسدالاعتکاف ہے خلافا لهما کما فی الهداية، فتویٰ کس مذہب پر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں.....۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے صاحبین کا مذہب قوی ہے مگر احوط امام صاحب کا مذہب ہے، اما

(بقیہ حاشیہ) يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک فليحفظ.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۲ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ويجوز ان تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلک قصدا وذلک جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما يفسده ومالايفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه لانه لا يشترط له الصوم على الظاهر من المذهب وما في بعض المعتبرات انه يلزم بالشروع مفرع على الضعيف قاله المصنف وغيره وحرم عليه اى على المعتكف اعتكافا واجبا اما النفل فله الخروج لانه منه له لا مبطل كما مر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

الاول فلكونها استحسانا واما الثاني فظاهر ﴿۱﴾ واما مبحث ابن الهمام فيمكن ان يجاب عنه بان الملحوظ عندهم نفس الخروج لا متعلقاته. وهو الموفق

فسادِ صوم سے اعتکاف مسنون تطوع بن جاتا ہے نہ کہ فاسد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس معتکف کا روزہ فاسد ہو جائے کیا اس سے اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا ۔

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ......۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط نہیں ہے، وهذا الراجح عند صاحب البحر ﴿۲﴾ اور علامہ شامی کے نزدیک اس میں صوم شرط ہے لیکن صوم کے فساد کی

﴿۱﴾ قال العلامة المرغيناني: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس وقالا لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان في القليل ضرورة، قال ابن الهمام (قوله وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه لانه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف واستنباط من عدم امره اذا خرج الى الغائط ان يسرع المشي بل يمشي على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف في فن الطبيعة وبذلك يثبت قدر من الخروج في غير محل الحاجة فعلم ان القليل عفو الخ. (هدايه مع فتح القدير ۲: ۳۱۱ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: واشار بالمسجد والصوم والنية الى شرائطه لكن ذكر الصوم معها لا ينبغي لانه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على غيره لتصريحه بعد بان اقله نفلا ساعة فلزم ان الصوم ليس من شرطه ..... بان الصوم انما هو شرط في المنذور فقط دون غيره الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۹۹ باب الاعتكاف)

ہیہ ہے یہ اعتکاف مسنون سے خارج ہوکر تطوع بن جاتا ہے نہ کہ باطل، کما فی ردالمحتار ۲: ۱۷۸ باب الاعتکاف﴿۱﴾. وهوالموفق

حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا اور ریڈیو پر خبریں سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر اعتکاف میں بیٹھا ہے وہ اعتکاف کے دوران اخبار ورسائل دیکھتا ہے نیز خبریں سننے کیلئے ریڈیو بھی اپنے پاس رکھا ہے کیا اس کیلئے یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: (قوله علی المذهب) وهو رواية الاصل ومقابله رواية الحسن انه شرط للتطوع ايضا وهو مبنی علی اختلاف الرواية فی ان التطوع مقدر بيوم اولا ففی رواية الاصل غير مقدر فلم يكن الصوم شرطا له وعلی رواية تقديره بيوم وهی رواية الحسن ايضا يكون الصوم شرطا له كما فی البدائع وغيرها قلت ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا فی الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغی ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز سن لبث فی مسجد بصوم ونية فانه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على التطوع لقوله بعده واقله نفلا ساعة فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه وقوله فی البحر لا يمكن حمله عليه لتصريحهم بان الصوم انما هو شرط فی المنذور فقط دون غيره فيه نظر لانهم انما صرحوا بكونه شرطا فی المنذور غير شرط فی التطوع وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور انه لا يكون الا بالصوم عادة ولهذا قسم فی متن الدرر الاعتكاف الى الاقسام الثلاثة المنذور والمسنون والتطوع ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم يتعرض للثانی لما قلنا ولو كان مرادهم بالتطوع ما يشمل المسنون لكان عليه ان يقول شرط لصحة الاول فقط الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

الجواب: یہ مقاصد اورآداب اعتکاف کے خلاف امور ہیں ﴿۱﴾ معتکف کیلئے تلاوت، نوافل کی کثرت اوردینی مسائل کے مطالعہ کا شغف رکھنا چاہئے، کما فی شرح التنویر ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف مسنون اگر کسی مجبوری مثلاً بیماری، خوف یا اہل وعیال میں سے کسی کی بیماری، حادثہ یا موت کی وجہ سے اگر چھوڑنا پڑے تو اس کی قضا کب اور کیسے کی جاسکتی ہے؟

(۲) کیا اگلے رمضان کے آخری عشرہ میں قضا کی جائے گی؟

(۳) اگر آٹھویں یا دسویں دن ہی اعتکاف چھوڑنا پڑے تو کیا قضا دس دن کی ہوگی یا صرف بقایا ایام کی؟

(۴) کیا قضا کے بدلے میں اعتکاف ہی کرنا پڑے گا یا فدیہ بھی دیا جاسکتا ہے؟

(۵) اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا اور معتکف کی جگہ چھوڑ کر مسجد ہی میں دوسری جگہ لیٹ جانا یا ٹہلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی......۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وفی الھندیة: واما محاسنه فظاهرة فان فیه تسلیم المعتکف کلیة الی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربیٰ واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلوٰة اما حقیقة او حکماً.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وتکلم الا بخیر وهو ما لا اثم فیه ومنه المباح عند الحاجة الیه لا عند عدمها...... وقراءة قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیه السلام وقصص الانبیاء علیهم السلام وحکایات الصالحین وکتابة امور الدین.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۷ باب الاعتکاف)

الجواب: (۱،۲،۳،۴) اعتکاف مسنونہ کے فاسد کرنے کی صورت میں ایک دن رات اعتکاف قضا کرنی ہوگی، وھو قول ابی حنیفة ومحمد، اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک (ایک قول میں) باقی ایام کی قضا کرنی ضروری ہے (ماخوذ از شامی ۱۰۲:۲) ﴿۱﴾ اور بہر حال یہ قضا (علی الاحوط) غیر رمضان میں کرنی ہوگی، نہ اس میں کسی مدت کی تعیین ہے اور نہ فدیہ دینا کافی ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین: ومقتضی النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاواخر بنیته ثم افسده ان یجب قضاءه تخریجا علی قول ابی یوسف ... ای یلزمه قضاء العشر کله لو افسد بعضه ... واما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه ... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیه عندهما بناء علی لزوم صومه بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وان کان المسنون هو اعتکاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب فی الاعتکاف)

﴿۲﴾ چونکہ علامہ شامی کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط ہے اگرچہ علامہ ابن نجیم کے نزدیک صرف اعتکاف منذور میں صوم شرط ہے لیکن دلائل کی رو سے علامہ شامی کا قول راجح معلوم ہوتا ہے تو گویا کہ ان کے نزدیک اعتکاف مسنون اعتکاف منذور کے قریب ہے، کما یفهم من عباراته حیث قال: ومقتضی ذلک ان الصوم شرط ایضا فی الاعتکاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخیر حتی لو اعتکفه بلا صوم لمرض او سفر ینبغی ان لا یصح عنه بل یکون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الکفایة ویؤیده قول الکنز ... فتعین حمله علی المسنون سنة مؤکدة فیدل علی اشتراط الصوم فیه الخ (ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف) اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: ان المواظبة انما تفید الوجوب اذا اقترنت بالانکار علی التارک اور ۲: ۱۴۳ میں فرماتے ہیں: اقول لکن بعد ما صرح صاحب البدائع بلزومه بالشروع ذکر روایة الحسن ووجهها وهو ان الشروع فی التطوع موجب للاتمام علی اصل اصحابنا صیانه للمؤدی عن البطلان الخ.

پس تحقیق کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا رجحان ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) گرمی کی وجہ سے غسل کرنا مفسد اعتکاف نہیں ہے البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثناء کرے اور مسنون یہ ہے کہ معتکف میں سویا کرے لیکن مسجد کے اندر دیگر جگہوں میں سونا مفسد نہیں ہے (شامی)﴿۱﴾۔وھو الموفق

سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے رمضان المبارک کے شروع سے سارے مہینے کے اعتکاف کی نیت کی، دوران اعتکاف بندہ چند منٹ کیلئے مسجد کے حجرہ جس میں پیش امام صاحب بیمار پڑا تھا عیادت کیلئے گیا، احساس ہوتے ہی جلدی مسجد آ گیا، از روئے شروع اعتکاف میں نقصان آ گیا کہ نہیں؟ واضح رہے کہ یہ اعتکاف نذر نہیں تھا۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی یحیٰ بادشاہ حقانی مدرسہ تعلیم القرآن کرک.....۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: اگر یہ معتکف عشرہ اولیٰ یا وسطی میں عیادت کیلئے مسجد سے باہر گیا ہو تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے، لانه انهیٰ الاعتکاف بالخروج ثم انشأه بالدخول ﴿۲﴾ اور اگر عشرہ اخیرہ میں باہر گیا

(بقیہ حاشیہ) اسی جانب ہے کہ بنابر احتیاط اس کی قضاء غیر رمضان میں کرنی ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الى الكمال الاصلي (۲: ۱۴۲)......(ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وخص المعتكف باكل وشرب ونوم وعقد احتاج اليه لنفسه او عياله فلو لتجارة كره.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۶ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: اذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما اقام تارك له اذا خرج وظاهره ان مستند ظاهر الرواية ما ذكره في الكتاب ولا يمتنع ان يكون مستنده صريحا آخر بل هو الظاهر لنقل الثقات ان ظاهر الرواية ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوتو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شب وروز کی قضا کرنی پڑے گی، لان التحقیق انه کالمنذور ﴿۱﴾. وھو الموفق

اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گزشتہ رمضان میں کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تھا اب قوم اس مسئلہ میں دوگروہوں میں تقسیم ہیں کوئی کہتا ہے کہ باقی دنوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور کوئی کہتا ہے کہ پورے اعتکاف کی قضا ضروری ہے، صحیح مسئلہ سے ہمیں مطلع فرمایئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل محمد مرغانی جنرل ٹائیر سروس پشاور......۱۹۶۹ء/۱/۲

الجواب: محقق ابن الہمام کا میلان پورے دس دن قضا کرنے کی طرف ہے، یعنی آخری عشرہ اور قضا رمضان سے خارج دوسرے مہینوں میں ضروری ہے، قال العلامة الشامی ۲: ۱۳۵ ثم

(بقیہ حاشیہ) مروی لا مستنبط و اشار الی انه لو شرع فی النفل ثم قطعه لا یلزمه القضاء فی ظاهر الروایة لانه غیر مقدر فلم یکن قطعه ابطالا.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۰، ۳۰۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله اما النفل) ای الشامل للسنة المؤکدة...... انها مقدرة بالعشر الاخیر...... ومفاد التقدیر ایضا اللزوم بالشروع تامل ثم رأیت المحقق ابن الهمام قال ومقتضی النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاواخر بنیته ثم افسده ان یجب قضاءه تخریجا علی قول ابی یوسف فی الشروع فی نفل الصلاة ناویا اربعا لاعلی قولهما...... فیظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه...... والحاصل ان الوجه یقتضی لزوم کل...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رأيت المحقق ابن الهمام قال ومقتضي النظر لو شرع في المسنون اعني العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاء ه الخ﴿۱﴾ ودليل الثاني ان الشروع فيه ملزم كالنذر وفي صورة النذر يلزم القضاء في غير رمضان فكذا ههنا، قال في الدرالمختار وان لم يعتكف رمضان المعين قضي شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الي الكمال انتهيٰ﴿۲﴾، قلت ويؤيده ما رواه ابو داؤد عن عائشة فامر ببناء ه فقوض وامر ازواجه بابنيتهن فقوضت ثم اخرالاعتكاف الي العشر الاول يعني من شوال ﴿۳﴾. وهوالموفق

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی قضا اور عدم قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت اگر فاسد ہو جائے تو اس کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو کتنے دنوں کا لزوم ہوگا؟ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ردالمحتار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قضا نہیں ہے جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ قضا لازم ہے اس میں ترجیح کس قول کو ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبارک شاہ دارالعلوم تجوڑی بنوں......۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منذور اعتکاف جو کہ مسنون کو بھی شامل ہے خروج سے باطل اور فاسد نہیں ہوتا ہے لیکن ابن الہمام کے کلام سے اس مسنون کا شروع سے

(بقيه حاشيه) يوم شرع فيه عندهما بناء علي لزوم صومه الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۴۳ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علي هامش ردالمحتار ۲:۱۴۲ باب الاعتكاف)

﴿۳﴾ (سنن ابي داؤد ۱:۳۴۱ باب الاعتكاف كتاب الصوم)

واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، ملخص کلامه المذکور فی ردالمحتار ۱ : ۱۸۰ انه اذا افسد المنذور یلزمه قضاء الباقی، واذا افسد المسنون (بالجماع مثلا) یلزمه قضاء الیوم الواحد عند ابی حنیفة ومحمد رحمهم الله وعند ابی یوسف رحمه الله یقضی العشر اوالایام الباقیة ﴿۱﴾. وهو الموفق

معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف کیلئے بٹھایا گیا تھا، مگر تین دن کے بعد وفات ہوا اب دو آدمیوں کا جھگڑا ہے ایک کہتا ہے کہ اعتکاف ہوا ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اب دوسرا آدمی بٹھانا ہوگا، اب اس نزاع کا حل کیا ہے اور اہل محلہ کا ذمہ فارغ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار کوثر سدوخیل پڑانگ چارسدہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: چونکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہیں کیا ہے اور آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف مسنون ہے اور یہ اعتکاف عشرہ تک نہ رہا، لہٰذا اگر تمام بستی میں دوسرے شخص نے اعتکاف نہ کیا ہو تو پوری بستی کے لوگ تارک السنّت ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (قوله ای سنة کفایة) نظیرها اقامة التراویح بالجماعة فاذا اقام بها البعض سقط الطلب عن الباقین فلم یأثموا بالمواظبة علی الترک بلا عذر ولو کان سنة عین لاثموا بترک السنة المؤکدة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۴۱ باب الاعتکاف)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد دوم
کتاب الحج
باب تفسیر الحج
وشرائطه وارکانه

قال اللہ تعالیٰ :
وللہ علی الناس
حج البیت من استطاع
الیہ سبیلا.
﴿ال عمران:۹۷﴾

کتاب الحج

باب تفسیر الحج وشرائطه وارکانه

سفرِ حج کے اسرار اور منافع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب حج کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے بستر ے کو اپنے کندھوں پر لاد کر سفر کے نشیب وفراز سے واقف ہو جائے اور وقت کا کھانا بے وقت کھائے تا کہ واپس آ کر مسافری کا احساس ہو کیا واقعی حج اسلئے فرض کیا گیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالوہاب

الجواب: حج کی فرضیت کا (راز) سبب تعظیم بیت اللہ ہے ﴿۱﴾ اور سفرِ حج میں بہت منافع اور برکات ہوتی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس صاحب نے ذکر کئے ہیں، **یشیر الی الاول ما فی الدر المختار، فرض مرة لان سببه البیت وهو واحد ﴿۲﴾. وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی: المصالح المرعیة فی الحج امور منها تعظیم البیت فانه من شعائر الله وتعظیمه هو تعظیم الله تعالیٰ.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۶ مبحث من ابواب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۱ کتاب الحج)

حدیث "من لم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا" تغلیظ پر محمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث ذیل کی تشریح میں کہ جس نے بغیر کسی عذر کے حج نہیں کیا تو اگر وہ مر گیا تو یا یہودی مر گیا یا نصرانی، حدیث یہ ہے: وعن امامة رضی الله عنه قال، قال رسول اللهﷺ من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطان جابر او مرض..... فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او ان شاء نصرانیا (رواه الدارمی). بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۷۳ء/۹/۳

الجواب: واضح رہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور تعظیم یہود ونصاریٰ نہیں کرتے یہ مسلمان کرتے ہیں پس جو مسلمان باوجود استطاعت اور بغیر کسی عذر کے حج بیت اللہ نہ کرے تو اس نے مسلمانوں کے راہ پر سلوک نہیں کیا یعنی اس میں یہود ونصاریٰ کا عمل موجود ہوا ہے ورنہ اعتقاد درست ہے منکر نہیں ہے لہذا یہ شخص مسلمان رہے گا اور حدیث تغلیظ پر محمول ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند اشخاص نے زید کو کہا کہ ہم تم

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (ان یموت یهودیا او نصرانیا) ای فی الکفر ان اعتقد عدم الوجوب وفی العصیان ان اعتقد الوجوب وقیل هذا من باب التغلیظ الشدید والمبالغة فی الوعید..... والاظهر ان وجه التخصیص کونهما من اهل الکتاب غیر عاملین به فشبه بهما من ترک الحج حیث لم یعمل بکتاب الله تعالیٰ ونبذه وراء ظهره کانه لا یعلمه، قال الطیبی والمعنیٰ ان وفاته علی هذه الحالة ووفاته علی الیهودیة والنصرانیة سواء والمقصود التغلیظ فی الوعید کما فی قوله تعالیٰ ومن کفر .....

(مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۵-۳۰۷ کتاب المناسک الفصل الثانی)

کوامسال حج کیلئے بھیجیں گے تم حج کی نیت کرلو، پھراس نے حج کی درخواست دی منظوری آئی تو کیا زید پر صرف نیت کرنے سے حج فرض ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور......۱۰/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: حج صرف نیت کرنے سے فرض نہیں ہوجاتا ہے جبکہ تلبیہ تا حال نہیں پڑھا ہے ﴿۱﴾۔وهو الموفق

حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا اس نے ناسمجھی اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی، یعنی اللھم انی ارید الحج الخ، حالانکہ اسے اللھم انی ارید العمرة الخ، پڑھنا چاہئے تھا، وہاں حرم میں جاکر طواف وسعی کرکے بال منڈوالئے، یعنی حج کی نیت کرکے عمرہ کیا آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد الرحمٰن خانہ صواتی کلے کرک ۱۹۸۴ء/۴/۲۳

الجواب: نیت ارادہ قلبی کا نام ہے نہ کہ الفاظ کا ﴿۲﴾ پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة كذا في المضمرات.

(فتاویٰ عالمگیریة ۱: ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالي: النية في اللغة مطلق القصد وفي الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له ......وقال شيخ الاسلام الديرى: النية هي الارادة الجازمة لان النية في اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابي: معنى النية قصدك الشيء بقلبك وتحرك الطلب منك، وقال البيضاوي: النية عبارة......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج وعمرہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک بار حج اپنے والد کے ہمراہ ادا کیا ہے خرچہ اس نے دیا تھا اور اس وقت میں غنی نہیں تھا آج میں خود غنی ہوں اس لئے دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے کا ارادہ کیا ہے لیکن اب نیت کے بارے میں فکر مند ہوں کہ میں فرض حج کی نیت کروں یا نفل حج کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ خان

الجواب: اگر آپ نے پہلی دفعہ فرض حج کی نیت کی تھی تو آپ کا ذمہ فارغ ہوا ہے اور اگر بالفرض آپ نے نفل حج کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ فرض حج ادا کرے (شامی ۲:۱۹۵) ﴿۲﴾۔

ملاحظہ: ...... ہمارے بلاد کے لوگ حج فرض کی نیت کرتے رہتے ہیں۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عن انبعاث قلبک نحو ما تراہ موافقا لفرض من جلب نفع او دفع ضر حالا او مآلا والشرع خصصها بالارادة للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه الله تعالیٰ وامتثالا لحکمه ...... وقال الکمال النية قصد الفعل ...... وقال عبد الواحد: اذا علم ای صلاة يصلي قال محمد بن سلمة هذا القدر نية والاصح انه لا يكون نية لان النية غير العلم بها الخ.

(امداد الفتاح شرح نورالایضاح ۲۳۴ باب شروط الصلاة وارکانها)

﴿۱﴾ قال في الشامية: فيصح الحج بمطلق النية اى بالنية المطلقة عن التقييد بالحج بان نوى النسک من غير تعيين حج او عمرة ثم ان عين قبل الطواف فبها والاصرف للعمرة، قال في اللباب وتعيين النسک ليس بشرط فصح مبهما وبما احرم به الغير ثم قال في موضع آخر ولو احرم بما احرم به غيره فهو مبهم فليزمه حجة او عمرة ...... وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۷۲ قبيل مطلب فيما يصير به محرما)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامي: فالتقييد بالفقير لظهور عجزه ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین حاجت اصلی میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس میں حج کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمرزادہ ہیڈ ماسٹر چمتلی سوات......۱۹۷۵ء/۶/۱۲

الجواب: جتنی مقدار زمین سے سالانہ ضروریات پورے ہوتی ہیں وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اوران سے زائد حج کیلئے فروخت کیا جائے گا، کما فی الهندیة (۲۱۸:۲) وان کان صاحب ضیعة ان کان له من الضیاع ما لو باع مقدار ما یکفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائیا ونفقة عیاله واولاده یبقی له من الضیعة قدر ما یعیش بغلة الباقی یفترض علیه الحج والا فلا﴿۱﴾. وهو الموفق

مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زرعی زمین کے علاوہ مکانات اور دکانیں بھی ہیں، جس کا باقاعدہ آمدن کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے کیا اس پر حج فرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء/۴/۳

الجواب: زرعی زمین، مکانات، دکانیں اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر اس کے حوائج اصلیہ اور حج سے

(بقیه حاشیه) عن المرکب ولیفید انه یتعین علیه ان لا ینوی نفلا علی زعم انه لا یجب علیه لفقره لانه ما کان واجبا وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانیا. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۵ کتاب الحج قوله للآفاقی لاالمکی)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۱۸ کتاب المناسک بیان شرائط وجوبه)

واپس آنے تک اہل وعیال کے نفقہ سے زائد ہو تو اس پر حج فرض ہے، وفي الهداية: اذا قدر على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن ومالا بد منه وعن نفقة عياله الى حين عوده ﴿١﴾. وهو الموفق

قرض لے کر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجھے حج پر جانے کیلئے سترہ ہزار روپیہ دیئے تھے اس وقت دینے والے نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ قرضہ ہے اگر مجھے اس وقت معلوم ہوتا تو میں ہرگز اس سے حج نہ کرتا کیونکہ قرض لے کر حج پر جانا ہرگز جائز نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا قرض لے کر بھی حج ہوسکتا ہے یا نہیں، اب میں کیا کروں؟ بينوا توجروا

المستفتی: حاجی علی محمد ہائی سکول رسالپور نوشہرہ۔ ...۱۹۸۴ء/۱۱/۱۹

الجواب: جو شخص پیدل یا قرض مال پر حرم پہنچے اور عام پاکستانیوں کی طرح عمرہ کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو فرض حج کی نیت کرے تو اس شخص کا ذمہ فریضہ سے فارغ ہو جاتا ہے ﴿۲﴾ آئندہ اگر یہ شخص غنی بھی ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (هدايه ١: ٢١٣ كتاب الحج)

﴿٢﴾ قال الملا على قارى: والفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي...... فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان ينوى حج الفرض ليقع عن حجة الاسلام ولا ينوى نفلا على زعم انه فقير لا يجب عليه الحج...... ان قولنا الحج لا يجب على الفقير انما المراد به الآفاقي قبل وصوله الى الميقات فانه حينئذ اذا اراد دخول الحرم يجب عليه احرام احد النسكين وبدخوله الى مكة ووصوله الى الكعبة تعين عليه فرضية الحج سواء احرم به ام لا. (ارشاد السارى ٢٨ مبحث فى الفقير اذا وصل الى مكة او الميقات)

﴿٣﴾ وفى الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان. (فتاوىٰ عالمگيرية ١: ٢١٧ كتاب المناسك الباب الاول)

مسجد کیلئے زمین فروخت کی اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پرانی مسجد کو پختہ بنانے کیلئے زمین فروخت کردی اور کافی رقم اس کے ہاتھ آئی، کیا اس رقم کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوا یا مسجد بنادے؟ اور اس رقم کے نہ ہونے سے یہ شخص مفلس ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راز محمد وزیر C/O حافظ رب نواز جنوبی وزیرستان......۱۹۸۶ء/۴/۶

الجواب: یہ رقم اس شخص کی ملکیت ہے﴿۱﴾ اس پر باقاعدہ حج اور زکوٰۃ مفروض ہیں البتہ اگر حولان حول یا اعلان داخلہ کے وقت یہ رقم ناکافی تھی تو یہ فرائض عائد نہ ہوں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ یہ رقم اس شخص نے ابھی تک مسجد مرمت میں خرچ نہیں کی ہے یعنی باقاعدہ مسجد نہیں بنائی تو یہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی بلکہ بدستور اس کی ملکیت ہے اور اگر چندہ مسجد میں دی ہے تو بھی یہ رقم وقف نہیں ہے بلکہ اس کا مملوک ہے کما صرح به الشاہ اشرف علی التھانوی فی امداد الفتاویٰ اور اسی فتاویٰ میں تصحیح الاغلاط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ابھی منقح نہیں ہوا کہ چندہ مساجد و مدارس وغیرہ معطی کی ملک سے خارج ہوجاتا ہے یا نہیں اہل علم غور فرمالیں تو اس حوالے سے بندہ نے "الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة" میں ایک جزئیہ پالیا اس جزئیہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چندہ خرچ کرنے سے پہلے معطی کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، کما فی الملتقط ۲۷ اذا جمع دراھم لکفن میت ففضل او کفنه غیرہ، یصرف الی المعطین فان لم یوجدوا یصرف الی کفن مثله فان تعذر ذلک یتصدق به انتھیٰ، وفی الھندیة ۲: ۴۶۰ رجل اعطی درھما فی عمارۃ المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان کان لا یمکن تصحیحه تملیکا بالھبة للمسجد فاثبات الملک للمسجد علی ھذا الوجه صحیح فیتم بالقبض. ......(از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: والعبرة لوجوبھا وقت خروج اھل بلدھا وکذا سائر الشروط قال الشامی ای یعتبر وجودھا فی ذلک الوقت.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ مطلب فی فروض الحج وواجباته)

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں کا مشترکہ مال ہو تو اس میں کون شراکت دار حج ادا کرے گا، اور کس پر فرض ہے صحیح سند کے ساتھ لکھ دیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی محمد خسرو روی ریگی غزابند کوئٹہ.....۱۹۸۲ء/۳/۹

الجواب: اگر ہر شریک کا حصہ مقدار فرضیت تک پہنچتا ہو تو ہر ایک پر حج فرض ہے ورنہ کسی پر نہیں (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں تین بھائی شادی شدہ ہیں اور ایک شادی شدہ نہیں ہے اب ہم اتنی رقم رکھتے ہیں کہ ایک بھائی حج کر سکتا ہے تو اس پر بڑا بھائی حج ادا کرے یا چھوٹے بھائی کی شادی کروائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الرحیم لس نائیک دبہ خیل بنوں......۲۴/ رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: آپ تمام مشترکہ نقد وزر وغیرہ کی فرضی تقسیم کریں اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ ہر ایک بھائی پر حج فرض ہے یا نہیں، مشترکہ مال سے فرضیت حج کا اندازہ لگانا اسی طریقہ سے ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشامی: (قوله ذی زاد وراحلة) افاد انه لا یجب الا بملک الزاد وملک اجرة الراحلة فلا یجب بالاباحة او العاریة کما فی البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ اسی فرضی تقسیم سے ہر ایک بھائی کا حصہ جب معلوم ہو جائے اگر ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق کے والد، والدہ اور چھوٹے بھائیوں نے مشترکہ مال سے حج کیا ہے اب والد نے محمد رفیق سے کہا کہ اس سال تم حج پر چلے جاؤ، لیکن محمد رفیق نے کہا کہ میرا یہ حج فرض کا بدل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مشترکہ مال ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر محمد رفیق اس اشتراک سے جدا حالت میں متمول ہوجائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا یا نہیں؟ یا وہی مشترکہ مال سے کیا ہوا حج کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق مردان......۱۹۷۵ء/۷/۲۵

الجواب: اگر مشترکہ مال سے آپ کا حصہ (بروئے فرضی تقسیم) حج کیلئے باقاعدہ کافی ہو تو آپ پر حج فرض ہے ﴿۱﴾ آپ اس مشترک مال سے حج کرسکتے ہیں اور اگر آپ کا حصہ کم ہو اور میقات سے عام حجاج کی طرح عمرہ کی نیت کریں اور آٹھ ذی الحجہ سے فریضہ حج کی نیت کریں تو اس صورت میں بھی آپ کا فریضہ ادا ہوا آپ پر آئندہ کیلئے حج فرض نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو والدین کی میراث

(بقیہ حاشیہ) ورنہ مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور سے حج فرض نہیں ہوتا۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب. (فتاویٰ عالمگيريه ۱ :۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

﴿۲﴾ وفي الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لا حج عليه هكذا في فتاویٰ قاضي خان. (فتاویٰ عالمگيريه ۱ :۲۱۷ كتاب المناسك الباب الاول)

میں کچھ نہیں ملا اور اسی کا شوہر بھی فوت ہوا ہے البتہ اس عورت کے بیٹے خوب مال کماتے ہیں اور والدہ کو دیتے ہیں کیا اس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیال حنان اورکزئی ابوظہبی امارات ..... ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت کو شوہر یا اولاد نے بطور تملیک کافی مال دیا ہو تو شرط موجود ہو کر اس پر حج فرض ہوگا اور اگر اولاد نے صرف اختیار دیا ہو تو یہ اس سے غنی نہیں ہوسکتی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چوری کر کے مال جمع کیا پھر اپنے حلال مال کے ساتھ خلط کر کے تجارت شروع کی اور بہت مال کمایا، کیا اس مال سے حج کرنا جائز ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن وزیرستانی

الجواب: چونکہ یہ مخلوط مال اس شخص کی ملکیت ہے لہٰذا استطاعت موجود ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، مال حرام سے حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے ﴿۲﴾ (كما في الهنديه ۲: ۲۲۰)﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامي: (قوله ذى زاد وراحلة) افاد انه لا يجب الا بملك الزاد وملك اجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة او العارية كما في البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب في من حج بمال حرام)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے مال میں ستر فیصد حرام کا اختلاط ہے اسلئے اس نے قرضہ لے کر حج ادا کیا اور بعد از حج اس قرضہ کو اس مخلوط مال سے ادا کرتا ہے کیا یہ حج حرام مال سے ہوا یا حلال سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۶/ذی الحجہ۱۳۹۴ھ

الجواب: اس شخص نے حلال مال سے حج ادا کیا اور قرضہ کو اپنے ملک خبیث سے (بالاختلاط) ادا کیا﴿۱﴾ البتہ اس پر حقوق کا ادا واجب ہے تاکہ مال حرام سے ذمہ فارغ ہو﴿۲﴾۔

نوٹ:...... خالص مال حرام سے جس میں حلال کا خلط نہ ہو نہ قلیل کا اور نہ کثیر کا اس سے قرض ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن ایسا مال اقل قلیل ہوتا ہے۔ وھو الموفق

مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناجائز دولت اور حرام مال سے حج

(بقیہ حاشیہ) لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان کانت مغصوبة کذا فی فتح القدیر.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۰ الباب الاول فی تفسیر الحج)

﴿۱﴾ وفی الهندية: اذا اراد الرجل ان یحج بمال حلال فیه شبهة فانه یستدین للحج ویقضی دینه من ماله کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی المقطعات.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۰ کتاب المناسک الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ان ما وجب التصدق بکله لا یفید التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق به.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸ مطلب فی التصدق من المال الحرام)

اداہوسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مقدس خان کرکلہ بنوں......۲۸/۹/۱۳۹۸ھ

الجواب: اس کا حج اداہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے افعال وکردار ناگفتہ بہ ہیں اس کی جائیداد اور زمین سب دھوکے اور فراڈ کے ہیں، یتیموں کا مال دبانا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب اس کا شیوہ ہے یعنی تمام مال حرام ہے اب حج کیلئے داخلہ بھیجا ہے کیا یہ حج اداہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمن سیر غربی باڑیاں......۸/شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: جوشخص مال حرام سے حج کرے اس کا حج قبول نہ ہوگا ثواب سے محروم رہے گا، اگرچہ ذمہ سے فریضہ ساقط ہوجاتا ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۹۱ وفی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی البحر ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنا فی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ای لان عدم الترک یبتنی علی الصحة وهی الاتیان بالشرائط والارکان والقبول المترتب علیه الثواب یبتنی علی اشیاء کحل المال والاخلاص کما لو صلی مرائیا او صام واغتاب فان الفعل صحیح لکنه بلا ثواب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

﴿۲﴾ ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہوا اور اب تک اس نے ادا نہ کیا ہو اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کیلئے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے، تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی سعید احمد چوھڑ ہڑیال پنڈی......۲۲/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہوجائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا، کیونکہ یہ ملازم کسی سے حج بدل نہیں کرتا حتی کہ تبرع ضرررساں ہوجائے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حکومتی اعانت سے نفلی حج کیلئے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب اگر حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کیلئے بھیجتا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے، ایسے شخص کیلئے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دارالہدیٰ ٹنڈو آلہ یار حیدرآباد......۲۴/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج ..... الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا في قاضي خان (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۱۷ کتاب المناسک الفصل الاول)

﴿۲﴾ جبکہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔ (سیف اللہ حقانی)

ہے حکومت کسی کو خوشامد یا مداہنت پر مجبور نہیں کرسکتا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سرکاری اعانت پر حج کیلئے جانا جائز ہے جبکہ سیاسی رشوت نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کیلئے جاتے ہیں کیا شرعاً یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ناموس خان باڑہ......۱۹۸۷ء/۵/۲۳

الجواب: حکومت کی اعانت سے حج کیلئے جانا ناجائز نہیں ہے ﴿۲﴾ اگر حکومتی خزانہ لہو ولعب اور ناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین: قوله ولو وهب الاب لابنه الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع انه لا يمن احدهما على الآخر يعلم حكم الاجنبي بالاولىٰ ومراده افادة ان القدرة على الزاد والراحلة لابد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۶ كتاب الحج)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك اوالاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج الوهاج. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۱۷ كتاب المناسك)

﴿۳﴾ وفي الهندية: مايوضع في بيت المال اربعة انواع...... الثالث الخراج والجزية وما صولح عليه بنو نجران...... وما اخذه العاشر من المستأمنين...... وتصرف تلك الى عطايا المقاتلة وسدالثغور...... والى بناء الرباطات والمساجد...... والى ارزاق الولاة واعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف الى كل من تقلد شيأ من امور المسلمين والى مافيه صلاح المؤمنين كذا في المحيط.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال كتاب الزكوٰة)

ہبہ سے غناء آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید صاحب جائیداد اور غنی آدمی ہے اور خود حج ادا کر چکا ہے زید کے چار بیٹے ہیں بالغ لیکن مفلس ہیں، اس نے ایک بیٹے کو رقم دے کر حج کیلئے روانہ کیا، جب زید فوت ہوا تو ان کے بیٹے دولت مند اور غنی ہو گئے، اب زید کے بیٹے نے حالت مفلسی میں جو حج ادا کیا ہے کیا اب اس پر دوبارہ غنی بننے کی وجہ سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد افضل شاہ ڈپو ہولڈر لکی مروت ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۰

الجواب: یہ مسکین والد کی بخشش کی وجہ سے غنی ہوا ہے نیز میقات تک پہنچنے کی وجہ سے یہ شخص مکی کے حکم میں ہو جائے گا بہر حال یہ شخص فرض کی نیت کرے گا اور دوبارہ اس پر ادا کرنا واجب نہ ہوگا (ماخوذ از شامی۲:۱۹۵)﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی فقیر شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جائے تو بھیجنے والے کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اس فقیر نے پہلے حج نہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

(۳) حج بدل میں اگر مامور بہ تنگدست اور مفلس ہو جس پر اپنا حج فرض نہیں ہے اور نہ پہلے حج کیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي...... وليفيد انه يتعين عليه ان لاينوي نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۵ كتاب الحج قوله للآفاقي لالمكي)

ہے کیا بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق مڈل سکول آیاز قلعہ بنوں.....۱۹۷۴ء/۲/۷

الجواب: (۱) ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے۔ (شامی)۔

(۲) ذمہ فارغ ہو جاتا ہے ﴿۱﴾۔

(۳) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ اکثر اہل تحقیق کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، والتفصیل في الشامية ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فجاز حج الصرورة من لم يحج) يراد به الذى لم يحج عن نفسه اى حجة الاسلام . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ مطلب في حج الصرورة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (تنبيه) قال في نهج النجاة لابن حمزة النقيب بعد ما ذكر كلام البحر المار اقول وظاهره يفيد ان الصرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة وظاهر كلام البدائع باطلاقه الكراهة اى في قوله يكره احجاج الصرورة لانه تارك فرض الحج يفيد انه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وان كان وقته مشغولا بالحج عن الآمر وهى واقعة الفتوىٰ فليتأمل، قلت: وقد افتى بالوجوب مفتي دارالسلطنة العلامة ابوالسعود وتبعه في سكب الانهر وكذا افتى به السيد احمد بادشاه والف فيه رسالة وافتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه والف فيه رسالة لانه في هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لان سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمر ويحج عنه وفي تكليفه بالاقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم وكذا في تكليفه بالعود وهو فقير حرج عظيم ايضا واما ما في البدائع فاطلاقه الكراهة المنصرفة الى التحريم يقتضي ان كلامه في الصرورة الذى تحقق الوجوب عليه من قبل كما يفيده ما مر عن الفتح نعم قدمنا اول الحج عن اللباب وشرحه ان الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي في انه ان قدر على المشي لزمه الحج ولا ينوى النفل على زعم انه فقير لانه ماكان واجبا ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں نے گزشتہ سال حج کیلئے رقم بینک یا کسی کے پاس جمع کرائی ہو اور حج کی منظوری نہ ہوئی اور اسی رقم سے آئندہ سال جانے کا ارادہ ہو تو اس رقم پر سالانہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: حج کیلئے داخل شدہ رقم منظوری سے قبل امانت ہوتی ہے لہٰذا اس پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راقم الحروف نے دو سال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں مگر منظور نہ ہوئیں، اب حج کی رقم بینک میں جمع ہے اور

(بقیہ حاشیہ) علیه وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه حتى لو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا، لكن هذا لا يدل على ان الصرورة الفقير كذلك لان قدرته بقدرة غيره كما قلنا وهي غير معتبرة بخلاف مالوخرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه عند وصوله الى الميقات صار قادرا بقدرة نفسه فيجب عليه وان كان سفره تطوعا ابتداء ولو كان الصرورة الفقير مثله لما صح تقييد ابن الهمام كراهة التحريم بما اذا كان حجه عن الغير بعد تحقق الوجوب عليه وتعليله لكراهة بانه تضيق الوجوب عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبيل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: ويخالفه ما في معراج الدراية في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري.

(البحر الرائق ۲: ۲۰۶ كتاب الزكوٰة)

دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے زندگی کا بھروسہ نہیں اگلے سال تک زندہ رہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب لالہ رخ واہ کینٹ ۱۹۷۱ء/۱۲/۳۰

الجواب: دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے﴿۱﴾ جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا اھم فالاھم کو مقدم کرے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے والدین کے ساتھ تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں حج کیا تھا، اب الحمدللہ میں بالغ اور غنی ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ حج نفل تھا اب آپ پر دوبارہ حج فرض ہوگیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر ہشیم وزیرستانی ۱۹۸۲ء/۱۲/۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان ملکه فیه ای فی الوقت فلیس له صرفه الی غیر الحج فلو صرفه لم یسقط الوجوب عنه وهذا تصریح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفهوما.

(ارشاد الساری ۱ :۳۳ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة النووی: (قوله فقال رجل یا رسول اللهﷺ ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا قال انطلق فحج مع امرأتک) فیه تقدیم الاهم من الامور المتعارضة لانه لما تعارض سفره فی الغزو وفی الحج معها رجح الحج معها لان الغزو یقوم غیره فی مقامه عنه بخلاف الحج معها.

(شرح النووی فی ذیل مسلم ۱ :۴۳۴ قبیل باب مایقول اذا رجع من الحج)

الجواب فرض حج کیلئے بالغ ہونا شرط ہے قبل از بلوغت حج کرنے سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا صاحب استطاعت کیلئے بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے (لباب﴿۱﴾ ھدایه﴿۲﴾). وهو الموفق

فریضہ حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اہلیہ کے ساتھ حج کیلئے جانا چاہتا ہوں مگر میرا سب سے چھوٹا لڑکا غیر شادی شدہ ہے اسلئے اس کا غیر شادی شدہ ہونا میرے حج بیت اللہ کیلئے جانے میں حائل ہو سکتا ہے؟ میری عمر پچھتر سال سے زائد ہو چکی ہے اسلئے اطمینان قلبی کیلئے یہ امر دریافت طلب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم خان صوبیدار میجر واہ کینٹ

الجواب: آپ کے فریضہ حج کی تاخیر کیلئے کسی اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الثالث البلوغ وهو شرط الوجوب والوقوع عن الفرض لا عن الجواز او الصحة فلا یجب علی صبی ممیز او غیر ممیز، فلو حج فهو نفل لا فرض لکونه غیر مکلف فلو احرم ثم بلغ فلو جدد احرامه یقع عن فرضه والافلا الخ.

(ارشادالساری ۲۵ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾قال العلامة المرغینانی: وانما شرط الحریة والبلوغ لقوله علیه الصلاة والسلام ایما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعلیه حجة الاسلام وایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام. قال ابن الهمام: روی الحاکم من حدیث محمد بن المنهال حدثنا یزید بن زریع حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابی ظبیان عن ابن عباس رضی الله عنهما قال، قال رسول اللهﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه ان یحج حجة اخری ..... وقال صحیح علی شرط الشیخین.

(الهدایة مع فتح القدیر ۲: ۳۲۵ کتاب الحج)

ہے﴿۱﴾آپ ضرور حج کیلئے تیاری کریں۔ وهو الموفق

پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی غیر شادی شدہ ہے تو والد صاحب پہلے بھائی کیلئے شادی کرائیں یا پہلے حج ادا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب......یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والد پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس صورت میں بیٹے کی شادی سے پہلے حج کا فریضہ ادا کرے، کما فی الدر المختار ۲: ۲۳۲﴿۲﴾ . وهو الموفق

محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب وعجم برابر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمر بیوہ گاں کی طبعی حالت نکاح کا متحمل نہیں ہوتا، لہٰذا اگر وہ معتمد آدمی کے ساتھ حج کیلئے جائیں تو کیوں جائز نہیں ہے؟ اور یہ عدم جواز کا مسئلہ صرف عجم کیلئے ہے یا عرب کیلئے بھی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی بیوہ عورتیں ہوں گے جن کا کوئی محرم نہیں ہوگا، وہ تو وہاں حج ادا کرتی ہیں کیا ان کیلئے بھی بغیر محرم کے حج ممنوع ہے؟ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ ایسی معمر بیوہ کا حج قبول نہیں جو نکاح نہ کرے یا محرم ساتھ نہ ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم پشاور

﴿۱﴾ وفی الهندیة: اذا وجد مایحج به وقد قصد التزوج یحج به ولا یتزوج لان الحج فریضة اوجبها الله تعالیٰ علی عبده کذا فی التبیین.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۱۷ بحث ومنها القدرة علی الزاد والراحلة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان کان قبل خروج اهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۶ کتاب الحج)

الجواب: محترم المقام وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ عورت کیلئے خاوند اور محرم کے بغیر حج کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے اس حکم میں عجم اور عرب کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ جس عورت کا مقام مقدار سفر سے کم دور ہو تو اس کیلئے زوج اور محرم شرط نہیں ہے، فی الدر المختار مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزاً فی سفر...... ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة (مختصراً)﴿۱﴾. وهو الموفق

بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے ابن الابن پیدا ہوئے ہیں یعنی اسی سال کے قریب ہوگی کیا یہ عورت گاؤں کے کسی دوسرے غیر محرم آدمی کے ساتھ حج کیلئے جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی مشرف خان سیدو شریف سوات

الجواب: بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق...... لامرأة حرة ولو عجوزا في سفر، وفی ردالمحتار ۲: ۱۹۹ (قوله ولو عجوزاً) ای لاطلاق النصوص بحر، وقال الشاعر ۔

لکل ساقطة فی الحی لاقطة

وکل کاسدة یوما لها سوق ﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت عدم شوہر ومحرم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

ایک اجنبی شخص کو دینی اور اسلامی بھائی بنا کر اس کیساتھ حج یا عمرہ کیلئے جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مدرسہ اشاعت قرآن شامی بالا پشاور ۱۹۷۷ء/ ۸/ ۱۶

الجواب: کسی عورت کیلئے زوج یا محرم کے بغیر سفر حج وغیرہ کیلئے جانا حرام ہے اجنبی شخص زبانی بھائی بہن کی گفتار سے محرم نہیں بن سکتا ہے، کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق مع وجوب النفقة لمحرمها علیها لامرأة حرة ولو عجوزا (بحذف یسیر) ھامش ردالمحتار ۲: ۱۹۹ ﴿۱﴾. وھو الموفق

ائیر پورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سعودعرب مدینہ منورہ میں مقیم ہے وہ کہتا ہے کہ میری بیوی کو اس کا والد کراچی ائیر پورٹ سے ہوائی جہاز میں سوار کرے اور میں مقررہ وقت پر جدہ کے ہوائی اڈہ پر موجود رہوں گا، تو بیوی کو لے جاؤں گا، اور کہتا ہے کہ یہاں کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ضرورت کے وقت نوجوان عورت بغیر محرم کے ہوائی جہاز میں سفر کرسکتی ہے، لیکن اس کی بیوی کا والد کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے اور سفر سے ناواقف ہے لہٰذا شرعاً یہ بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی، نیز زید کی مجبوری بھی نہیں ہے وہ مالدار آدمی ہے یہاں آکر اپنی بیوی کو لے جائے نیز والدین سے ملاقات بھی کرے گا جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اب ان دونوں میں سے کس کا قول حق ہے، بینوا من کتب الحنفیة بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا.

المستفتی: عبدالواحد ملتان

الجواب: بیوی کے والد کی بات حق ہے حدیث اور فقہ کے موافق ہے، قال رسول الله ﷺ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعداً الا ومعها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذومحرم منها (رواہ ابوداؤد) ﴿۱﴾. وبمعناہ فی سائر کتب الاحادیث ﴿۲﴾. وفی الهندیة ۵: ۳۶۶ ولا تسافر المرأة بغیر محرم ثلثة ایام فما فوقها ﴿۳﴾ وهکذا فی سائر کتب الفقه، البتہ ضرورت کے وقت امام شافعی اور حماد کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتمد عورتوں کے ساتھ جانا جائز ہے جبکہ ان عورتوں کے ساتھ محارم وغیرہ موجود ہوں ﴿۴﴾ اور حماد فرماتے ہیں کہ نیک مردوں کے ساتھ جا سکتی ہے، کما فی الهندیة ۵: ۳۶۶ قال حماد رحمه الله لابأس للمرأة ان تسافر بغیر محرم مع الصالحین ﴿۵﴾. وهوالموفق

حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے سعودی عرب سے

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۴۸ باب فی المرأة تحج بغیر محرم کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ یخطب یقول: لا یخلون رجل بامرأة الا ومعها ذومحرم ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یارسول الله، ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا فقال انطلق فحج مع امرأتک.
(صحیح مسلم ۱: ۴۳۴ کتاب الحج، صحیح البخاری ۱: ۲۵۰ کتاب الحج)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۶۶ الباب السادس والعشرون من الکراهیة)

﴿۴﴾ قالوا الشافعیة: ان یکون مع المرأة زوجها او محرمها او نسوة یوثق بهن اثنتان فاکثر، فلو وجدت امرأة واحدة فلا یجب علیها الحج وان جاز لها ان تحج معها حجه الفریضة بل یجوز لها ان تخرج وحدها لاداء الفریضة عند الامن.
(الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۵۵۲ شروط صحة الحج)

﴿۵﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۶۶ قبیل الباب السابع والعشرون فی القرض والدین)

اپنی والدہ کیلئے کئی بار حج کا داخلہ کیا مگر محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کا حج مؤخر ہوتا رہا، اب محلّہ کا ایک نیک اور متدین شخص حج کیلئے جاتا ہے عورت کے ورثاء کا ارادہ ہے کہ حاجی کیمپ اور جہاز تک اولیاء ساتھ جائیں گے اور جدہ ائیرپورٹ پر اس کا بیٹا اس کو لے کر حج کرائے گا لیکن ہوائی جہاز کا یہ تین چار گھنٹے کا سفر بلامحرم ہوگا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحمٰن شاہ حقانی......۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بغیر محرم یا زوج کے ہر سفر کرنا معصیت ہے لحدیث ورد بذلک ﴿۱﴾ وصرح به جمیع ارباب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محارم نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج پر جانا چاہتی، کیا

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: سمعت رسول الله ﷺ يخطب يقول: لا يخلون رجل بامرأة الا ومعها ذومحرم، ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم، فقال رجل، فقال يا رسول الله، ان امرأتی خرجت حاجة، وانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا، فقال انطلق فحج مع امرأتک، متفق علیه واللفظ لمسلم.

(بلوغ المرام ۲۲۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلی: ولا تحج المرأة الا بزوج او محرم اذا کان سفرا، لقوله علیه الصلاة والسلام، لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر ثلاثة ایام فما فوقها الا ومعها زوجها او ذورحم منها، (رواه البخاری ومسلم ومالک وابوداؤد والترمذی واحمد) وقال علیه السلام لا تحج المرأة الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها والمحرم کل من لایحل له نکاحها علی التابید الخ.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱:۱۸۲ کتاب الحج)

وہ اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نجم الرحمٰن بقلم خود......۲۲/۵/۱۹۷۲ء

الجواب: چونکہ یہ اشخاص نہ محارم ہیں اور نہ ازواج ہیں لہٰذا یہ عورت ان کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بلامحرم سفر ناجائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی والدہ کیلئے حج کا داخلہ کرائے، حالانکہ بیٹا سعودیہ میں ہے اگر وہ کراچی سے جدہ تک صرف جہاز میں بلامحرم سفر کرے اس کا کیا حکم ہے اور یہ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودیہ......۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: کراچی سے جدہ تک یہ بلامحرم سفر ناجائز ہے مگر صحت حج اور فراغت ذمہ سے مانع نہیں ہے (ماخوذ از شامیہ) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاہد نے اپنی بیٹی شاہدہ کی شادی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومع زوج او محرم) ...... والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة اورضاع او صهرية كما في التحفة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۷ كتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة، قال ابن عابدين: اى التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم زاد مسلم في رواية اوزوج. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبيل مطلب في فروض الحج وواجباته)

مسٹرمشہود سے بحق مہر ایک لاکھ ستر ہزار کرائی، شاہد نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ قبض کئے اور بہت جلد شاہدہ نے یہ رقم والد کو بخش دی اب سوال یہ ہے کہ کیا شاہدہ پر انہی رقم سے حج فرض ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: قاری مولوی محمد زمان صاحب خطیب جامع مسجد میران شاہ شمالی وزیرستان......۱۹۹۰ء/۵/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی نے یہ مہر شوال کے داخل ہونے یعنی زمانہ داخلہ حج کے بعد ہبہ کیا ہے تو باپ اور بیٹی دونوں پر حج فرض ہو چکا ہے، اور اگر شوال یعنی زمانہ داخلہ حج سے قبل ہبہ کیا ہے تو صرف والد پر حج فرض ہے﴿۱﴾۔ **وهو الموفق**

فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہو چکی ہے اور اس پر حج فرض ہوا ہے، کیا یہ عورت حج پر جانے کیلئے شوہر سے اجازت لے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: خیال حنان اورکزئی ابوظہبی امارات.... ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت پر حج فرض ہو اور محرم ساتھ ہو تو شوہر سے اجازت مانگنی ضروری نہیں ہے بغیر اجازت شوہر حج کیلئے جا سکتی ہے (ردالمحتار ۲: ۲۰۰) ﴿۲﴾۔ **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: والوقت ايضا فلا يجب قبل اشهر الحج حتى لو ملك مابه الاستطاعة قبلها كان في سعة من صرفها الى غيره وافاد هذا قيدا في صيرورته دينا اذا افتقر وهو ان يكون مالكا في اشهر الحج فلم يحج والاولىٰ ان يقال اذا كان قادرا وقت خروج اهل بلده ان كانوا يخرجون قبل اشهر الحج لبعد المسافة او قادرا في اشهر الحج ان كانوا يخرجون فيها ولم يحج حتى افتقر تقرر دينا وان ملك في غيرها وصرفها الى غيره لا شيئ عليه. (فتح القدير ۲: ۳۲۱ مقدمه يكره الخروج الى الحج اوذكره احد ابويه الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وليس لزوجها منعها) اى اذا كان معها محرم والا فله منعها كما يمنعها عن غير حجة الاسلام ولو واجبة (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کیلئے مصمم ارادہ کرلیا ہے چونکہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کرر ہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی ،لہٰذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی :صوفی فضل دین حائل مدینہ منورہ سعودیہ.....۲۱/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔وھو الموفق

مگر غیر حاضری کے ایام کے تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔(سیف اللہ حقانی)

صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :شاہ جہان تبوک سعودی عرب .....یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کرسکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا کیونکہ صحت کا ہونا حج کیلئے شرط ہے اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج بدل درست نہ ہوگا، لما فی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۹۲ علی حرمسلم

(بقیه حاشیه) بصنعها کالمنذورة ۔ وکذا لو دخلت مکة بعد مجاوزة المیقات غیر محرمة لان حق الزوج لاتقدر علی منعه بعقلیا بل بایجاب الله تعالی فی حجة الاسلام رحمتی.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۸ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

مکلف صحیح البدن، وفی الشامیة تحت قوله صحیح البدن فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف بٹگرام......۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے ورنہ مستحق وعید ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے لیکن جو لوگ حل صغیر یعنی میقات اور زمین حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر طواف قدوم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف قدوم یعنی طواف تحیة الکعبة آفاقی مفرد بالحج یا قران کرنے والے کیلئے سنت ہے اور اہل مکہ اور آفاقی متمتع اور معتمر پر طواف قدوم نہیں ہے (ارشاد الساری)﴿۳﴾ اور فقہاء نے حل صغیر

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا وذلک ان الله تبارک وتعالیٰ یقول" ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا" رواه الترمذی ومثله رواه الدارمی.

(مشکوٰة المصابیح ۱: ۲۲۲ الفصل الثانی کتاب المناسک)

﴿۳﴾ قال العلامة الملا علی القاری: الاول طواف القدوم ...(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کواہل مکہ کے حکم میں شمار کیا ہے خلافا للقهستانی ﴿۱﴾. فلیراجع الی ردالمحتار ﴿۲﴾. وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف وداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حل صغیر یعنی میقات کے اندر رہنے والوں پر طواف وداع واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف وداع (طواف صدر) میقات سے باہر آفاقی حاجی پر واجب ہے اور اہل میقات اور اہل مکہ اور معتمر پر واجب نہیں ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) ویسمی طواف التحیة...... وهو سنة..... للآفاقی دون المیقاتی والمکی المفرد بالحج والقارن..... بخلاف المعتمر ای المفرد بالعمرة والمتمتع ولو آفاقیا والمکی ای وبخلاف المکی اذا کان مفردا بالحج ومن بمعناه ای ومن سکن او اقام من اهل الآفاق بمکة وصار من اهلها فانه لا یسن فی حقهم. (ارشاد الساری ۹۲ باب انواع الاطوفة)

﴿۱﴾ قال العلامة شمس الدین الخراسانی القهستانی: وقد سن هذا الطواف للآفاقی ای الخارجی کما فی المتداولات لکن فی خزانة المفتیین انه واجب علی الاصح فلا یسن للمکی اذ لا قدوم له ویسن لاهل المواقیت وداخلها. (جامع الرموز ۱: ۴۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله للآفاقی) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیت ومن دونها الی مکة سراج وشرح اللباب الا ان المکی اذا خرج للآفاق ثم عاد محرما بالحج فعلیه طواف القدوم لباب فهذا خلاف مافی القهستانی من انه یسن لاهل المواقیت وداخلها فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۸۱ مطلب فی طواف القدوم)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامی: (ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع) وهو واجب الاعلی اهل مکة) افاد وجوبه علی کل حاج آفاقی مفرد او متمتع او......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کیلئے چلی گئی دوران حج یعنی آٹھ ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک حیض میں رہی، طواف رکن جو کہ فرض ہے مسجد میں کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہانزیب جمال گڑھی مردان...... ۱۹۸۸ء/۱/۴

الجواب: ایسی حائضہ عورت تمام افعال حج ادا کرے گی سوائے طواف اور سعی کے اور جس وقت پاک ہو جائے تو طواف وغیرہ کرے گی خواہ اٹھارویں تاریخ کو پاک ہو جائے یا اس سے قبل (شامی وغیرہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عرفات میں جمع بین الصلاتین کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرفات میں جو جمع بین الصلوتین ہوتی ہے اگر یہ نمازیں باجماعت اپنے اپنے وقت میں ادا کی جائیں تو حج میں نقصان ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق صاحب.... ۱۹۸۵ء/۱۲/۱۱

(بقیه حاشیه) قارن فلا یجب علی المکی ولا علی المعتمر مطلقا ..... (ومن فی حکمهم) ای ممن کان داخل المواقیت وکذا من نوی الاستیطان قبل حل النفر کما مر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۲ مطلب فی طواف الصدر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی. وحیضها لا یمنع نسکا (من اعمال الحج) الا الطواف (والسعی فهو حرام من وجهین دخولها المسجد وترک واجب الطهارة) ولا شیئ علیها بتاخیره اذا لم تطهر الا بعد ایام النحر فلو طهرت فیها بقدر اکثر الطواف لزمها الدم بتاخیره لباب. (الدرالمختار مع توضیح ردالمحتار ۲: ۲۰۲ قبیل باب القران)

الجواب: اس میں کوئی نقصان نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عرفات یا راستہ میں نماز مغرب وعشاء نہیں پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے یا راستہ میں وقت کے اندر ادا کرے اور عشا کی نماز وہاں ادا کرے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مشیط سعودیہ

﴿۱﴾عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......ان دونوں نمازوں کو جمع کرتے وقت حج کے احرام میں ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کیلئے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے۔

(۲)......دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۳)......دونوں نمازوں میں بادشاہ وقت (خلیفہ) یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، کسی اور کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے، صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے۔

(۴)......ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے یہ شرط متفق علیہ ہے۔

(۵)......جمع بین الصلاتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

(۶)......مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

پس جمع بین الصلاتین فی العرفات کی کل چھ شرطیں ہیں اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے،......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: حاجی نماز مغرب اور نماز عشاء عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں ادا نہیں کرے گا، اگر یہ نمازیں وہاں ادا کیں تو مزدلفہ میں دوبارہ ادا کی جائیں گی، اور بوقت عشاء یہ دونوں نمازیں ادا کئے جائیں گی اگر چہ بوقت مغرب مزدلفہ کو پہنچے ہوں (شرح لباب﴿۱﴾ شامی﴿۲﴾)۔ وھو الموفق

رمی جمرات کیلئے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ رمی جمرات یعنی شیطان مارنے کیلئے کنکریاں وہیں سے اٹھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کنکریاں کہاں سے لینا مستحب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء

(بقیہ حاشیہ) اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھ لے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کرلیں (عمدۃ الفقہ ۴: ۲۱۹)۔

منہاج السنن شرح جامع السنن میں ہے: وقال ابویوسف ومحمد لا یشترط له الامام ولا نائبه وفی البرهان ان قولهما اظهر من حیث الدلیل، وفی عصرنا وقع الاذن العام من السلطان بالجمع فی الخیام فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۳۹)...... ازمرتب

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: واما الوقت فوقت العشاء...... فلو وصل الی مزدلفة قبل العشاء لا یصلی المغرب حتی یدخل وقت العشاء. (ارشاد الساری ۱۴۶ باب احکام المزدلفة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وصلی العشاءین باذان واقامة...... ولو صلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعاده للحدیث...... والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لووصل الی مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۱، ۱۹۲ قبیل مطلب فی الدفع من عرفات)

الجواب: رمی جمار کیلئے مزدلفہ یا راستے سے کنکریاں اٹھا کر ساتھ لانا مستحب ہے اور ماسوائے مزدلفہ سے اٹھالینا بھی جائز ہے (شرح لباب) ﴿۱﴾ اور جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

تمام سر یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے بال تین یا چار انچ بڑے ہوں اور عمرہ یا حج پورا کرنے کے بعد قینچی سے دو تین جگہوں سے کاٹ لے، کیا یہ شخص اس سے احرام سے نکل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودی عرب c/o دفتر اہتمام ۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: احناف کے نزدیک تمام سر یا چوتھائی حصہ کا منڈوانا یا کتروانا ضروری ہے ﴿۳﴾ اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے والا شخص احرام سے خارج نہیں ہوسکتا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: یستحب ان یرفع من المزدلفة سبع حصیات...... او من الطریق ای طریق مزدلفة فھو جائز وقیل مستحب...... ویجوز اخذھا من کل موضع ای بلا کراھة الا من عند الجمرة فانه مکروه...... قال فی الفتح وماھی الا کراھة تنزیه.

(ارشاد الساری ۱۴۸ فصل فی رفع الحصی)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: ویستحب ان یأخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطریق ولا یرمی بحصاة اخذھا من عند الجمرة فان رمیٰ بھا جاز وقد اساء کذا فی السراج الوھاج. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۳۳ الکلام فی الرمی)

﴿۳﴾ قال العلامة الموود الموصلی الحنفی: والسنة حلق الجمیع فان نقص من ذلک فقد اساء لمخالفة السنة ولا یجوز اقل من الربع ونظیره مسح الرأس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل والتقصیر ان یأخذ من رؤس شعره واقله مقدار الانملة.

(الاختیار لتعلیل المختار ۱ :۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حجاج حضرات ایک دوسرے کیلئے حلق اور قصر کریں اس کا کیا حکم ہے یعنی جو شخص حجام اور وہ خود احرام میں ہے، کیا اس پر احرام کی حالت میں دوسرے محرم کیلئے حلق یا قصر سے دم لازم نہیں آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عنایت اللہ ریاض سعودی عرب ۳/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ مناسک ادا کرنے کے بعد اور مناسک کے رفض کے ارادہ کے وقت محرم اپنے سر کو خود نیز دوسرے محرم کے سر کو منڈوا سکتا ہے، اما الثانی فلما رواہ البخاری ۱: ۳۸۰ فی حدیث عمرۃ الحدیبیۃ وجعل بعضھم یحلق بعضا حتی کاد بعضھم یقتل بعضا غما ای ازدحاما﴿۱﴾، واما الاول فلما فی ارشاد الساری ۱۵۴ الی مناسک الملا علی قاری: واذا حلق ای المحرم راسہ ای رأس نفسہ او رأس غیرہ ای ولو کان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمہ شیئ انتھی﴿۲﴾ قلت ویدل علیہ الحدیث لانہ لما جاز حلق بعض المحرمین لبعض عند قصد الانتھاء جاز عند حقیقۃ الانتھاء بطریق اولیٰ فافھم۔ وھو الموفق

حج میں عورتوں اور مردوں کیلئے بال کٹوانے کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران مرد اور

﴿۱﴾ (الصحیح للبخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب الخ)

﴿۲﴾ (ارشاد الساری الی مناسک القاری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانہ وشرائط جوازہ)

عورتیں کتنے بال کٹوائیں گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد ... ۲۴/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے تمام سر کا منڈانا یا کترانا چاہئے، اور عورت کیلئے انگشت کے ایک پورے کی مقدار کا کترانا (تمام سر سے) چاہئے ﴿۱﴾ چوتھائی حصے سے کم پر اکتفا کرنا جنایت ہے مرد وزن دونوں کیلئے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک محرم نے احرام کی حالت میں سر منڈوایا تو اس حالق پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حالق پر صدقہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کیلئے دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں حضور ﷺ کا سر مبارک منڈوایا اور بال مبارک ان کے ساتھ رہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پاس کچھ بال چھوڑ کر بقیہ برائے تبرک صحابہ کرام پر تقسیم کرو، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک محرم دوسرے محرم کا بحالت احرام سر منڈوائے تو اس حالق پر صدقہ ہے کما ذکرہ کنز الدقائق باب الجنایات،

﴿۱﴾ وفي الهندية: والتقصير ان يأخذ الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الراس مقدار الانملة وفي البدائع قالوا يجب ان يزيد في التقصير على قدر الانملة وحلق الكل افضل اقتداء بالنبي ﷺ كذا في الكافي.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۱ الباب الخامس في كيفية اداء الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلك فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز اقل من الربع ونظيره مسح الرأس في الوضوء في الاختلاف والدلائل.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۹۸ فصل في افعال الحج)

اگرامام صاحب کیلئے اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہوتو وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا زاہدالرحمٰن صورتی کلہ ضلع کرک.....۱۹۸۴ء/۱۰/۴

الجواب: مناسک ختم ہونے یا ختم کرنے کے وقت ایک محرم دوسرے محرم کا سر منڈ واسکتا ہے، کما فی حدیث صلح الحدیبیة فی البخاری ۱: ۳۸۰ ﴿۱﴾ وصرح به فی ارشاد الساری ۱۵۴ ﴿۲﴾. وھو الموفق

افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمی جمرہ عقبہ اور نحر کے بعد خود اپنے آپ کا حلق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شہزادہ صاحب ترنگزئی

الجواب: افعال حج کے ختم ہونے کے بعد ہر محرم اپنا سر اور دیگر محرمین کا سر منڈا سکتا ہے، کما فی ارشاد الساری ۱۵۴ عند الخروج من الاحرام باداء افعال النسک جاز للمحرم حلق رأسه ومحرم آخر انتهیٰ ﴿۳﴾ وبدلیل حدیث عمرة الحدیبیة ﴿۴﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضا حتی کاد بعضهم یقتل بعضا غما. (صحیح البخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب کتاب الشروط)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: واذا حلق المحرم رأسه او رأس غیره ولو کان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمه شیئ.

(ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانه)

﴿۳﴾ (ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانه)

﴿۴﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلک قاموا.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

کمزور عورتوں یا بیمار کیلئے رمی جمرات کا ترک کرنا یا وکیل مقرر کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے ازدحام کی وجہ سے رمی جمرات چھوڑنا جائز ہے یانہیں؟ نیز بیمار آدمی یا عورتیں رمی کیلئے وکیل مقرر کرسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رشید گل سعودیہ عربیہ......۱۹۸۴ء/۶/۱۹

الجواب: کمزور لوگ اور زنانہ رات کے وقت رمی جمرات کرسکتے ہیں تا طلوع فجر، ان پر نہ دم واجب ہے اور نہ کوئی کراہیت لازم ہوتی ہے (مناسک ملاعلی قاری ۱۵۸)﴿۱﴾. اور جب عورت کیلئے ازدحام کے خوف کی وجہ سے رمی جمرات کا ترک کرنا جائز ہے اور ان پر دم لازم نہیں ہوتا ہے (کما فی ردالمحتار ۲: ۵۱۲)﴿۲﴾ تو توکیل بطریق اولیٰ جائز ہوگا، اور بیمار کیلئے بھی توکیل جائز

(بقیہ حاشیہ) فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخاری ۱: ۳۸۰ کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ووقت الكراهة مع الجواز من الغروب الى طلوع الفجر الثانی من غده ولو اخره الى الليل كره الا فی حق النساء وكذا حكم الضعفاء ولا يلزمه شیئ ای من الكفارة لكن يلزمه الاساءة لتركه السنة وان كان بعذر لم يكره ای تأخيره ولو اخره ای رمی اليوم الى الغد لزمه الدم والقضاء ای فی ايامه.

(ارشاد الساری ۱۵۸ قبيل فصل فی وقت الرمی فی اليومين)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله كزحمة) عبارة اللباب الا اذا كان لعلة او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شیئ عليه...... قلت وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمی فمقتضاه انه لو دفع ليلا ليرمی قبل دفع الناس وزحمتهم لا شیئ عليه......فالاولیٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلک عذرًا ظاهرا فی حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل علی ما اذا خاف الزحمة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے جبکہ خود رمی پر قدرت نہیں رکھتا ہو (ھندیه ۱: ۲۳۶) ﴿۱﴾. وھو الموفق

کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودیہ عربیہ گیا پھر احرام باندھ کر اشہر حج میں حرم شریف گیا، لیکن حکومت نے اسے افعال حج کیلئے نہیں چھوڑا اور اس کی ترحیل کردی یعنی واپس پاکستان بھیج دیا، اب اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ حج کرے کیا اس پر حج واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فرید اللہ حقانی......۶/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص محصر ہے اگر اسے احرام باندھنے کے بعد افعال حج سے منع کیا گیا ہو ﴿۲﴾ وھو کفقیر آفاقي وصل الی میقات في وجوب الحج ان لم یحرم وکان اشهر الحج (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۳۳۶) ﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیه حاشیه) لنحو مرض ولذا قال في السراج الا اذا کانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع لیلا فلا شيء علیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۹۳ مطلب في الوقوف بمزدلفة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: مریض لا یستطیع الرمي توضع الحصاة في کفه لیرمي به او یرمي عنه غیره بامره کذا في محیط السرخسي في صفة الرامي.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۳۶ فصل في المتفرقات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: المحصر من احرم ثم منع عن مضی في موجب الاحرام سواء کان المنع من العدو او المرض اوالحبس اوالکسر اوالقرح اوغیرها من الموانع من اتمام ما احرم به حقیقة او شرعا کذا في البدائع. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۵ الباب الثاني عشر في الاحصار)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: وفي اللباب الفقیر الآفاقي..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نفلی حج بہتر ہے یا نفلی صدقہ؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے فرض حج کرلیا ہے اب نفلی حج کرتا ہے اس کیلئے یہ نفلی حج کرنا بہتر ہے یا یہ رقم غربا اور مساکین پر صدقہ کرنا بہتر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشرف علی صوابی اڈہ......۱۹۸۶ء/۳/۳

الجواب: جن اہل علم نے اپنی عمر کو تعلیم وتعلم دین کیلئے وقف کیا ہے ان پر تصدق کرنا بے شمار نفلی حجوں سے بہتر ہے البتہ وہ محتاجین جو کہ رسوم اور رواجوں میں مال صرف کرنے کے متمنی ہوتے ہیں ان پر تصدق کرنے سے نفلی حج بہتر ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲:۲۴۸)﴿۱﴾. وهو الموفق

یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور واردشدہ حدیث میں کلام

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب یوم عرفہ اور یوم جمعہ ایک دن

(بقیہ حاشیہ) اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى. وينبغى ان يكون الغنى الآفاقى كذلك اذا عدم الركوب بعد وصوله الى احد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوى نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقى فلما صار كالمكى وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيًا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۵۵ كتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامى: قال الصدقة افضل من الحج تطوعا كذا روى عن الامام لكنه لما حج وعرف المشقة افتى بان الحج افضل ومراده انه لو حج نفلا وانفق الفا فلو تصدق بهذه الالف على المحاويج فهو افضل...... قال الرحمتى والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه اكثر والمنفعة فيه اشمل فهو الافضل.....واذا كان الفقير مضطرا او من اهل الصلاح او من آل بيت النبى ﷺ فقد يكون اكرامه افضل من حجات وعمر وبناء ربط.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۷۵ مطلب فى تفضيل الحج على الصدقة)

واقع ہوجائیں اسے حج اکبر کہا جاتا ہے اور اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ اس دن کا حج ستر گنا حجوں کا ثواب رکھتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ گل حسن حقانی بنوں لکی مروت......۱۹۸۳ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہ کے رو سے اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہے﴿۱﴾ البتہ اس کے متعلق واردشدہ حدیث میں کلام ہے کما فی شرح التنویر علی هامش الشامية ۲: ۳۴۸ لو قفة الجمعية مزية سبعين حجة، وفي ردالمحتار: وفي الشرنبلالية عن الزيلعي افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح ولكن نقل المناوى عن بعض الحفاظ ان هذا حديث باطل لا اصل له﴿۲﴾﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم انه ليس الحج الاكبر في تعبير القرآن والحديث ما اشتهر على السنة العوام ان الحج الاكبر ماكان فيه يوم عرفة يوم الجمعة بدليل ان الله تعالىٰ طلق الحج الاكبر على حج الصديق الاكبر، فالحج الاكبر هو الحج مطلقا ويقال للعمرة الحج الاصغر، نعم للحج الذى يكون يوم عرفة فيه يوم الجمعة له فضل كبير روى رزين في تجريد الصحاح عن طلحة بن عبيد الله بن كريز مرسلا افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم جمعة فهو افضل من سبعين حجة في غير يوم جمعة كذا في جمع الفوائد وقالوا لم نقف على اسناده نعم اقره الفقهاء. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ۴: ۱۸۴ قبيل باب ماجاء في الكلام في الطواف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۷۵ مطلب في فضل وقفة الجمعة)

﴿۳﴾ وقال الملا على قارى: رواه رزين بن معاوية في تجريد الصحاح واما ما ذكره بعض المحدثين في اسناد هذا الحديث بانه ضعيف فعلى تقدير صحته لا يضر في المقصود فان الحديث الضعيف معتبر في فضائل الاعمال عند جميع العلماء من ارباب الكمال، واما قول بعض الجهال بان هذا الحديث موضوع فهو باطل ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

حج کی وجہ سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قاتل اور حرام خور ہے کیا حج ادا کرنے سے اس کے یہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حقانی......۵/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ حاجی صاحب تائب ہوا ہے تو اس کو ماسوائے حقوق العباد کے تمام صغائر و کبائر معاف ہوجاتے ہیں، لنصوص ورد بذلک ، اور اگر تائب نہیں ہوا ہے تو ادائے حج سے صغائر بالاتفاق معاف ہوتے ہیں اور کبائر میں اختلاف ہے﴿۱﴾ کما فی شرح التنویر : هل الحج يكفر الكبائر قيل نعم كحربی اسلم وقيل غير المتعلقة بالآدمی كذمی اسلم، وقال عياض اجمع

(بقیه حاشیه) مصنوع مردود عليه ومنقلب اليه لان الامام رزين بن معاوية العبدرى من كبراء المحدثين ومن عظماء المخرجين ونقله سند معتمد عند المحققين وقد ذكره فی تجريد صحاح الست فان لم يكن رواية صحيحة فلا اقل من انها ضعيفة كيف وقد اعتضد بما ورد ان العبادة تضاعف فی يوم الجمعة مطلقا بسبعين ضعفا بل بمأة ضعف علی ما سيأتی الخ.
(الحظ الاوفر فی الحج الاكبر فی ذيل ارشاد الساری ۳۱۹ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: ان الاصل فی تكفير الكبائر التوبة كما صرح به القاضی عياض فلا يقطع بتكفير الحج الكبائر لظاهر الاحاديث ولكن ليس معنى التكفير انه سقط عنه قضاء مافات منه من الصلاة والصوم والزكاة وسقط عنه الدين وحقوق العباد بل معنى التكفير سقوط اثم تاخير العبادات واثم مطل الدين وغيره،وعفو الكبائر التی لا بدل لها كالزنا وشرب الخمر، وعفو حقوق الله تعالیٰ اذا مات قبل القدرة علی ادائها، وعفو حقوق العباد بارضاء الخصوم عنه هذا ملخص كلام الفقهاء والمحدثين.
(منهاج السنن شرح الترمذی ۴:۸۶ باب ثواب الحج والعمرة)

اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة (۲: ۳۴۹)﴿۱﴾. وهو الموفق

حج سے گناہوں کی معافی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ "من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه" (الحدیث) کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے اس سے جو عبادات بدنیہ مالیہ رہ چکی ہیں وہ معاف ہو جاتی ہیں یا افعال مذمومہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل

المستفتی: عبدالقدوس مالہ ڈھیری رستم مردان ۱۹۷۳ء/۲/۲۴

الجواب: حج سے گناہ صغیرہ اور وہ حقوق اللہ جن کیلئے قضا نہ ہو معاف ہو جاتے ہیں، اور حقوق العباد اور وہ عبادات جن کیلئے قضا مشروع ہے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی امید بھی ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حج سے حقوق العباد کی معافی کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج سے صغیرہ وکبیرہ دونوں قسم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: هل الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم وقیل غیر المتعلقة بالآدمی کذمی اسلم وقال عیاض اجمع اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا لله تعالیٰ کدین صلاة وزکاة نعم اثم المطل وتاخیر الصلاة ونحوها یسقط وهذا معنی التکفیر علی القول به.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر)

(وهکذا فی البحر الرائق ۲: ۳۳۸ باب الاحرام مبحث العرفات کلها موقف)

گناہ معاف ہو جاتے ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہو جاتے لیکن احادیث نے عموم کی وجہ سے اس میں صغیرہ وکبیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ارشاد الرحمٰن خمیس مشیط ۱۹۸۴/۷/۱۱

الجواب: بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی حدیث "فاجیب الی ما سأل" کی بنا پر حج سے حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو ایک عظیم درجہ دینے سے راضی کرے گا اور اس ظالم کو معاف کرے گا، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۳۴۹، ۳۵۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لحدیث ابن ماجه فی سننه المروی عن عبد الله بن کنانة بن عباس بن مرداس ان اباه اخبره عن ابیه ان رسول اللهﷺ دعا لامته عشیة عرفة فاجیب انی غفرت لهم ماخلا المظالم فانی آخذ للمظلوم منه فقال ای رب ان شئت اعطیت المظلوم الجنة وغفرت للظالم فلم یجب عشیةعرفة فلما اصبح بالمزدلفة اعاد الدعاء فاجیب الی ما سأل الحدیث، وقال ابن حبان ان کنانة روی عنه ابنه منکر الحدیث وکلاهما ساقط الاحتجاج وقال البیهقی هذا الحدیث له شواهد کثیرة ذکرناها فی کتاب الشعب فان صح بشواهده ففیه الحجة والا فقد قال تعالیٰ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء وظلم بعضهم بعضا دون الشرک، وروی ابن المبارک انهﷺ قال ان الله عزوجل قد غفر لاهل عرفات واهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقام عمر فقال یارسول الله هذا لنا خاصة قال هذا لکم ولمن اتی من بعدکم الی یوم القیامة فقال عمر رضی الله عنه کثر خیر ربنا وطاب وتمامه فی الفتح وساق فیه احادیث اخر والحاصل ان حدیث ابن ماجه وان ضعف فله شواهد تصححه والآیة ایضا تؤیده ومما یشهد له ایضا حدیث البخاری مرفوعا من حج ولم یرفث ولم یفسق رجع من ذنوبه کیوم ولدته امه وحدیث مسلم مرفوعا ان الاسلام یهدم ماکان قبله وان الهجرة تهدم ماکان قبلها وان الحج یهدم ماکان قبله الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الکبائر)

چهل مسائل حج

مسائل حج سے متعلق مختلف قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پشتو زبان میں حضرت مفتی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ (مسائل حج) بھی ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ہے جس میں حج اور عمرے کے وہ مسائل ذکر کیے گئے ہیں جو بہت ضروری ہیں اور عوام ان میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں، اس رسالہ سے چند اہم اور ضروری مسائل برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیے جا رہے ہیں...... (از مرتب)

مسئلہ: (۱)...... احرام: حج یا عمرے کی نیت کو کہا جاتا ہے جس کے بعد تلبیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں یہ غلط ہے چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۲)...... اضطباع: اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے وقت ساتوں چکر میں دایاں ہاتھ اور کندھا کھلا رکھے۔

مسئلہ: (۳)...... رمل: اس عمل کو کہتے ہیں کہ طواف کے اول تینوں چکر میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلے لیکن دوڑے نہیں۔

مسئلہ: (۴)...... ھدی: اس دنبے، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کو کہا جاتا ہے جو منی اور حرم میں ذبح کیے جاتے ہیں اور اس میں قربانی کی شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ: (۵)...... جنایت: احرام یا حرم کی بے حرمتی کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۶)...... جزا اور کفارہ جنایت کی سزا کو کہتے ہیں۔

مسئلہ: (۷)......دم: دنبے وغیرہ کے ذبح کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۸)......صدقہ: مقدار فطرانہ غلہ وغیرہ خیراتی دینے کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۹)......زمین حرم: مکہ معظمہ کی زمین اور مکہ معظمہ کی چاروں طرف ایک معلوم زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۰)......زمین حل: زمین حرم سے باہر میقات تک زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۱)......میقات: اس مقام کو کہا جاتا ہے جس سے حج یا عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۱۲)......آفاق: میقات سے باہر زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۳)......اگر ایک متمتع عمرہ ادا کرے اور پھر مکہ میں رہ جائے تو یہ متمتع اس عمرہ اور حج کے درمیان میں عمرے کر سکتا ہے اور اس پر دم لازم نہیں ہوتا۔(ارشاد الساری، منحۃ الخالق وغیرہ).

مسئلہ: (۱۴)......رمضان میں عمرہ مستحب ہے اور اس عمرہ کا ثواب حجۃ الوداع کے برابر ہے۔(ابو داؤد وغیرہ)۔

مسئلہ: (۱۵)......جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی حیثیت سے مناسب اس کے کرایہ، نفقہ اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کیلئے واپسی تک کافی ہو تو اس پر حج فرض ہے (شامی).

مسئلہ: (۱۶)......جس پر قرض ہو جیسے مہر وغیرہ، اس قرض کی مقدار کے علاوہ اگر سابق مقدار مال اس کے پاس ہو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۱۷)......اگر کسی تاجر کا ذریعہ معاش تجارت ہو، اس پر حج اس وقت فرض ہو جاتا ہے کہ کرایہ اور نفقہ کے علاوہ اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہ جاتا ہو کہ اس پر تجارت کا کاروبار چل سکتا ہو (ھندیہ).

مسئلہ: (۱۸)...... جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کیلئے کافی ہو لیکن مدینہ منورہ جانے اور تبرکات وغیرہ کی گنجائش نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے (قواعد فقه).

مسئلہ: (۱۹)...... اگر کسی کے پاس مال ہو لیکن مکان نہ ہو تو اس نے اگر قافلوں کی روانگی سے قبل یا شوال شروع ہونے سے قبل مکان نہیں خریدا اس پر حج فرض ہوا (هندیه).

مسئلہ: (۲۰)...... اگر فقیر آدمی تکلیف برداشت کرے اور میقات تک اپنا آپ پہنچادے اور حج کی نیت کرے یا فرض حج کی نیت کرے اس کا ذمہ فریضہ حج سے فارغ ہوا، اگر اس کے بعد غنی ہو جائے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں، اور اگر یہ فقیر میقات میں نفلی حج کی نیت کرے تو یہ نفل حج ہوا اور فرض حج پھر ادا کرے گا (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۱)...... اگر عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج اختیار کرے، حج ادا ہوا لیکن یہ سفر گناہ کا سفر ہے اگر چہ بندرگاہ یا ائیر پورٹ پر محرم یا شوہر کھڑا ہو۔

مسئلہ: (۲۲)...... محرم ہر اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو البتہ اس زمانہ فسق میں رضاعی بھائی، دیوث وبے غیرت شوہر اور جوان سال ساس کا داماد کے ساتھ ہر سفر پر جانا جائز نہیں ہے (شامی).

مسئلہ: (۲۳)...... حاجیوں کے ساتھ جلب کرنا کار ثواب ہے اگر ثواب یا اکرام یا امداد کے ارادہ سے ہو اور اگر ریا، فخر یا حاجیوں کے تقرب حاصل کرنے کیلئے ہو تو کار عذاب ہے، اسی طرح حاجیوں کا استقبال اگر دعا کرانے یا اکرام یا امداد کیلئے ہو کار ثواب ہے اور اگر دیگر اغراض کیلئے ہو تو رسم قبیح اور کار عذاب ہے (قواعد شرع).

مسئلہ: (۲۴)...... صلاۃ احرام کے وقت کندھوں اور سر کو چھپائے گا (شرح لباب، قواعد فقه).

مسئلہ: (۲۵)...... صلاۃ احرام کے بعد متصل نیت کرنا یا تلبیہ پڑھنا نہ فرض ہے نہ شرط ہے

لہٰذا اگر موسم کے خرابی کی وجہ سے اگر کوئی آدمی صلاۃ احرام ایئر پورٹ میں ادا کرے اور نیت وتلبیہ جہاز کی باقاعدہ روانگی کے بعد کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں (قواعد فقه).

مسئلہ: (۲۶)...... جو لوگ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے پاکستانی حاجی اور عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے اور اسی طرح دیگر محرموں کیلئے طواف سے پہلے اضطباع کرنا خلاف سنت ہے (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۷)...... جب مکہ معظمہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے کہ پہلے سامان وغیرہ مناسب جگہ پہنچا دے اور اس کے بعد طواف یا عمرہ ادا کرے (شرح لباب).

مسئلہ: (۲۸)...... نیت طواف کرنے کے بعد حجر اسود کی طرف جائے اور منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور پیشانی حجر اسود پر رکھ دے اور تین بار بوسہ لے اور چپ چپ کی آواز نہ آنے پائے۔

مسئلہ: (۲۹)...... چونکہ حجر اسود پر خوشبو وغیرہ ہوتی ہے اسلئے محرم کیلئے احتیاط یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے (قواعد فقه).

مسئلہ: (۳۰)...... جب رکن یمانی کو پہنچ جائے تو دونوں ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اس پر رکھے گا نہ اس کا بوسہ لے گا اور نہ اس پر پیشانی رکھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکن یمانی کا بوسہ لینا سنت ہے اور اگر ہاتھ رکھنا مشکل ہو تو اشارہ نہیں کرنا چاہئے، بغیر اشارہ کے چلا جائے۔

مسئلہ: (۳۱)...... اگر ازدحام کی وجہ سے رمل نہ ہو سکتا ہو تو طواف کو مؤخر کرے اور اگر ازدحام کم ہونے کی امید نہ ہو طواف شروع کرے اور اول تین چکر کے دوران میں اگر موقع پالے رمل کرے (شامی).

مسئلہ: (۳۲)...... خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے لیکن طواف کے دوران میں خانہ کعبہ کو نہیں دیکھا جائے گا۔ (غنیة، ایضاح نووی).

مسئلہ: (۳۳)...... اگر طواف کرنے والا نمازیوں کے سامنے چلتا ہے تو جائز ہے (شامی).

مسئلہ: (۳۴) ...اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں طواف کیا یہ مکروہ ہے لیکن اس پر نہ دم واجب ہے اور نہ صدقہ، خواہ یہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل، اور خواہ تھوڑی جگہ ناپاک ہو یا سب کپڑے۔ (شرح لباب).

مسئلہ: (۳۵).....صلوٰۃ طواف مسجد حرام، زمین حرم اور زمین حل وغیرہ میں ہر جگہ جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہو یا میزاب رحمت کے نیچے ہو (شامی).

مسئلہ: (۳۶) اگر کسی نے زیادہ طواف کئے اور آخر میں ہر طواف کیلئے دو دو رکعت نماز ادا کرے تو ذمہ فارغ ہوا اگرچہ یہ طریقہ مکروہ ہے (شامی، شرح لباب).

مسئلہ: (۳۷) آب زمزم سے تبرکا چار اندام اور غسل کیا جا سکتا ہے البتہ اس کے ساتھ استنجا، بے وضو کا وضو کرنا، غسل جنابت اور غلاظت دھونا مکروہ ہے (شرح لباب). چونکہ مسجد میں وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اسلئے آب زمزم کے ساتھ مسجد سے باہر پاک جگہ میں وضو اور غسل کیا جائے گا۔ (بحر، شامی).

مسئلہ: (۳۸).....آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۹).....اگر کسی نے ایک چوتھائی سے کم سر مونڈا یا کترایا یہ احرام سے نہیں نکلا ہے اگر کپڑے پہن لے یا خوشبو استعمال کرے اس پر دم یا صدقہ لازم ہو جاتا ہے (شامی وغیرہ)۔

مسئلہ: (۴۰)..... جس نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج ادا کرے اور حج کے بعد زیارت روضہ مطہرہ کیلئے جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو اس کو اختیار ہے کہ پہلے زیارت کیلئے مدینہ منورہ جائے یا پہلے حج ادا کرے، اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ سے ہو وہ پہلے زیارت روضہ مطہرہ کرے۔ (شرح لباب) مدینہ منورہ میں حجرہ شریفہ کو بوسہ دینا، ہاتھ رکھنا، لپٹنا، سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین بوسی وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب).

الله
الله
مسائل منشورہ

قال اللّٰه تعالیٰ :
ویطوف علیهم ولدان
مخلدون، اذا رأیتهم حسبتهم
لؤلؤا منثورا.
الدهر : ۱۹

مسائل منثورہ

دارالحرب کے زیراثر ممالک سے حج کیلئے جانا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہمند ایجنسی سے لوگ افغانستان کے راستے حج کیلئے جاتے ہیں کیونکہ سہولتیں بھی زیادہ میسر ہیں اور رقم بھی کم خرچ ہوتی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد کسی مسلمان کیلئے کابل کے راستے سے حج بیت اللہ کیلئے جانا جائز نہیں ہے، یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے، جبکہ ہمارے لوگ اس طرح کابل آتے جاتے ہیں جس طرح پہلے آتے جاتے تھے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالرحمٰن یکہ غنڈ مہمند ایجنسی.....۲۰/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب روس اور چین سے حج بیت اللہ کیلئے جانا ممنوع شرعی نہیں ہے تو ان کے زیراثر ممالک سے سفر حج کس طرح ممنوع ہوگا ﴿۱﴾ نیز جو اسلامی ممالک امریکہ کے ذہنی غلام بلکہ محکوم ہیں وہاں سے سفر حج کی حیثیت کیا ہوگی؟۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: كل مصر فيه وال من جهتهم (اى الكفرة) تجوز فيه اقامة الجمع والاعياد واخذالخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليه...... واما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما منهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۴: ۳۴۲ مطلب فی حکم تولية القضاء فی بلاد تغلب الكفار)

عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جاکر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے جائے پھر اس ویزہ سے وہاں مزدوری کرتا ہے اس کیلئے یہ مزدوری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود خان ترناب فارم پشاور......۱۸/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: مسلمان پر کسی اسلامی مملکت کو آمد و رفت ممنوع قرار دینا ایک کافرانہ نظام ہے جو کہ بعض مصالح کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے اپنایا ہے پس اس قانون کی مخالفت کرنا قانونی جرم ہے اسلامی جرم نہیں ہے، اور جائز ملازمت کی کمائی بہر حال حلال ہے ﴿۱﴾ اور اگر یہ رہنا بالفرض شرعاً ممنوع ہو تب بھی کمائی میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

عمرہ ادا کرکے بعد میں محنت مزدوری کیلئے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ عمرہ کے ویزے سے سعودی عرب جاکر عمرہ ادا کرنا چاہتا ہے عمرہ کے بعد بندہ کا ارادہ وہاں پر محنت مزدوری کرنے کا ہے، کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ آدمی عمرہ کیلئے جاکر وہاں محنت مزدوری کیلئے قیام کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عطا محمد اضاخیل نوشہرہ......۲۱/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: یہ رویہ صرف قانونی جرم ہے ﴿۲﴾ اسلامی جرم نہیں ہے جیسا کہ حج عمرہ کیلئے

﴿۱﴾ عن رافع بن خديج قال قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور رواه احمد.

(مشكواة المصابيح ۱: ۲۴۲ باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثالث)

﴿۲﴾ گو کہ یہ حکومت سعودیہ کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ انتہائی غیر مناسب رویہ ہے کیونکہ پھر حکومتی کارروائی کی وجہ سے فضیحت اٹھانا پڑتا ہے عزت نفس مجروح ہونے اور تذلیل وتحقیر کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔.....(از مرتب)

جاتے وقت تجارت کا ارادہ رکھنا اسلامی جرم نہیں ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حاجی کیلئے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ چھپکے سے سونا لائے پھر یہاں اس کا کاروبار کر کے منافع کمائے اور اس منافع سے وسیع کاروبار شروع کرے یہ حلال ہے یا حرام؟ آپ حضرات اس پر دلائل پیش کریں اور مسئلہ پر دارالعلوم کا مہر اور دستخط ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اشتیاق حسین بازار طورو روڈ ہوتی مردان ۱۹۶۹ء/۴/۸

الجواب: سعودی عرب سے حاجی کیلئے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ مقصود بالذات حج ہو، قال الله تعالیٰ: ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم (الآية)﴿۲﴾ بے شک اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کا مقصود سونا ہو یعنی اگر سونا لانے کی امید نہ ہو پھر حج کیلئے نہیں جاتا ہو، اس

﴿۱﴾ عن ابی امامة التيمی قال قلت لابن عمر: انا نكرى فهل لنا من حج؟ قال اليس تطوفون بالبيت، وتأتون المعرف، وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسكم؟ قال قلنا: بلى، فقال ابن عمر: جاء رجل الى النبی ﷺ فسأله عن الذی سألتنی فلم يجبه، حتى نزل عليه جبريل بهذه الآية "ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم" فدعاه النبی ﷺ فقال: انتم حجاج

(تفسير ابن كثير ۱: ۴۸٦ البقرة آيت: ۱۹۲)

﴿۲﴾ قال العلامة الخلوتی الصاوی المالكی: فلا بأس بالتجارة بالحج اذا كانت لا تشغله عن افعاله واختلف هل التجارة تنقص ثواب الحج اولا، قال بعضهم ان كانت التجارة اكبر همه ومبلغ علمه سقط الفرض عنه وليس ثوابه كمن لا قصد له الا الحج، وان استوى الامران فلا يذم ولا يمدح وان كانت التجارة تبعا للحج فقد حاز خير الدنيا والآخرة.

(حاشية الصاوی على الجلالين ۱: ۱۵۳ سورة البقرة آيت: ۱۹۸)

صورت میں یہ شخص سفرِ حج کے ثواب سے محروم ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسک حج کی تعلیم دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آسانی پیدا کرنے کیلئے اگر کوئی شخص خانہ کعبہ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کے ماڈلوں کے ذریعہ مناسک حج کی تعلیمات دینا چاہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: پروفیسر محبوب گل اکوڑہ خٹک.....۲/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس طریقہ سے یعنی طریقہ تمثیل سے تعلیم دینا مفید اور مؤثر ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت سی تمثیل ذکر کئے گئے ہیں، کالتمثیل بالکلب ﴿۲﴾ وبیت العنکبوت ﴿۳﴾ وتشبیک الاصابع ﴿۴﴾ والخط المحیط بالخطوط وغیر ذلک ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وتجرید السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر کما ذکره الشارح فی السیر واما عن الریاء والسمعة والفخر ظاهرا او باطنا ففرض وخلط التجارة بهذا القسم کما فی فتح القدیر مما لا ینبغی.

(البحر الرائق ۲: ۳۰۹ کتاب الحج قبیل فرض مرة علی الفور)

﴿۲﴾ قال الله تبارک وتعالیٰ: فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث.

(سورة الاعراف :پارہ: ۹ آیت: ۱۷۶)

﴿۳﴾ قال الله تبارک وتعالیٰ: مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء کمثل العنکبوت.

(سورة العنکبوت آیت: ۴۱ پارہ: ۱۰)

﴿۴﴾ عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ قال فیلتأم علیه حتی یلتقی علیه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله ﷺ باصابعه فادخل بعضها فی جوف بعض الخ. (سنن الترمذی ۲: ۶۹ بعید باب ماجاء فی صفة اوانی الحوض)

﴿۵﴾ عن عبد الله قال خط النبی ﷺ خطا مربعا وخط (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وی سی آر وغیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج وعمرہ دکھلانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر وی سی آر وغیرہ فلم کے ذریعے مناسک حج وعمرہ کی تربیت دینا جائز ہے یانہیں؟بینو اتو جروا

المستفتی: ڈاکٹر ریاض الرحمٰن سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی......۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ بصری تربیت جاندار کی تصویر کشی پر موقوف ہے﴿۱﴾لہٰذا یہ طریقہ تربیت بہر حال ناجائز ہے خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر کسی مکان میں ہو، دینی امور کی تعلیم کو غیر دینی طریقہ سے دینا جائز نہیں اور قابل اعتراض ہے﴿۲﴾۔......

(بقیہ حاشیہ) خطا فی الوسط خارجا منه وخط خططا صغارا الی هذا الذی فی الوسط من جانبه الذی فی الوسط فقال هذا الانسان وهذا اجله محیط به وهذا الذی هو خارج امله وهذ الخطط الصغار الاعراض فان اخطأه هذا نهسه هذا وان اخطأه هذا نهسه هذا، وعن انس قال خط النبیﷺ خطوطا فقال هذا الامل وهذا اجله فبینما هو کذلک اذ جاء ه الخط الاقرب رواهما البخاری. (مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۴۴۹ باب الامل والحرص الفصل الاول)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: اعلم ان صناعة صور الحیوانات حرام مطلقا صغیرة کانت او کبیرة لورود اللعنة علی المصور رواه البخاری ولورود تعذیبه بنفخ الروح فیها رواه البخاری، وفرق الصورة من العکس واضح لان الصورة تکون باقیة والعکس لا یبقی بعد زوال المحاذاة کعکس الرائی فی المرآة والماء وبالصناعة الجدیدة یبقی ویقال له الصورة فحکمه حکم الصورة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۵ باب ماجاء فی الصورة)

﴿۲﴾ حج کے فلم سنانے اور بنانے میں جو فوائد بیان کئے جاتے ہیں مثلاً حج کا شوق پیدا ہونا اور طریقہ حج میں آسانی وغیرہ لیکن دوسری طرف ان کے گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہیں مثلاً تصاویر جاندار، غیر محرمات، اور شعائر حج کو بطور تماشہ پیش کرنا وغیرہ سب حرام ہیں، بلکہ یہ پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی کے اس قول کا مصداق ہے۔قال الشیخ عبد القادر الجیلی: لو قال عادتی انی متی شربت ....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

.......تعجب ہے کہ تاریک زمانہ کے اعراب سمعی طریقہ سے تربیت حاصل کر سکتے تھے اور روشن زمانہ کے دانشمند اور دانشور یہ تربیت حاصل نہیں کر سکتے ہیں، بہرحال مناسب یہ ہے کہ حکومت بجائے سرکاری ملازمین کے ہر سو آدمیوں کیلئے ایک مستند عالم امیر اور معلم مقرر کرتا رہے اور اس کی ہدایات کے موافق حج ادا کرواتا رہے۔ وھو الموفق

ملازمین کی حج کمیٹی کیلئے شرائط وضوابط اور پالیسی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین نے حج کمیٹی تشکیل دی ہے۔ (۱) ہر خواہشمند ملازم کے پندرہ روپیہ ماہوار کٹوتی کی جائے گی۔

(۲) اس کٹوتی کی رقم سے ہر سال جمع شدہ رقم کے مطابق ورکروں کو حج پر بھیجا جائے گا۔

(۳) مطلوبہ آدمیوں کا چناؤ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔

(۴) جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنا والد یا بیوی وغیرہ بھیج دے۔

(بقیہ حاشیہ) الخمر کففت عن الحرام لم یبح لہ ولو قال عادتی اذا شھدت المرد والاجنبیات وخلوت بھم اعتبرت فی حسنھم لم یجوز لہ ذلک واجیب ان الاعتبار بغیر المحرمات اکثر من ذلک وانما ھذہ طریقة من ارادة الحرام بطریق اللہ عز وجل فیرکب ھواہ فلا نسلم لاصحابھا ولا نلتفت الیھم. (غنیة الطالبین ۲۵)

بہرحال! حج کے فلم بنانے میں ضرر عام ہے اور حج کے احکامات سے کسی حاجی کی عدم واقفیت ضرر خاص ہے جوکئی جائز ذرائع سے دور کیا جاسکتا ہے اور اس قسم کے حالات میں فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، وقال الشیخ محمد خالد الآتاسی: وھذہ قاعدة مھمة من قواعد الشرع مبنیة علی المقاصد الشرعیة فی مصالح العباد استخرجھا المجتھدون من الاجماع ومعقول النصوص. فقد ذکر حجة الاسلام الامام الغزالی فی المستصفیٰ ما ملخصہ ان الشرع انما جاء لیحفظ علی الناس دینھم وانفسھم وعقولھم وانسابھم واموالھم فکل ما یکون بعکس ھذا فھو مضرة یجب ازالتھا ما امکن. (شرح المجلہ للآتاسی ۱:۶۶ المادہ: ۲۶)......از مرتب

(۵) اگر قرعہ میں ادارہ سے بھی نام نکل آیا اور ورکروں کی طرف سے بھی، اس صورت میں بھی ورکروں کی طرف سے اپنا والد یا بیوی حج پر لے جا سکتا ہے۔

(۶) ریٹائرمنٹ تک اگر کسی ملازم کا نام قرعہ میں نہیں نکلا اس صورت میں وہ ملازم اگر چاہے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی کٹوتی پانچ سال تک ہو چکی ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا الیاس احمد واہ سیمنٹ ورکس راولپنڈی......۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) یہ شرط اور ضابطہ خلاف شرع نہیں ہے۔

(۲) دوسری شرط بھی خلاف شرع نہیں ہے۔

(۳) یہ قرعہ جائز ہے اس میں ہار جیت نہیں ہے۔

(۴، ۵) یہ شرائط بھی جائز ہیں۔

(۶) یہ خلاف شرع ہے کیونکہ یہ کٹوتی ملازم کی ملکیت سے خارج (وقف) نہیں ہے بلکہ کمیٹی کے پاس امانت ہے ملازم یا اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر کوئی کٹوتی خورد برد نہیں کی جائے گی۔ وھو الموفق

حج کمیٹی کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ یہاں گھی ملز میں مزدوروں نے متفقہ طور پر ''حج کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے جو ہر سال قرعہ اندازی کے ذریعہ منتخب شدہ ورکروں کو حج بیت اللہ کیلئے بھیجتی ہے، جبکہ گھی ملز کے ورکروں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے طوعاً یا کرہاً مبلغ دس روپے لازماً کمیٹی کو جمع کرائے گا، بصورت دیگر حج کمیٹی کے دستور العمل میں یونین کی بنیاد پر چندہ نہ دینے والے ورکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارش بھی کی گئی ہے اب حضور والا سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں کہ متذکرہ اقدام کہاں

تک صحیح ہے کیا اس صورت میں اس عازم حج کا حج ادا ہو جائے گا اور یہ حج نفلی ہوگا یا فرضی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حمید الرحمٰن خطیب فضل و تجیٹبل گھی ملز اسلام آباد......۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسی تنظیم بنانا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ جبری طور سے بلاطیب خاطر کسی سے چندہ لینا ممنوع ہے، لحدیث لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ، رواہ البیھقی ﴿۱﴾ نیز اکثری طور سے قرعہ جوا میں داخل ہے لیکن انتظام قائم رکھنے کیلئے ممنوع نہیں ہے، کما عند القسم والاقتسام وغیرہ ﴿۲﴾ پس اگر کوئی شخص تمام شرکاء کے طیب خاطر سے اس فنڈ سے باقاعدہ مجوزہ رقم حاصل کر کے حج کرے تو حسب نیت اس کا حج ادا ہوگا۔ وھو الموفق

حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے گھی ملز اسلام آباد کے مسلم مزدوروں نے حج کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم بنائی، آپس میں یہ طے پایا کہ ہر مسلم ورکرز رضا کارانہ طور پر دس روپیہ ماہانہ حج کمیٹی فنڈ میں چندہ دیا کرے گا، تاکہ ہر سال بذریعہ قرعہ اندازی ایک مزدور کو حج بیت اللہ بھیجا جائے، اب یہاں غیر مسلم مزدور اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی بغیر کسی قید و شرط کے بطیب خاطر

﴿۱﴾ رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۲: ۱۰۰ والدارقطنی فی المجتبیٰ کما فی المشکوٰۃ ۱. ۲۵۵ وفی روایۃ ابن حبان رقم: ۵۹۷۸ والحاکم ۳: ۶۳۷ لا یحل لامرئ ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ، وفی الباب عن ابن عمر وبلفظ لا یحلبن احد ماشیۃ احد بغیر اذنہ الحدیث متفق علیہ. (بلوغ المرام ۱: ۲۸۸ باب الصلح)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی: ویکتب اسامیھم ویقرع لتطیب القلوب فمن خرج اسمہ اولا فلہ السھم الاول الخ.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۵: ۱۸۴ کتاب القسمۃ)

اس کمیٹی میں چندہ دیں گے اب سوال یہ ہے کہ ان سے یہ چندہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: اصغر علی مغل و تحیثیبل گھی ملز اسلام آباد..... ۱۹۸۵ء/۱۲/۷

الجواب: غیر مسلم سے یہ امداد حاصل کرنا ناجائز نہیں ہے اس میں اسلام یا مسلمان کی کوئی ذلت اور توہین نہیں ہے، لہٰذا یہ امداد مسلم ممبر کے چندہ کے مصرف میں صرف کی جائے گی۔ **وھو الموفق**

حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) حرمین شریفین میں اگر عورتیں مردوں کی صف میں ایک ہی نماز و جماعت پڑھتی ہوں تو مردوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ نیز عام نماز یا نماز جمعہ کا ایک حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

(۲) معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ مرد حرم شریف میں نماز پڑھے لیکن عورتیں گھر پر نماز پڑھا کریں حرم شریف میں ان کی نماز میں ثواب کا اضافہ نہ ہوگا؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: شیران تھائی لینڈ......۱۹۹۰ء/۸/۱۸

الجواب: (۱) یہ ہر نماز با جماعت کا حکم ہے کہ محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اگر امام عورتوں کی اقتدا کی نیت نہ کرے اور یا یہ مرد اس عورت پر (جو کہ محاذات مرد میں کھڑی ہوتی ہے) انکار کرے یعنی نماز شروع کرنے کے بعد جب اس عورت پر اشارہ سے انکار کرے تو صرف اس عورت کی نماز فاسد ہوگی (**شامی باب الامامة**)﴿۱﴾.

﴿۱﴾ **قال العلامة الحصكفي:** وان نوى...... امامتها...... والا ينوها فسدت صلاتها كما لو اشاره اليها بالتاخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام فتح، قال ابن عابدين: اى فلو حاذت المقتدى بعد الشروع واشار اليها بالتاخر ولم تتأخر فسدت صلاتها دونه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۴۲۲ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط باب الامامة)

(۲) یہ مسئلہ درست ہے اور خواتین کو حکیمانہ انداز سے سمجھانا چاہیے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجاج کرام جب حج سے واپس آتے ہیں تو لوگ ان کیلئے دعوت طعام کرتے ہیں اور دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں کیا یہ ذبح کرنا حلال ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معین الدین.....۱۹۷۴ء/۶/۲۰

الجواب: جب ریا اور فخر ومباہات سے خالی ہو ﴿۲﴾ تو اس ذبح میں کوئی حرج نہیں بلکہ مسنون

﴿۱﴾ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے، احناف و مالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی و فعلی نص کی وجہ سے افضل ہے، شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ افضلیت نوافل کو بھی شامل ہے اگر چہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباع سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح افضلیت کا فرائض ونوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے عورتوں کیلئے یہ افضلیت نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے حالانکہ عورتوں کیلئے مسجد میں جانا جائز تھا۔ (غنیۃ و فتح ملتقطا)۔

(عمدۃ الفقہ ۴: ۶۶۱ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (ان النبی ﷺ نهی عن طعام المتباريين) ای المتفاخرين وانما كره ذلك لما فيه من المباهاة والرياء وقد دعی بعض العلماء فلم يجب فقيل له ان السلف يدعون فيجيبون قال كان ذلك منهم للموافاة والمواساة وهذا منكم للمكافأة والمباهاة وروى ان عمر وعثمان دعيا الى طعام فاجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدت طعاما وددت انى لم اشهد قال ما ذاك قال خشيت ان يكون جعل مباهاة رواه ابو داؤد.

(مرقاة شرح مشكواة ۲: ۲۵۶ قبيل باب القسم كتاب النكاح)

ہے،لان النبی ﷺ ذبح حین قدم ﴿۱﴾ وکانت الصحابة رضی الله عنهم یطعمون علی زائریهم عند القدوم ﴿۲﴾. وهو الموفق

دورانِ طواف اردو میں دعائیں پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں طواف کے دوران اردو میں دعائیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد.....۱۳/ اگست ۱۹۸۲ء

الجواب: پڑھ سکتے ہیں البتہ یاد سے مختصر دعائیں پڑھنا (خصوصاً وہ دعائیں پڑھنا جس کے مفہوم کو جانتا ہو) اوفق بالسنّت ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (عن جابر ان النبی ﷺ لما قدم المدینة) ای بعدالهجرة او بعد غزوة (نحر جزوراً او بقرة رواه البخاری) ای السنة لمن قدم من السفر ان یضیف بقدر وسعه وقال ابن الملک الضیافة سنة بعد القدوم.

(مرقاة المفاتیح ۷: ۳۳۲ باب آداب السفر)

﴿۲﴾ عن ابی هریرة ..... فقال کلوا من هذه واخذ المدیة فقال رسول الله ﷺ ایاک والحلوب فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلک العذق الخ.

(مشکواة المصابیح ۲: ۳۶۸ باب الضیافة)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: قوله داعیا ای بالدعوات المأثورة وغیرها المتعارفة المشهورة فی محالها المسطورة..... ویصحح الفاظ الدعوات خصوصا الماثورات لئلا یلحن فیها...... لکن الاظهر ان اختیار المأثور عنه ﷺ مستحب والمروی عن السلف مستحسن ویجوز الاکتفاء بما یرد علی السالک ان کان اهلا لذلک.

(شرح لباب المناسک ۹۲، ۹۳ قبیل مطلب مهم فی قول العامة اللهم صل)

فصل فی الاحرام

احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر احرام کی چادریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں کیا سفید چادریں ضروری ہیں یا اور رنگ کے بھی ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد چترال.....۱۹۸۴ء

الجواب: سفید رنگ کے احرام کی چادریں مستحب ہیں واجب نہیں ہیں (ارشاد الساری)﴿۱﴾. وهو الموفق

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہئے؟ کیا تین بار پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویلبس من احسن ثیابه..... ثوبین جدیدین تشبیها بکفن المیت وهو الافضل او غسیلین ای للطهارة والنظافة ابیضین وصف لثوبین وهو الافضل من لون آخر کما هو فی امر الکفن مقرر ولقوله ﷺ البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم رواه جماعة.

(ارشاد الساری ٦٨ فصل ثم یتجرد عن الملبوس المحرم)

الجواب: احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب اور مسنون ہے (شرح اللباب)﴿۱﴾. وھو الموفق

حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت احرام دائیں کندھے پر نہیں ڈالتے اور بعض لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کے وقت دائیں کندھے سے احرام ہٹا لیتے ہیں اور طواف شروع کر لیتے ہیں اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن خٹک وادی بن ہیش مشیط سعودیہ......۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: یہ اضطباع صرف حالت طواف میں (جو کہ احرام میں ہو اور اس کے بعد سعی ہو) سنت ہے نہ کہ نماز اور سعی میں (مناسک قاری وغیرہ)﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: والتلبية مرة فرض وهو عند الشروع لا غير وتكرارها سنة اى فى المجلس الاول وكذا فى سائر المجالس اذا ذكرها وعند تغير الحالات كالاصباح والامساء...... مستحب مؤكد...... والاكثار مطلقا مندوب اى مطلوب شرعا...... ويستحب ان يكرر التلبية فى كل مرة اى اذا شرعها ثلاثا وان يأتى بها اى بالثلاثة على الولاء.
(ارشاد السارى ۷۰ فصل شروط التلبية)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: اذا اراد الشروع فى الطواف اى فى طواف بعده سعى فانه حينئذ يسن الاضطباع والرمل له ينبغى ان يضطبع قبل شروعه فيه بقليل وليس كما يتوهمه العوام من ان الاضطباع سنة جميع احوال الاحرام بل الاضطباع سنة مع دخوله فى الطواف على ما صرح به الطرابلسى وغيره لكن قال ولو اضطبع قبل شروعه فى الطواف بقليل فلا بأس به.
(المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط ۸۸ فصل فى صفة الشروع فى الطواف)

احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب الحج مطبوعہ فیروز سنز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر ایک احرام باندھنے کے بعد اور دوسرے ہر طواف کعبہ کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اس کے علاوہ کوئی خاص نماز مناسک میں مقرر نہیں ہے سوائے پنجگانہ کے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ راولپنڈی

الجواب: درمختار وغیرہ (کتاب الحج) میں مصرح ہے کہ یہ اول نماز مستحب ہے ﴿۱﴾ اور دوسری واجب ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) حالت احرام میں نماز پڑھتے وقت کندھوں کو چھپانا ہوگا یا نہیں؟ (۲) زندہ آدمی کیلئے عمرہ یا طواف کرنے اور ایصال ثواب کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ اکوڑہ خٹک معرفت ناظم صاحب......۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصلى ندبا بعد ذلك شفعا يعني ركعتين في غير وقت مكروه قال الشامي: اى بعد اللبس والتطيب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلى شفعا في وقت مباح يجب على الصحيح بعد كل اسبوع عند المقام.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۸۴ مطلب في طواف القدوم)

الجواب: (۱)طواف کے علاوہ نماز وغیرہ میں کندھوں کو چھپانا مسنون ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲:۲۱۵)﴿۱﴾.

(۲)اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے (شامي باب الحج عن الغیر)﴿۲﴾. وهوالموفق

صلاۃ احرام اور صلاۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱) صلاۃ الاحرام بعد صلاۃ العصر اور بعد صلاہ الفجر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)ان اوقات میں بعد از طواف عمرہ صلاہ طواف کی دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:معرفت ناظم اعلیٰ صاحب......۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱)ان اوقات میں نماز احرام پڑھنا جائز نہیں ہے(ہندیہ ۱:۲۲۳)﴿۳﴾۔

(۲) مختلف فیہ ہے جمہور ناجائز قرار دیتے ہیں اور طحاوی نے جواز کی طرف میلان کیا ہے﴿۴﴾۔وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح اللباب واعلم ان الاضطباع سنة في جميع اشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء فاذا فرغ من الطواف تركه حتى اذا صلى ركعتي الطواف مضطبعا يكره لكشفه منكبه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۸۱ قبيل مطلب في طواف القدوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: الاصل ان كل من اتى بعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قرأة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة او غير ذلك...... جميع انواع البر كما في الهندية. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ولا يصليهما في الوقت المكروه وتجزيه المكتوبة كذا في البحر. (فتاویٰ عالمگیریة ۱:۲۲۳ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۴﴾ قال الملا علي قاري : واعلم انه صرح الطحاوى وغيره......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں مثلاً سخت گرمی پڑتی ہو اور اس وجہ سے چادر کو علیحدہ کر کے ہوا خوری کیلئے بیٹھ جائے یا پسینہ دور کرنے کیلئے چادر علیحدہ کرے اگر چہ تہبند بر حال خود باندھا ہے کیا اس سے احرام وحج پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمیل مردان......۱۹۷۹ء/۲/۲۲

الجواب: احرام کیلئے دو چادریں ایک تہبند کیلئے اور ایک چادر کیلئے جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے پس ستر عورت کیلئے تہبند باندھنا فرض ہے اور کسی عذر کی وجہ سے صرف چادر اتار کر تہبند پر اکتفا کرے تو جائز ہے (درمختار)﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیه حاشیه) بکراهة اداء رکعتی الطواف فی الاوقات الخمسة المنهی عن الصلاة فیها عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد ونقل عن مجاهد والنخعی وعطاء جواز ادائها بعد العصر قبل اصفرار الشمس وبعد الصبح قبل طلوع الشمس ای قبل احمرار آثارها قال الطحاوی والیه نذهب، والحاصل انهم فرقوا فی المسئلة حیث جوزوها وقت الکراهة التنزیهیة دون زمان الکراهة التحریمیة الحاقا لصلاة الطواف من حیث انه واجب بالفرائض وسائر الواجبات والمحققون فرقوا بین قضاء الوتر واداء رکعتی الطواف ولو کانا واجبین الخ.

(المسلک المتقسط ۱۰۷ فصل فی واجبات الطواف)

﴿۱﴾قال العلامة الحصکفی: ولبس ازار من السرة الی الرکبة ورداء علی ظهره ویسن ان یدخله تحت یمینه ویلقیه علی کتفه الایسر فان زرره او خلله او عقده اساء ولا دم علیه...... وهذا بیان السنة والافستر العورة کاف، قال ابن عابدین: ای لبس الازار والرداء علی هذه الصفة بیان للسنة والا فساتر العورة کاف فیجوز فی ثوب واحد او اکثر من ثوبین.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل فی الاحرام)

محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سر و پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میں نے جب احرام باندھ لیا تو رات کو وہی میقات ہی میں رہا، جب لیٹ گیا تو مچھر سے تنگ آ کر سر اور پاؤں کو احرام کی چادر میں ڈھانپ لئے، اس ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) محرم جب احرام باندھ لیتا ہے تو وہ رات کے وقت خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے یا راستہ میں آرام بھی کر سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ بن سالم رسول مشیط سعودیہ عربیہ......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اگر آپ نے تمام حصہ رات میں سر کو ڈھانپ لیا ہو تو آپ پر دم واجب ہوا ہے ﴿۱﴾۔

(۲) محرم پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حرم میں رات گزارے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں طائف میں ملازم ہوں اگر میں جمعہ کے دن حرم شریف کو نماز جمعہ کیلئے جاؤں تو کیا میں احرام کے بغیر مکہ معظمہ داخل ہو سکتا ہوں اور اگر طائف سے جدہ براستہ مکہ مکرمہ کسی کام کیلئے جانا چاہوں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عزیز خان جنوبی وزیرستان......۱۹۷۹ء/۷/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او ستر رأسه بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شيئ عليه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يضره ليلا دخل مكة او نهارا كغيرها من البلاد فاذا دخلها ابتدأ بالمسجد. (الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۹ فصل فی افعال الحج)

الجواب: اگر طائف قرن﴿۱﴾ سے مکہ کی طرف ہو تو اہل طائف بغیر احرام کے مکہ جاسکتے ہیں ورنہ احرام ضروری ہے۔ وھو الموفق

مدینہ منورہ سے جدہ جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں سے باندھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مکہ معظمہ سے ایک ہزار کلومیٹر دور رہتے ہیں ہمارا میقات طائف ہے اب مثلاً ہم عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر جدہ آ گئے اب سوال یہ ہے کہ میرا دوست مکہ میں رہتا ہے کیا میں اب جدہ شہر سے احرام برائے مکہ باندھوں گا یا بغیر احرام کے جاسکتا ہوں؟ یا واپس مدینہ منورہ جا کر احرام باندھوں گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت شیر محلہ الفلاح خمیس مشیط ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر آپ مکہ معظمہ کے قاصد تھے تو آپ بیر علی

﴿۱﴾قرن قاف کے زبر اور راء کے جزم کے ساتھ اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادی محرم بھی کہتے ہیں، لغت فقہ المغرب میں ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات کے اوپر ہے اور شرح مصابیح میں ہے: بیضہ کی مانند ایک چکنا صاف اور مدور پہاڑ ہے عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اہل مکہ اور ان کے اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو کرا کاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو بھی قرن کہتے ہیں، اور اس وادی کے اندر ایک گاؤں جو طائف کے قریب ہے اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے، اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے قرن تک پچاس میل ہے، یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات والوں کیلئے میقات ہے، اور بلوغ المرام کی تعلیق میں شیخ عبداللہ البسام السّلفی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل کو اب السیل الکبیر کہتے ہیں اور بطن وادی سے مکہ مکرمہ تک اس کا فاصلہ ۷۸/کلومیٹر ہے اور الفقہ الاسلامی وادلتہ میں وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل مقام سیل کے قریب ہے اور ۹۴/کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔......(از مرتب)

وغیرہ میقات سے احرام عقد کریں گے﴿۱﴾ اور اگر آپ جدہ کے قاصد تھے اور مکہ مکرمہ کو اتفاقاً روانگی ہوئی تو آپ جدہ سے احرام عقد کریں گے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عربیہ سے چھٹی پر کراچی آیا تھا، اب کراچی سے بغیر احرام کے جدہ گیا، اور جدہ پہنچنے کے بعد اقامہ لگتے ہی جدہ سے برائے عمرہ چلا گیا، اب مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق سعودیہ عربیہ.....۱۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کا منزل مقصود جدہ تھا تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں ہے (بحر﴿۳﴾ شامی﴿۴﴾)۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمواقيت ذوالحليفة مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها العوام آبيار على رضي الله عنه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲:۱٦٦ ملطب فی المواقيت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن جاوز وقته غير محرم ثم اتى وقتا آخر اقرب منه واحرم جاز ولا شيئ عليه ولو جاوز الميقات ويريد بستان بني عامر دون مكة فلا شيئ عليه. (فتاویٰ عالمگيريه ۱:۲۵۳ الباب العاشر في مجاوزة الميقات بغير احرام)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وقيدنا بقصد مكة لان الآفاقي اذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله.

(البحر الرائق ۲:۳۱۸ قبيل باب الاحرام)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام) اى مما بين الميقات والحرم والمعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱٦۷ مطلب في المواقيت)

مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ جمعہ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے گئے تھے، ہمیں مدینہ منورہ سے صبح روانہ ہونا تھا چاہئے تھا کہ ہم بیر علی یا ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب کوئی اسی کلومیٹر باہر ہم نے احرام باندھ لیا، اب ہم پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ اور یہ قربانی حرم میں کرنی ہوگی یا اپنے مقام پر اور ہماری طرف سے کوئی اور یہ قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلیم صدیقی اکاونٹس ڈیپارٹمنٹ ریاض سعودیہ......۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر آپ نے جحفہ رابغ سے متجاوز ہونے سے پہلے احرام باندھا ہے﴿۱﴾ تو آپ پر

﴿۱﴾ ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام مواقیت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کو عوام میں آبار علی یا بیر علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے سید نورالدین سمہودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی سے مسجد شجرہ تک ہاتھ سے پیمائش کی تو مسجد نبوی کے دروازے باب السلام سے مسجد شجرہ تک (۱۹۷۳۲) ہاتھ پایا اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل لو ہے کے آج کل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ نو یا دس مرحلے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک (۱۹۸) میل ہے وفی تعلیق البلوغ المرام للبسام السلفی: کہ مسجد نبوی سے یہ تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس سے مکہ مکرمہ تک (۴۲۰) کلومیٹر فاصلہ ہے اور وہبۃ الزحیلی نے (۴۶۰) کلومیٹر لکھا ہے۔

جحفہ مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا جس نے اس گاؤں کو بہالے گیا اس لئے اس کا نام جحفہ یعنی سیلاب کا تباہ کیا ہوا ہوگیا، اس لئے اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کرسکے اس لئے علماء نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کرلیا ہے، رابغ جحفہ سے پہلے آتا ہے اور جحفہ رابغ سے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ معظمہ کی طرف واقع...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم واجب نہیں ہے، کما فی شرح التنویر وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامه من الابعد افضل ولو آخره الی الثانی لا شیئ علیه علی المذهب وفی ردالمحتار ۲: ۲۱۱ کالمدنی یمر بذی الحلیفه ثم بالجحفة (رابغ)﴿۱﴾ اور اگر جحفہ سے متجاوز ہوکر احرام باندھا ہو﴿۲﴾ تو حرم میں (منیٰ میں مثلاً) ایک ایک دنبہ اصالتہ یا وکالتہ ذبح کریں﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ہے اور اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے، امام نووی نے کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے وفیه نظر کما فی فتح الباری، اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جحفہ سے مکہ معظمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جحفہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور شرح منسک المتوسط میں ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے اور ملا علی قاری نے بتیس میل کہا ہے لکنه غیر صحیح، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ کیلئے مختلف راستے ہیں، اسلئے اس مسافت میں اختلاف واقع ہوا ہے، شیخ بسام السلفی نے تعلیق بلوغ المرام میں رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیان (۱۸۶) کلومیٹر لکھا ہے اور وہبۃ الزحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ میں (۱۸۷) کلومیٹر لکھا ہے۔...... (از مرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۶ مطلب فی المواقیت)

﴿۲﴾ وفی الهندية: اذا دخل الآفاقی مكة بغیر احرام وهو لا یرید الحج والعمرة فعلیه لدخول مكة اما حجة او عمرة فان احرم بالحج او العمرة من غیر ان یرجع الی المیقات فعلیه دم لترک حق المیقات.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۳ باب مجاوزة المیقات بغیر احرام)

﴿۳﴾ وفی الهندية: ویجوز ذبح بقیة الهدایا (ای هدی المتعة والقران) فی ای وقت شاء ولا یجوز ذبح الهدایا الا فی الحرم كذا فی الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۱ باب فی الهدی)

الله
الله
...... : قال اللّٰہ تعالیٰ : ......
فمن تمتع بالعمرة الى الحج
فما استیسر من الهدی فمن
لم یجد فصیام ثلٰثة ایام فی
الحج وسبعة اذا رجعتم.
......﴿البقرة:١٩٦﴾......

اللہ
اللہ
فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ
باب القران والتمتع

باب القران والتمتع

اہل جدہ کیلئے تمتع اور قران کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جدہ میں رہنے والے جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جدہ سے احرام باندھے یا بغیر احرام کے جائے یعنی جدہ میقات کے اندر ہے یا باہر؟ اور جدہ کے لوگ قران اور تمتع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شائستہ خان بلوچ جدہ......۱۸/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: جن علماء نے جدہ کو میقات سے باہر شمار کیا ہے، **وهو الظاهر الراجح** ﴿۱﴾ تو

﴿۱﴾ قال الشيخ المفتي نظام الدين الاعظمي الديوبندي: خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۴۶ میل انگریزی سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حد میقات وخط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے جو یلملم سے چل کر سیدھا رابغ وجحفہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذاۃ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے۔

کیونکہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم ومتعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کئے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات ومحاذات میقات کا علم ویقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے، کما في الدر المختار......اور جدہ سے قبل چونکہ کسی میقات سے یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے اس لئے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب ولازم نہیں ہوتا......حدود میقات یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہوا سیدھا آگے بڑھتا ہوا حل کبیر وآفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہوا چلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان علماء کے نزدیک اہل جدہ تمتع اور قران کر سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور بغیر احرام کے (بغیر نیت عمرہ کے) مکہ معظمہ داخل نہیں ہوسکتے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اشہر حج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جدہ میں ہے اس نے اشہر حج میں عمرہ بھی ادا کیا ہے بعد عمرہ کے حلال ہوکر دوبارہ قران کا احرام باندھا، کیا زید پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر دراز ٹنڈو محمد خان سندھ

الجواب: اگر جدہ زمین حل سے باہر ہو، کما ھو رأی بعض الاکابر ﴿۳﴾ تو اس شخص پر

(بقیہ حاشیہ) ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچند وجوہ غلط ہے الخ۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

(ومثله فی جواهر الفقه للشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والمکی ومن فی حکمه (ای من اهل داخل المواقیت) یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیه دم جبر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم تأخیر الاحرام عنها لمن ای لآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۷ فصل فی المواقیت)

﴿۳﴾...... ☆ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احقر نے جہاں تک غور وفکر کیا ترجیح اسی کی معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں کیلئے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔

...... ☆ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اہل ہند کیلئے بحری جہاز سے آنے کی صورت میں جدہ ہی کو ان کا میقات قرار دیتے تھے اور امداد الفتاویٰ تتمہ خامسہ طبع قدیم میں ہے کہ حضرت سہارنپوری صاحب نے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم شکر واجب ہوگا، اور اگر زمین حل یعنی مواقیت کی محاذات سے باہر نہ ہو بلکہ داخل ہو ﴿۱﴾ تو اس شخص پر دم

(بقیہ حاشیہ) صورت میں حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا، اور یہ ظاہر ہے اہل ہند کیلئے یلملم کے محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی لہذا جدہ ان کیلئے میقات ہے۔

(ملخص جواہر الفقہ ۱: ۴۷۸، ۴۸۷ مواقیت احرام)

...... ☆ مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۴۶/میل انگریزی میل سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے۔

(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

﴿۱﴾ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف اتنی بات تجاوز عن المیقات کیلئے کہ مسافت جدہ اور یلملم برابر ہے جدہ سے احرام باندھنے کیلئے کافی نہیں...... میرے نزدیک فقہی مسئلہ یہی ہے کہ بحری مسافر کو یلملم کی محاذات ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنا پڑے گی۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۲ حضرت بنوری کی رائے)

...... ☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نتیجہ یہ کہ محاذات یلملم کا علم ہوتے ہوئے جدہ تک تجاوز بدون احرام ناجائز ہے۔

(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۶ مفتی رشید احمد صاحب کی رائے)

...... ☆ حضرت سیدی وشیخی واستاذی واستاذ العلماء حضرت مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کے نزدیک ان دو رائے میں سے راجح رائے یہ ہے کہ جدہ میقات سے باہر ہے **کما صرح به فی بعض الفتاویٰ**، اسی طرح **منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۰۴ "باب فی مواقیت الاحرام لاهل الآفاق"** میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مواقیت کے درمیان خطوط مستقیمہ کی صورت میں جدہ آفاق اور حل کبیر میں آتا ہے لیکن اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ **بان لاتکون المسافة من هذا لخط الی مکة اقل من مرحلتین تقديما لتصريحات الفقهاء على تحقيقات العلماء،** اور دوسری رائے جو دائرہ کی صورت میں ہے اس پر فقہی اشکال کو وجہ ضعف بنایا ہے کہ **الوصول الى محيط الدائرة المارة على الميقات يكون مركزها مكه وهو تحقيق بعض الشيوخ ..... ويرد عليه ان الذى يمر بعيدا من الميقات ولم يدر المحاذاة يلزم ان لا يصح احرامه من مرحلتين وهو خلاف تصريحات الفقهاء.** (از مرتب)

جزا واجب ہوگا﴿۱﴾۔وھو الموفق

حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حجاج کرام حج تمتع کیلئے ذی الحجہ سے کوئی چار ماہ قبل مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ کے بعد احرام کھول لیا، شوال میں ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنے کیلئے وہاں چلے گئے، اور ذی قعدہ میں واپسی پر ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ عمرہ کے بعد احرام کھول سکتے ہیں یا حج کی ادائیگی تک احرام میں رہ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے بعد قبل از حج احرام کھول لینے سے دم واجب ہوتا ہے اور بعض لاباس به کہتے ہیں کہ سات ذی الحجہ یعنی یوم ترویہ یا آٹھویں ذی الحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع......۱۹۷۴ء/۳/۵

الجواب: اگر یہ شخص تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے عمرہ سے طواف اور سعی کے بعد احرام کھولے گا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور ایک دم شکر دے گا، جو کہ واجب ہے، صرح به فی القرآن﴿۲﴾ وصرح به فی الهداية والفتح﴿۳﴾......

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (المتمتع) ذبح كالقارن...... والمكي ومن في حكمه يفرد ولو قرن او تمتع جاز واساء وعليه دم جبر.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۳، ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال الله تبارك وتعالىٰ: فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فمااستيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم . (البقرة: ۱۹۶)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغيناني: وصفة التمتع ان يبتدى ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

...... والبحر﴿۱﴾ وردالمحتار﴿۲﴾ وغیرہ. وهو الموفق

مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹھارہ رمضان المبارک سے مکہ مکرمہ میں بہ نیت حج مقیم ہوں شوال کے مہینہ میں میں نے عمرہ ادا کیا، اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا میں دم ادا کروں اور حج افراد کی نیت کروں یا میں حج تمتع کی نیت کروں اور قربانی کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحفیظ بقالۃ الفضل الزاہر شارع الحج مکہ مکرمۃ ۱۹۸۹ء/۶/۱۷

الجواب: اگر آپ اس عمرہ کے بعد (جو کہ شوال میں آپ نے ادا کیا ہے) قبل از حج مدینہ منورہ نہیں گئے ہوں تو آپ مفرد ہیں متمتع نہیں ہیں، اور اگر آپ اس عمرہ کے بعد قبل از حج مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام کیا اور اس کے بعد حج کیا تو عندالامام آپ مفرد ہیں، اور اگر مدینہ

(بقیہ حاشیہ)من الميقات في اشهر الحج فيحرم بالعمرة ويدخل مكة فيطوف لها ويسعى ويحلق او يقصر وقد حل من عمرته وهذا هو تفسير العمرة، قال ابن الهمام: فتحرير الضابط للمتمتع ان يفعل العمرة او اكثر طوافها في اشهر الحج عن احرام بها قبلها او فيها ثم حج من عامه بوصف الصحة من غير ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا.

(هداية مع فتح القدير ۲: ۴۲۲ باب التمتع)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وهو ان يحرم بعمرة من الميقات...... ثم يحرم بالحج من الحرم ويحج ويذبح) فقوله من الميقات للاحتراز عن مكة فانه ليس لاهلها تمتع ولا قران الخ. (البحر الرائق ۲: ۳۶۲ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: هو ان يفعل العمرة او اكثر اشواطها في اشهر الحج...... واقام بمكة حلالا ثم يحرم للحج في سفر واحد...... وذبح كالقارن.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۱، ۲۱۲ باب التمتع)

منورہ سے واپسی کے وقت حج کا احرام کیا تو آپ متمتع ہیں (هندية از محيط)﴿۱﴾. وهو الموفق

تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج کیلئے گیا، پندرہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور چھ ذی الحجہ کو سب نقدی وغیرہ گم ہوگئی، پھر ذاتی استعمال کے کپڑے گھی وغیرہ فروخت کرکے سوڈیڑھ سو ریال حاصل کئے موجودہ رقم میں ایک یا دو قربانیاں کی جاسکتی تھی لیکن اس صورت میں جیب خالی ہو جاتی اور واپسی پر باقی ایام میں خرچہ نہ ہوتا، سات ذی الحجہ کو صحیح مسئلہ معلوم ہوا کہ روزے رکھے جائیں، چونکہ ساتویں ذی الحجہ کو روزہ ممکن نہیں تھا البتہ آٹھویں کو روزہ رکھا، پھر نویں اور دسویں ذی الحجہ کو پیدل حج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اسلئے دو روزے تیرہ اور چودہ ذی الحجہ کو رکھ لئے اور سات پاکستان میں رکھ لئے، اب سوال یہ ہے کہ اس حج تمتع کی قربانی جو واجب تھی کیا ان روزوں سے یہ واجب ادا ہوا، اگر ادا نہیں ہوا تو اب اس قربانی کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حمزہ گورنمنٹ کالج گوجرہ.....۱۹۷۴ء/۳/۲

الجواب: واضح رہے کہ اس شخص پر ذبح متعین ہوا ہے صوم سے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے

﴿۱﴾ وفي الهندية: لو احرم لعمرة قبل اشهر الحج فقضاها وتحلل واقام بمكة فاحرم بعمرة ثم حج من عامه ذلك لم يكن متمتعا فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمرة في اشهر الحج وحج من عامه فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعا الا اذا خرج الى اهله ثم اعتمر ثم حج من عامه عند ابي حنيفه رحمه الله وعندهما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعدها كذا في محيط السرخسي.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۴۰ الباب السابع في القران والتمتع)

پس یہ شخص دوقربانیاں کرے گا(بحر ۲: ۳۶۰)﴿۱﴾اور یہ دوقربانیاں حرم میں کرنے ہوں گے اصالۃ یا وکالۃ اگرچہ ایام ذبح میں نہ ہو(شامی ۲: ۳۴۴)﴿۲﴾ اورگائے میں دوحصے بھی کافی ہے (بحر ۲: ۳۵۹)﴿۳﴾. وهو الموفق

دم شکر صرف قارن یا متمتع پرواجب ہے مفرد پرنہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قربانی صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے یامفرد پربھی؟اگرمفردقربانی کرے تو جائز ہوگی یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:رشید گل سعودی عرب......۱۹۸۴ء/۶/۱۹

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: والعبرة لايام النحر فى العجز والقدرة وكذا لو قدر على الهدى قبل ان يكمل صوم الثلاثة ايام او بعد ما اكمل قبل ان يحلق ويحل وهو فى ايام الذبح بطل صومه ولا يحل الا بالهدى...... ان لم يصم الثلاثة حتى دخل يوم النحر لم يجزه الصوم اصلا وصار الدم متعينا لان الصوم بدل والابدال لا تنصب الا شرعا والنص خصه بوقت الحج وجواز الدم على الاصل وعن ابن عمر انه امر فى مثله بذبح الشاة فلو لم يقدر على الهدى تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدى.

(البحر الرائق ۲: ۳۶۱ قبيل باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ويتعين الحرم لامنى) اى بل يسن لما فى المبسوط من ان السنة فى الهدايا ايام النحر منى وفى غير ايام النحر فمكة هى الاولىٰ شرح اللباب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۲ باب الهدى)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: (ذبح شاة او بدنة او سبعها) واطلق البدنة فشملت البعير والبقرة والسبع جزء من سبعة اجزاء وانما كان مجزئا لحديث الصحيحين.

(البحر الرائق ۲: ۳۵۹ باب القران)

الجواب: قربانی (دم شکر) صرف قارن یا متمتع پرواجب ہوتی ہے نہ کہ مفرد پر، کما فی الهداية ﴿١﴾ وردالمحتار ﴿٢﴾ والهندية ﴿٣﴾ وغيرها، اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر مفرد اس قربانی میں کمزوریوں کے ازالہ کی نیت کرے تو جائز ہے بخلاف القارن والمتمتع ﴿٤﴾ اور اگر متمتع یا قارن قربانی کو رمی پر مقدم کرے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہے، خلافا لمن سواه (هداية ﴿٥﴾ ردالمحتار ﴿٦﴾ هندية وغيرها). وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة المرغيناني: واذا رمى الجمرة يوم النحر ذبح شاة او بقرة او بدنة او سبع بدنة فهذا دم القران لانه في معنى المتعة والهدى منصوص عليه فيها.

(هداية ١: ٢٤٠ باب القران)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدين: وذبح للقران وهو دم شكر اى لما وفقه الله تعالىٰ للجمع بين النسكين في اشهر الحج بسفر واحد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ٢: ٢٠٩ باب القران)

﴿٣﴾ وفي الهندية: اذا رمى جمرة العقبه يوم النحر يذبح دم القران وهذا الدم نسك من المناسك. (فتاوىٰ عالمگيريه ١: ٢٣٨ الباب السابع في القران والتمتع)

﴿٤﴾ وفي الهندية: ثم يرجع الى منىٰ فان كان معه نسك ذبحه وان لم يكن فلا يضره لانه مفرد بالحج ولو كان قارنا او متمتعا فلا بدله من الذبح.

(فتاوىٰ عالمگيريه ١: ٢٣١ باب في كيفية اداء الحج)

﴿٥﴾ قال العلامة المرغيناني: ومن اخر الحلق حتى مضت ايام النحر دم عند ابي حنيفة وكذا اذا اخر طواف الزيارة وقالا لا شئ عليه في الوجهين وكذا الخلاف في تاخير الرمي وفي تقديم نسك على نسك كالحلق قبل الرمي ونحر القارن قبل الرمي.

(هداية ١: ٢٨٧ باب الجنايات)

﴿٦﴾ قال العلامة الحصكفي: او قدم نسكا على آخر فيجب في يوم النحر اربعة اشياء الرمي ثم الذبح لغير المفرد ثم الحلق ثم الطواف لكن لا شئ ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی وہاں قربانی نہ کرے اور دس روزے متواتر رکھے کیا اس پر دم واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر......۱۴/صفر ۱۳۹۵ھ

الجواب: جو حاجی متمتع یا قارن ہو اس پر قربانی لازم ہے اور عدم قدرت کی صورت میں دس روزے رکھنا کافی ہے، لیکن باوجود قدرت کے روزے رکھنا کافی نہیں، قربانی (ہدیہ) ذبح کرنا ضروری ہے، ماخوذ از ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجی پر عیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں میں سے ایک حج کیلئے گیا گھر پر جو بھائی رہ چکا ہے اس پر اس حاجی بھائی کی طرف سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار سید بنوی......۱۹۸۳ء/۸/۱۶

الجواب: حاجی پر قربانی واجب نہیں ہے، نہ منیٰ میں اور نہ وطن میں، کمافی البدائع

(بقیہ حاشیہ) علی من طاف قبل الرمی والحلق، قال ابن عابدین: قوله فیجب الخ لما کان قوله او قدم الخ بیانا لوجوب الدم بعکس الترتیب فرع علیه ان الترتیب واجب مع بیان مایجب ترتیبه ومالا یجب فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۶ باب الجنایات)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وذبح للقران وهو دم شکر ... وان عجز صام ثلاثة ایام آخرها یوم عرفة..... وسبعة بعد تمام ایام حجه فرضا او واجبا وهو بمعنی ایام التشریق.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۰۹ باب القران)

۵:۶۳ وذكر في الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر الخ﴿۱﴾ وتمام الكلام في الساری﴿۲﴾. وهو الموفق

حرمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحبؒ نے امسال حج پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کہا کہ آپ میری طرف سے ایک بکرا ذبح کریں جو کہ دم اضحیہ ہے اور مجھ پر واجب ہے، باقی دم شکر کا بکرا میں خود ذبح کروں گا، میں نے مقامی علماء سے پوچھا انہوں نے کہا دو دم نہیں ہیں اسلئے میں نے والد صاحب کی جانب سے قربانی نہیں کی، جب وہ واپس تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا تو بہت خفگی کا اظہار کیا اب ازروئے شرع اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سردار علی خان......۲۴/۲/۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۴:۱۹۵ کتاب التضحية فصل شرائط الوجوب)

﴿۲﴾ قال العلامة ملا علی قاری: اعلم ان الاضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر ويستوى فيه المقيم بالامصار والقرى والبوادى فلا تجب على المسافرين ولا على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة كذا في الخزانة ولعل وجهه انه يجب على الحاج دم القران او متعة ويستحب لهم دم افراد فيسقط عنهم دم الاضحية تخفيفا عليهم كما سقط عنهم صلاة العيد اجماعا وكذا صلاة الجمعة بمنىٰ عند بعضهم قال السنجاری فی منسكه ولا تجب الاضحية على المسافر والحاج لان فيه الحاق المشقة بالمشقة وتجب على اهل مكة لعدم المشقة فيهم ولعله اراد باهل مكة من لم يحج منهم ولا يبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادى واما اهل مكة فتجب عليهم وان كانوا حجوا كذا في الكرخی وذكر فی الخجندى انها لا تجب على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة، والله اعلم.

(ارشاد الساری ۲۶۳ مطلب فی التحقيق فی اضحية اهل مكة اذا حجوا)

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والد صاحب رمضان میں مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے شوال میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ واپس ہوا ہو تو آپ کے والد صاحب متمتع تھے اس پر دم تمتع واجب ہوا ہے جو کہ اس نے ادا کیا ہے اور چونکہ آپ کے والد صاحب حرمین میں مقیم تھے، **کما هو الظاهر لانه نویٰ اکثر من خمسة عشر یوما**، لہٰذا اس پر اضحیہ واجب تھا ﴿۱﴾ اور جب آپ نے اس کی طرف سے اضحیہ ذبح نہیں کیا ہے تو ابھی ایک متوسط شاۃ (دنبہ) جو کہ چھ ماہ سے زائد عمر کا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کی قیمت مساکین میں تقسیم کریں، **کما فی ردالمحتار ۵: ۲۸۰** ﴿۲﴾ . **وهو الموفق**

ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک حاجی ایام النحر میں

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وذكر في الاصل وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر فاما اهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا لما روىٰ نافع عن ابن سيدنا عمر رضي الله عنهما انه كان يخلف لمن لم يحج من اهله اثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا. (بدائع الصنائع ۴: ۱۹۵ كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب) ومثله في ارشاد الساري ۱: ۲۶۳ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وتصدق بقيمتها غني شراها اولا) وتعقبه الشيخ شاهين بان وجوب التصدق بالقيمة مقيد بما اذا لم يشتر اما اذا اشترى فهو مخير بين التصديق بالقيمة او التصدق بها حية كما في الزيلعي ابو السعود...... فبين ان المراد اذا لم يشترها قيمة شاة تجزئ في الاضحية كما في الخلاصة وغيرها قال القهستاني او قيمة شاة وسط كما في الزاهدي والنظم وغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۲۶ كتاب الاضحية)

لاعلمی، بھول یا کسی اور وجہ سے دم ادا نہ کرے جبکہ فریضہ حج سے پہلے برائے زیارت مدینۃ الرسول ﷺ گیا ہو اب یہ حاجی ایک دم ادا کرے گا یا دو؟ اور ایام النحر میں یا دوسرے ایام میں بھی ادا ہوسکتا ہے؟ نیز زمین حرم میں یا زمین حل میں بھی ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ہادی حقانی خرکی ضلع مردان.....۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ حاجی مدینہ منورہ سے رمضان میں واپس ہوا ہوتو اس پر دم تمتع نہیں ہے البتہ اگر اس نے عام قربانی ایام نحر میں نہیں کی ہوتو وہ ایک شاۃ کی قیمت بطور تصدق مساکین میں تقسیم کرے ﴿۱﴾ اور اگر مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کے احرام سے آیا ہو تو اس پر دم تمتع واجب ہوگا ﴿۲﴾ اور تاخیر کی وجہ سے دم جنایت بھی واجب ہوگا، اور زمین حرم کے ساتھ مختص ہوگا (ہندیہ) ﴿۳﴾ اور اگر یہ حاجی وقوف عرفات سے پہلے فوت ہوا ہوتو اس پر نہ قربانی ہے اور نہ دم تمتع وغیرہ، پس اگر اس حاجی نے حج مکمل کیا ہو لیکن دم تمتع ذبح نہ کیا ہوتو کسی کو وکیل بنا کر حرم میں دو دنبے وغیرہ ذبح کروائے خواہ ایام حج میں ہو یا پہلے ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵:۲۲۶ قبيل فروع كتاب الاضحية)

﴿۲﴾ وفى الهندية: والمتمتع من يأتى باعمال العمرة فى اشهر الحج اويطوف اكثر طوافها فى اشهر الحج ثم يحرم بالحج ويحج من عامه ذلك قبل ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۳۸ باب القران والتمتع)

﴿۳﴾ وفى الهندية: لا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا فى يوم النحر حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم ويجوز ذبح بقية الهدايا فى اى وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الافى الحرم.

(فتاوى عالمگيريه ۱:۲۶۱ الباب السادس عشر فى الهدى)

حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں لاکھوں قربانیاں ہو کر آخر میں اسے جلایا جاتا ہیں لوگ تھوڑا بہت گوشت کھا لیتے ہیں باقی چھوڑ دیتے ہیں اور ضائع ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ.....۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: قربانی کے گوشت میں سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: الاضحیة اراقة الدم من النعم دون سائر الحیوان والدلیل علی انها الاراقة انه لو تصدق بعین الحیوان لم یجز والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب ولیس بواجب حتی لو لم یتصدق به جاز قال فی الواقعات شراء الاضحیة بعشرة دراهم خیر من التصدق بالف درهم لان القربة التی تحصل باراقة الدم لا تحصل بالصدقة. (الجوهر النیرة ۲: ۲۸۱ کتاب الاضحیة)

الله
الله
باب الحج عن الغیر

......: عن ابن عباس
ان امرأة سألت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت:
ان ابی شیخ لایستوی علی البعیر
أدرکته فریضة الله؟ فقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم: حجی عنه.
بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی،
موطأ، نسائی، ابن ماجه، دارمی

باب الحج عن الغیر

حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں نے حج بدل کا ارادہ کیا ہے، معلم الحجاج ملقب باشرف المناسک میں لکھا ہے کہ حج عن الغیر کرنے والا تمتع نہیں کرسکتا، اور تمتع اجازت سے بھی جائز نہیں، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے، اب پوچھنا یہ ہے کہ حج عن الغیر میں تمتع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل کربوغہ شریف......۱۹۷۸ء/۸/۹

الجواب: حج بدل میں جب آمر کی اجازت سے قران اور تمتع کئے جائیں تو اس میں اختلاف ہے، ملا علی قاری ﴿۱﴾ اور حضرت گنگوہی ﴿۲﴾ وغیرہ نے عدم جواز کو مختار کیا ہے اور ارشاد الساری ۳۰۴ نے

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان هذا القيد سهو ظاهر اذ التفويض المذكور فی كلام المشائخ مقيد بالافراد والقران لاغير...... واما ما فی قاضی خان من التخيير بحجة او عمرة وحجة او بالقران فلا دلالة علی جواز التمتع اذالواو لا تفيد الترتيب فيحمل علی حج وعمرة بان يحج اولا عنه ثم يأتی بعمرة له ايضا.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبيل فصل ولوصی الميت او وارثه......)

﴿۲﴾ قال الشيخ الجنجوهی: پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کردیا تو ضمان دیوے گا اور حج مامور کا ہووے گا نہ آمر کا علی ہذا...... اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو الخ۔

(تالیفات رشیدیہ (رسالہ زبدۃ المناسک ۶۴۷ باب الحج عن الغیر)

ملا علی قاری پر رد کیا ہے اور جواز کو راجح قرار دیا ہے﴿۱﴾، قلت وهو الاقوىٰ لان كلام ابی بکر محمد بن الفضل لغير الجواز حيث قال اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا كذا في الخانية على هامش الهندية ۱: ۲۸۱﴿۲﴾ وكذا يقتضيه كلام غاية البيان حيث قال في شرح قوله الهداية فان امره غيره ان يقرن عنه فالدم على من احرم واراد بالقران الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا فافهم ﴿۳﴾، واستدلال المخالف بعبارات الفقهاء لا يصح لانها وردت عند الامر بالافراد وعللوها بعدم الاذن، وفي الصورة المسؤلة يأمره الآمر بالحج وهو في عرفنا شامل للاقسام الثلاثة وكذا لاريب في الاذن لا سيما عند الاستيذان ومزيد التفصيل في جواهر الفقه ۱: ۵۰۸ فليراجع ﴿۴﴾. وهو الموفق

حج بدل میں تینوں اقسام حج آمر سے واقع ہوتے ہیں

سوال: حج بدل یعنی حج عن الغیر میں اگر مأمور نے میقات سے احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا خواہ

﴿۱﴾ قال الشيخ حسين بن محمد سعيد المكي: قوله فيه ان هذا القيد سهو ظاهر قال القاضي عيد في شرحه لهذا الكتاب ولا يخفى ان هذا سهو منه لان الميت لو امره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الائمة الاسلاف فتدبر.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۲ قبیل فصل ولو صی المیت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن المیت)

﴿۳﴾ (هدایة ۱: ۲۸۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۴﴾ (جواهر الفقه ۱: ۵۰۸ رساله منهج الخیر فی الحج عن الغیر)

اپنے لئے ہو یا آمر کیلئے، بعد میں حج ادا کیا مکہ مکرمہ سے، کیا یہ حج آمر کیلئے ہوا یا نہیں؟ بعض کتب میں لایجوز مذکور ہے ان کی عبارات یہ ہیں، ان من شروط الحج عن الآمر ان یحرم من المیقات فلو اعتمر وقد امرہ بالحج ثم حج من مکة یضمن فی قولھم جمیعا ولا یجوز ذلک عن حجة الاسلام، الثالث عشر عدم المخالفة فلو امرہ بالافراد فقرن او تمتع ولو للمیت لم یقع حجہ عن الآمر ویضمن النفقة الخ، اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کرام میں بہت اختلاف ہے بعض وقوع وجواز کے قائل ہیں اور بعض عدم وقوع وعدم جواز کے قائل ہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نوراجان

الجواب عن عبد اللہ جان ناصر دکی: یہاں تفصیل کی ضرورت ہے اس کے بعد صراحتاً معلوم ہوجائے گا کہ یہ حج آمر کیلئے واقع اور جائز ہے تفصیل یہ ہے، عبارت بحر الرائق ۳۱۸:۲ لان الافاقی اذا قصد موضعا من الحل کخلیص یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم واذا وصل الیہ التحق باھلہ، ومن کان داخل المیقات فلہ ان یدخل مکة بغیر احرام اذا لم یقصد الحج او العمرة وھی الحیلة لمن اراد ان یدخل مکة بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلة للمامور بالحج (لانہ حینئذ لم یکن سفرہ للحج) ولانہ مامور بحجة آفاقیة واذا دخل مکة بغیر احرام صارت حجتہ مکیة فکان مخالفا وھذہ المسئلة یکثر وقوعھا فیمن یسافر فی البحر الملح وھو مامور بالحج ویکون ذلک فی وسط السنة فھل لہ ان یقصد البندر المعروف بجدة لیدخل مکة بغیر احرام حتی لا یطول الاحرام علیہ لو احرم بالحج فان المامور بالحج لیس لہ ان یحرم بالعمرة، پھر ملاحظہ ہو اسی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ پر عبارت منحة الخالق علی البحر لابن عابدین تحت قولہ لانہ

حینئذ لم یکن سفره للحج، هذا التعلیل یفید انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الی احد المواقیت واحرامه منه، ونقل کلام المولف هنا الشیخ حنیف الدین المرشدی فی شرح منسکه واقره ونقله عنه القاضی محمد عید فی شرح منسکه کما فی حاشیة المدنی علی الدرالمختار، ثم قال فیها ونقل الملا علی قاری فی رسالته المسماة. (بیان فعل الخیر اذا دخل مکة من حج عن الغیر)انه وقعت مسئلة اضطرب فیها فقهاء العصر وهی ان الآفاقی الحاج عن الغیر اذ انفصل عن المیقات بغیر احرام للحج هل هو مخالف ام لا؟ فقیل نعم فیبطل حجه عن الآمر وان عاد الی المیقات، واحرم وقیل لا بل علیه ان یرجع الی المیقات ویحرم عن الآمر واعتمد الاولون علی ظاهر ما فی المنسک الکبیر للسندی ان من شروط صحة الحج عن الآمر ان یحرم من المیقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مکة یضمن فی قولهم جمیعا ولا یجوز ذلک عن حجة الاسلام، لانه مامور بحجة میقاتیته الخ...... ولا یصح الاعتماد علیه لان الشرط فرض لا یثبت الا بدلیل قطعی فمجرد قوله من غیر نقله عن مجتهد او اسناده الی دلیل غیر مقبول، واطال الی ان قال وبما ذکرناه افتی الشیخ قطب الدین وشیخنا سنان الرومی فی منسکه وافتی به الشیخ علی المقدسی ونقل فتواه فراجعها الخ ما فی الحاشیة ملخصا اقول وفی رده ما ذکره السندی نظر ، لان المسئلة منقولة والمقلد متبع للمجتهد وان لم یظهر دلیله ففی التتارخانیة عن المحیط ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مکة فهو مخالف فی قولهم وفی الخانیة ولا یجوز ذلک عن حجة الاسلام عن نفسه وکذا لو حج ثم اعتمر کان مخالفا عند العامة، وفی المحیط ولو امره بالعمرة فاعتمر اولا ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفا وان حج اولا ثم اعتمر فهو مخالف الخ

فليتأمل وفي قول ابن عابدين فليتأمل اشارة الى جواب نظره وهو ان نقل الدليل عن مجتهد او اسناده الى دليل لا ينافي التقليد والاتباع وايضا قال ملا على قارى في كتاب المناسک ۲۵۳ وايضا فيه اشكال آخر حيث ان الميقات من اصله ليس شرطا لمطلق الحج واصالته بل انه من واجباته فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح او دليل صحيح فالامر مسلم والا فلا.

حاصل ما قال الملا على قارى في المنحة وفي كتاب المناسک ان الميقات اما ان يكون شرطا اولا، فان كان شرطا فالشرط فرض لا يثبت الخ ولم يأت احد بدليل قطعي الى الآن ولم يوجد، وان لم يكن شرطا بل من واجبات الحج فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح ودليل صريح فالامر مسلم والا فلا.

وبقوله ان الشرط فرض الخ وان الميقات من اصله ليس شرطا الخ اندفع ما قال في ردالمحتار في باب الحج عن الغير ۲۱۱، ۲۱۲ وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة اذا عادل الميقات واحرم على ان البحر الرائق علل بعلتين احدهما قوله لانه حينئذ لم يكن سفره للحج وثانيهما لانه مامور بحجة افاقية وبينهما تناقض كما يظهر بادنى تامل، وهو ان قوله لانه حينئذ تعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه كما ذكرناه آنفا، وقوله لانه مامور بحجة آفاقية تعليل يفيد ويفهم منه انه لو خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح ولعل البحر لهذا التناقض اتى وجاء بلفظ ينبغي وهو غير صريح في اشتراط الاحرام من السيقات وعلل الشيخ السندى بعلة واحدة وهي قوله لانه مامور بحجة ميقاتية وهي ايضا منقوضة بما قال في المنحة على البحر ۳:۶۳ وهو (قول السندى لانه مامور بحجة ميقاتية) يفهم منه انه لو

خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح لكن يرد عليه انه لما اعتمر جعل سفره للعمرة ولم يؤمر به فيكون مخالفا كما يفيده قوله الآتي (لانه جعل المسافة) والقول الآتي من آخر صفحة ۶۳ الى نصف سطرى ثانية ۶۴.

وايضا قال ملا علی قاری فی كتاب المناسک ۱۵۳ تحت قوله فلو امره بالافراد فقرن او تمتع به ولعل وجهه انه مامور بتجريد السفر للحج فانه المفروض عليه وينصرف مطلق الامر اليه الا انه يشكل عليه اذا امره بافراد العمرة ثم اتيان الحج بعده او صرح بالتمتع فی سفره او بتفويض الامر اليه. اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حج آمر کی طرف سے واقع اور جائز ہے۔

المجیب: عبداللہ جان ناصر دکی لورآلائی

الجواب عن مفتی صاحب دامت برکاتھم: ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حج آمر سے واقع ہوتا ہے البتہ عوام کے عرف میں حج کا افراد اور تمتع اور قران تینوں اقسام پر اطلاق ہوتا ہے لہٰذا اسی بنا پر یہ حج آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے فافهم﴿۱﴾. وهو الموفق

محمد فرید عفی عنہ ...... ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ اس میں اصل یہ ہے کہ میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفاقی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے وہ میقات کا یہ امر دلالۃ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے پس جب آمر کی اجازت اس سے خلاف واقع ہوئی مثلاً اس کو قران کا امر کیا یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملا لیا حتی کہ اس کا قران ہوگیا تو جائز ہے اسلئے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو اس کی اجازت حاصل ہے اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بنا پر مامور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پہلے حج ادا کیا ہے کیا اس کی جانب سے حج بدل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق......۲۷/ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

الجواب: جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو تو اس کی طرف سے دوبارہ حج کرنا جائز ہے ﴿۱﴾ اور جس شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے بلا کراہت حج بدل کر سکتا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) پس یہ میقات سے احرام کی شرط نیابت حج کیلئے فی نفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر سے دلالۃ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے (عمدۃ الفقہ ۴:۲۵۴) بالاقول سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں چونکہ حج یہی مشہور قسم یعنی تمتع کا نام ہے اور عوام اس میں فرق نہیں کرتے بلکہ مطلق حج کا امر کرتے ہیں اور ہر قسم حج کی جازت ہوتی ہے، تو دلالۃ اس سے یہی حج تمتع مراد ہوتا ہے۔ نیز نظام الفتاویٰ ۱:۱۵۱ میں ہے "اور اگر آمر نے قران اور تمتع کی اجازت دے دی ہے خواہ مجملاً ہی دی ہو مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کرآ ؤ تو اس صورت میں مامور کو حج تمتع اور قران دونوں کرنا جائز رہے گا...... كما في الدر المختار ودم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الآمر والا فيصير مخالفا فيضمن ، معلوم ہوا کہ باذن آمر اور بغیر اذنہ دونوں کا حکم یکساں نہیں بلکہ فرق ہے، انتہی، پس معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں حج تمتع کی اجازت مجملاً دلالۃ ہوتی ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے، اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية ۱:۳۰۷ حج عن الغير)...... از مرتب

﴿۱﴾ وفي الهندية: ففي الحج النفل تجوز النيابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع كذا في السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والافضل للانسان اذا اراد ان يحج ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنے لڑکے کو دیگر بھائیوں سے کچھ زیادہ رقم دی تھی اب یہ لڑکا حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا والدہ کی طرف سے اس مال پر حج بدل کیا جائے گا یا دیگر مال کی ضرورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد غازی ہری پور

الجواب: حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ خرچہ آمر کے مال سے کرنا ہوگا، کما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۸ ﴿۱﴾. وهو الموفق

عورت کیلئے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہے اور محرم کا خرچہ بھی ادا کرسکتی ہے لیکن اسے کوئی محرم ایسا نہیں مل رہا ہے جس کے ساتھ حج کرنا جائز ہو کیا یہ عورت حج بدل کراسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عورت بغیر محرم شرعی کے حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے اور محرم یا زوج کا موجود ہونا کسی

(بقیہ حاشیہ) رجلا عن نفسه ان يحج رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: النفقة من مال الآمر اى المحجوج عنه ومحترزه قوله الآتي ولو انفق من مال نفسه الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

بھی وقت ممکن ہوسکتا ہے اس لئے کسی کو حج بدل کیلئے نہیں مقرر کر سکتی، البتہ اگر یہ عدم محرم ایسا دوام اختیار کرے کہ موت تک بھی اس کی امید نہ ہو تو مریض دائم کی طرح پھر حج بدل کرا سکتی ہے، وفی ردالمحتار فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الخ ﴿۱﴾. وھو الموفق

حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک فقیر آدمی ہے اور عمر اسے اپنی والدہ کے حج بدل کیلئے بھیجنا چاہتا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقیر اور نادار آدمی حج بدل کیلئے نہیں جا سکتا، کیونکہ پھر اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے اگر وہ زمین حرم تک پہنچ جائے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت سید شوڈاگئی تالاش دیر......۱۹۷۲ء/۸/۲۸

الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو لیکن باوجود اس کے اگر نادار اور فقیر شخص کو روانہ کیا جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا ہے (والتفصیل فی ردالمحتار ۲:۳۳۲) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ومن العجز الذی یرجی زواله عدم وجود المرأة محرما فتقعد الی ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فیه ای لکبر او عمی او زمانة فحینئذ تبعث من یحج عنها اما لو بعث قبل ذلک لا یجوز لتوهم وجود المحرم الا ان دام عدم المحرم الی ان ماتت فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الی ان مات کما فی البحر وغیره.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: جاز حج الصرورة من لم یحج...... وغیرهم اولیٰ لعدم الخلاف، قال ابن عابدین فی التنبیه: ان الفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی...... لکن هذا لا یدل علی ان الصرورة الفقیر کذلک لان قدرته بقدرة غیره کما قلنا وهی غیر معتبرة بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ایامِ حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دو آدمی ہمارے گاؤں سے حج کیلئے گئے، عمرہ ادا کرنے کے بعد زیارت نبوی ﷺ کیلئے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر بس میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے کہ ایکسیڈنٹ میں دونوں حضرات شہید ہوگئے، اب ان کے ورثا پر ان کی طرف سے حج بدل لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امیر احمد تجوڑی لکی مروت......۱۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ مرحومین اس سال وفات سے قبل سال میں صاحب استطاعت تھے اور انہوں نے حج کرانے کے متعلق وصیت کی تھی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر امسال صاحب استطاعت ہوئے ہوں اور یا وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر حج کرنا ضروری نہیں ہے (ارشاد الساری وغیرہ)﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند وصوله الى الميقات صار قادرا بقدرة نفسه فيجب عليه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ قال العلامة الملا علی قاری: اعلم ان كل من وجب عليه الحج ..... وهو قادر على الاداء بنفسه وحضره الموت او خافه يجب عليه الوصية بالاحجاج عنه بعد موته فان قدر عليه اولا وعجز عن الاداء بنفسه اى بعده يجب عليه الاحجاج...... ان فرط اى قصر فى التأخير بان وجب عليه فلم يخرج اليه فى عامه وفيه الايماء الى ان وجوب الايصاء انما يتعلق بمن لم يحج بعد الوجوب اذا لم يخرج الى الحج حتى مات فاما من وجب عليه الحج فحج من عامه فمات فى الطريق لا يجب عليه الايصاء بالحج لانه لم يؤخر بعد الايجاب...... وان مات قبل التمكن من ادائه سقط عنه الحج ... ولا تجب عليه الوصية به ......اى من لزمه الحج فلم يحج حتى مات قبل التمكن من ادائه.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل کیلئے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کیلئے حرمین میں کوئی مقرر کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کیلئے عمر کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے لیکن عمر کہتا ہے کہ میں اپنے لئے حج کروں گا اور تمہاری والدہ کیلئے حرمین شریفین میں کسی کو حج بدل کیلئے منتخب کروں گا، تو مجھے اپنے حج کیلئے اور اسی طرح حج بدل والے کیلئے جو خرچ ہو وہ دوگے، کیا یہ طریقہ حج بدل صحیح ہے اور ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: روئیداد خان نخونسوں بنکاک ۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: نہ یہ طریقہ مذکورہ مشروع ہے اور نہ اس سے زید کی والدہ کا ذمہ فارغ ہوتا ہے، اما الاول فلان عمرا لم یحج ام زید، واما الثانی فلما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۹ الحادی عشر ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ کما سیأتی بیانه ﴿۱﴾. وهو الموفق

پاکستانی کیلئے ابوظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارے ایک ساتھی کی والدہ ضعیف العمری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا نہیں کرسکتی اسلئے اس کا بیٹا یہاں سے والدہ کیلئے حج بدل ادا کرسکتا ہے یا پاکستان سے ادا کرے گا؟

(۲) اگر کوئی شخص فوت شدہ والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے جبکہ اس نے وصیت نہیں کی ہو تو وہ یہاں ابوظہبی سے حج بدل کرا سکتا ہے یا پاکستان سے حج بدل کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اکبر ابوظہبی متحدہ عرب امارات ......۲۲/ شعبان ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) سقط عنه الفرض بالاتفاق وان مات بعد التمکن لم یسقط عند الشافعی واحمد هذا الخ. (ارشاد الساری ۲۸۷ باب الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

الجواب: (۱)اگراس شخص کی والدہ پر حج فرض ہوتو حج بدل کرنے والا والدہ کی نفقہ پر (والدہ کے وطن) پاکستانی میقات (یلملم) سے احرام باندھے گا (شامیہ)﴿۱﴾ اور والدہ کی اجازت سے حج کرے گا، اور اگر والدہ یہ کہے کہ وہاں ابوظبی سے میرے لئے حج کیا جائے تو پاکستان آنے کی ضرورت نہ ہوگی (ارشادالساری۲۹۱)﴿۲﴾۔

(۲)تبرع کی صورت میں توسع ہے اور یہ تنگی حج بدل اور وصیت کی صورت میں ہے﴿۳﴾وھو الموفق

حج بدل کیلئے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کیلئے جارہا ہے لیکن میقات سے حج بدل کیلئے احرام نہیں باندھا ہے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے کیا حرم شریف سے حج بدل کیلئے احرام باندھ کر حج بدل ہوجائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظبی......۱۴۰۱/۵/۳ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله النفقة من مال الآمر الخ) ای المحجوج عنه...... ان یحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حیث یبلغ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹، ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الملا علی القاری: ولو اوصی ای من له وطن ان یحج عنه من غیر بلده یحج عنه کما اوصیٰ به قرب ذلک المکان الموصیٰ به من مکة او بعد.

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ۲۹۱ قبیل مطلب جواز اخراج البدل من مکة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: وانما شرط غیر المنوب للحج الفرض لا النفل لجواز الانابة مع القدرة فی حج النفل لان المقصود منه الثواب.

(البحرالرائق ۳: ۶۲ باب الحج عن الغیر)

الجواب: اگرآمر نے تمتع کی اجازت دی ہوتو بنابر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اگرحج فرض نہ ہوتو ایصال ثواب کیلئے حرمین میں کوئی شخص بدل کیلئے مقرر کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے حج کیلئے چلا گیا، اس کے والدین معذور ہیں خود حج کیلئے نہیں جا سکتے ہیں اسلئے اس شخص نے حرم شریف میں دو آدمیوں کو مثلاً دو دو صد روپیہ دیئے کہ میری ماں اور باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرو، انہوں نے یہ حج بدل ادا کیا، کیا یہ فریضہ حج ان کی طرف سے ادا ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود مدرس مدرسہ شمس المدارس لنڈیوا کرک

الجواب: محترم المقام مولانا عبدالودود سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد! پس واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں اگر زید کے والدین پر حج فرض نہ ہوتو اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، لان ایصال الثواب لا یشترط فیه الامر وغیره بخلاف فراغ الذمة عن الواجب ﴿۲﴾ اور اگر والدین پر حج فرض ہوتو اس طریق کار سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ﴿۳﴾ والظاهر ان ههنا النفقة من مال الولد وكذا الظاهر ان الوالدين

﴿۱﴾ قال الفرغانی: اذا امر غیره بان یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.
(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱:۳۰۷ فصل فی الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲٦٦ قبیل فروع وباب الهدی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وبشرط الامر بالحج عنه ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

لم یأمراہ وھذا بخلاف ما اذا ماتا فلیراجع الی باب الحج من الغیر۔ وھو الموفق

ضعیف والد کیلئے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو لیکن خود ضعف اور بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکتا، کیا اس کا بیٹا یا نواسہ جو سعودیہ یا امارات میں مزدوری کے سلسلے میں مقیم ہو اور خود حج کیا ہو کیا وہ والد کیلئے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور حج کے بعد اس کا یہاں پاکستان میں گھر آنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا حج کرنے سے پہلے پاکستان میں گھر آنا اور والد صاحب سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انجنیئر عارف اللہ الیکٹریکل کالج آف ٹیکنالوجی پشاور......۱۸/۱/۱۹۸۶

الجواب: اگر آپ کے والد صاحب پر حج فرض ہو تو اپنے وطن سے کسی قریب یا اجنبی کیلئے اپنے مملوکہ مال سے حج بدل کا داخلہ کردے البتہ افضل یہ ہے کہ مسائل حج سے واقف شخص کو جو کہ ایک دفعہ حج کر چکا ہو حج کیلئے روانہ کرے (ماخوذ از مسلک المتقسط)﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلھا او اکثرھا وحج المأمور بنفسہ وتعینہ ان عینہ الخ۔ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: اعلم ان کل من وجب علیہ الحج... وعجز عن الاداء بنفسہ...... یجب علیہ الاحجاج بان یحج عنہ فی حال حیاتہ او بعد مماتہ...... ویتحقق العجز بالموت والحبس والمنع...... والعرج والھرم..... والسادس ان یحج بمال المحجوج عنہ...... والثامن ان یحج عنہ من وطنہ...... ولا یشترط لجواز الاحجاج ان یکون الحاج المأمور قد حج عن نفسہ...... الا ان الافضل کما فی البدائع ان یکون قد حج عن نفسہ ای للخروج عن الخلاف الذی ھو مستحب بالاجماع۔

(المسلک المتقسط ۲۸۷ تا ۳۰۰ باب الحج عن الغیر)

عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ندیم رستم ضلع مردان

الجواب: مرد کی طرف سے عورت (محرم کے ساتھ) حج بدل کیلئے جاسکتی ہے البتہ کراہت سے خالی نہیں، کما صرح به الفقهاء ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہوجائے گا ان شاء اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض تھا مگر زندگی

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویجوز احجاج المرأة باذن زوج لها ووجود محرم معها والعبد والامة باذن المولی مع الکراهة فیه انه لا یظهر وجه الکراهة لا سیما فی احجاج المرأة عن المرأة فان الظاهر ان یکون اولیٰ وانسب ویدل علیه اطلاق الفتاویٰ السراجیة حیث قال وسواء کان عبدا او امة من غیر ذکر امرأة.

(ارشاد الساری ۳۰۱ قبیل فصل ولو اوصیٰ ان یحج عنه)

قال العلامة ابن الهمام: ویجوز احجاج الحر والعبد والامة والحرة وفی الاصل نص علی کراهة المرأة فی المبسوط فان احج امرأته جاز مع الکراهة لان حج المرأة نقص فانه لیس علیها رمل ولا سعی فی بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبیة ولا الحلق.

(فتح القدیر ۳: ۷۲ باب الحج عن الغیر)

وفی الهندیة: ولو احج عنه امرأة او عبدا او امة باذن السید جاز ویکره هکذا فی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)

میں ادانہیں کیا اور فوت ہوا اور حج کی وصیت بھی نہیں کی کیا اب اس کے ورثا اس سے حج کر سکتے ہیں اور ذمہ فارغ ہو جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان.....۱۹۸۴ء/۸/۲۵

الجواب: اولاد وغیرہ میت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اس سے ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اگر چہ اس نے وصیت نہیں کی ہے (شامی)﴿۱﴾۔ وهو الموفق

وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کرا سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنے لئے چار وصی مقرر کئے جن میں سے دو میت کے بیٹے اور دو اجنبی آدمی تھے، جبکہ میت کے ورثا میں نابالغ افراد بھی ہیں، وصیت یہ کی تھی کہ میری جائیداد کے ایک تہائی حصہ میں سے میرے لئے حج اور خیرات وغیرہ کئے جائیں، اب میت کے دو وصی جو وارث بھی ہیں میت کی جانب سے حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غیر ورثاء وصیان حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص حج بدل ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں، لکون الایصاء مطلقا ویدل علیه ما فی الهندیة ۱: ۲۷۶ ولو اوصیٰ المیت ان یحج عنه ولم یزد کان للوصی ان یحج بنفسه فان کان الوصی وارث المیت او دفع المال الی وارث المیت لیحج عن المیت الخ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله الا اذا حج او احج الوارث) ای فیجزئه ان شاء الله تعالیٰ کما فی البدائع واللباب وهذا اذا لم یوص المورث.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۹ الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج)

وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب! آپ صاحبان کا فتویٰ موصول ہوالیکن نظر ثانی کیلئے دوبارہ ارسال خدمت ہے لہٰذا آپ صاحبان تسلی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ کر بندہ کو ارسال کرے نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب بالوضاحة: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے جو کہ اس عبارت مذکورہ اور ردالمحتار ۲ : ۳۴۱ قبیل باب الھدی میں مسطور ہے اور وہ یہ ہے کہ وصی غیر، غیر وارث اجازت کا محتاج نہیں ہے(جبکہ وصی وارث اجازت کا محتاج ہے) اور وصی وارث بالغ باقاعدہ اجازت دینے کا اہل ہے نابالغ اجازت کا اہل نہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا والد بغیر ادائیگی فریضہ حج وفات پا گیا ہے اور وصیت بھی نہیں کی ہے اب اس کا وارث بیٹا ایک غیر وارث شخص کو حج بدل کیلئے مقرر کرتا ہے کیا یہ جائز ہے اور مسقط الفرض ہے؟ اگر ہے تو حج افراد کرے گا یا تمتع ؟بینوا توجروا

المستفتی: سید جلال الدین مہتمم زرگری......۱۹۷۵ء/۹/۲۵

الجواب: جس شخص پر حج فرض ہو تو وہ افراد تمتع قران میں سے جو بھی ادا کرے جائز اور مشروع ہوتا ہے لہٰذا مامور بھی باجازت ہر ایک کر سکتا ہے﴿۲﴾ اور اسی سے اس غیر کا ذمہ فارغ ہوگا، پس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لو اوصى ان يحج عنه ولم يزد على ذلك كان للوصي ان يحج عنه بنفسه الا ان يكون وارثا او دفعه لوارث ليحج فانه لا يجوز الا ان تجيز الورثة وهم كبار. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۹ قبيل باب الهدى فى الفروع)

﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغاني: اذا امر غيره بان......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

صورت مسئولہ میں یہ شخص اصالۃً یا وکالۃً اپنے والد کا ذمہ فارغ کرسکتا ہے، افراد، تمتع اور قران سے کوئی بھی مخل نہیں ہے، نیز عدم وصیت بھی مخل نہیں ہے، کما فی الدر المختار وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه، وفی ردالمحتار ۲: ۳۲۸ هذا اذا لم یوص المورث ﴿۱﴾. وهو الموفق

اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بغیر وصیت حج کے فوت ہو جائے اور وارث اپنی خوشی سے حج بدل ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی... ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں ان شاء اللہ والد کا ذمہ فارغ ہوگا، کما فی ردالمحتار ۲: ۳۲۷ وان لم یوص به ای بالاحجاج فتبرع عنه الوارث فحج بنفسه او احج عنه غیره جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حج بدل کا تفصیلی مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خود فریضہ حج ادا کیا ہے اس سال ارادہ ہے کہ والد مرحوم کیلئے حج بدل ادا کروں کیا یہ ہوسکتا ہے جبکہ میری والدہ زندہ ہے نیز میرا ادادا

(بقیہ حاشیہ) یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن المیت)

﴿۱﴾ الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

بھی فوت ہو چکا ہے اس کیلئے بھی حج بدل کرنا چاہتا ہوں یعنی دوسرے آدمی کو سارا خرچہ دے کر حج کراؤں گا کیا یہ درست ہے؟ اور حج بدل صرف رشتہ دار کر سکتا ہے یا غیر رشتہ دار بھی؟ جبکہ میری دادی ضعیف العمر ہے بہت کمزور ہے کیا دوسرے آدمی سے اس کیلئے حج کرا سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلال الدین تبوک سعودی عرب

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ کے والد، والدہ اور دادا پر حج فرض تھا یا نہیں؟ اور فرض ہونے کی صورت میں انہوں نے وصیت کی ہے یا نہیں؟

(الف) بہر حال! اگر ان پر فریضہ حج عائد نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں خود رشتہ دار مامور کریں یا غیر رشتہ دار، اور بغیر کسی تقید کے کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں ﴿۱﴾۔

(ب) اور اگر ان پر فریضہ حج عائد تھا اور وہ وفات پا چکے ہیں تو وصیت نہ کرنے کی صورت میں بھی کوئی پابندی نہیں ہے اور وصیت کی صورت میں یہ شرط ہے کہ نفقہ ان کا خرچ کیا جائے گا اور یلملم سے احرام باندھا جائے گا، اور ان میں سے جو شخص زندہ ہو تو عجز کی صورت میں آپ ان کیلئے حج کر سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں (بغیر اشتراط رشتہ دار ہونے کے) البتہ نفقہ اور میقات حسب سابق واجب الرعایت ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بخلاف ما لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفي الحديث من حج عن ابويه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲٦٥، ۲٦٦ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر به اى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من الشرائط النفقة من مال الآمر الخ.

قال العلامة ابن عابدين: الرابع الامر اى بالحج ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین کوایصال ثواب کیلئے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں کیا میں ان کیلئے حج قران کر سکتا ہوں؟ نیز میں سعودیہ عربیہ میں ہوں میں ابھی سعودی سے یہ فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں یا وطن سے آنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودیہ عربیہ.....۸/محرم۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ والد یا والدہ نے وصیت نہیں کی ہے لہٰذا ہر جگہ سے ان کیلئے حج ادا کر سکتے ہیں خواہ قران ہو یا تمتع یا افراد ﴿۱﴾ کیونکہ یہ محض ایصال ثواب ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

والدین کیلئے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں یا والدہ کو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب

(بقیہ حاشیہ) فلا یجوز حج غیرہ بغیر امرہ ان اوصیٰ بہ ای بالحج عنہ فانہ ان اوصی بان یحج عنہ فتطوع عنہ اجنبی او وارث لم یجز وان لم یوص بہ ای بالاحجاج فتبرع عنہ الوارث وکذا من هم اهل التبرع فحج ای الوارث ونحوہ بنفسہ ای عنہ او احج عنہ غیرہ جاز والمعنی جاز عن حجة الاسلام ان شاء اللہ تعالیٰ کما قالہ فی الکبیر الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغیر عشرون)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان لم یوص بالاحجاج فتبرع عنہ الوارث وکذا من هم اهل التبرع ونحوہ فحج الوارث ونحوہ بنفسہ او احج عنہ غیرہ جاز ذلک التبرع او الحج اوالاحجاج والمعنیٰ جاز عن حجة الاسلام ان شاء اللہ تعالیٰ الخ.

(ارشاد الساری ۲۸۸ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وشرط العجز المذکور للحج الفرض) دون النفل فلا یشترط فی النفل شیئ منها الا الاسلام والعقل .....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین میں سے کسی ایک کیلئے نفلی حج کا ارادہ ہے، میں نے کسی سے سنا ہے کہ والد کیلئے حج کرنے پر دس حجوں کا ثواب ملتا ہے لیکن میں نے خیال کیا کہ والدہ کا حق زیادہ ہے اب آپ صاحبان لکھدیں کہ والد یا والدہ میں سے کس کیلئے حج کرنے میں ثواب زیادہ ہے اور اگر میں وہاں مکہ میں کسی کو حج بدل کیلئے مقرر کروں تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رحمت اللہ سنگاپور......۱۹۷۵ء/۹/۱۱

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے اصالۃً بھی حج کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص سے بھی کرواسکتے ہیں، البتہ چونکہ یہ عمل احسان اور بر ہے نہ کہ تعظیم اور توقیر، لہٰذا والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے ﴿۱﴾ اور اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر یا دونوں پر حج فرض تھا تو ان میں سے کسی ایک نے اگر وصیت کی ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر وصیت کسی ایک نے نہیں کی ہو اور دونوں پر حج فرض تھا تو والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے اور والدین کی طرف سے نفلی حج کرنے میں دس گنا ثواب زائد ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) والتمیز...... لانه یتسامح فی النفل ما لا یتسامح فی الفرض الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲ : ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ وفی الهندیة: اذا تعذر جمع مراعاة حق الوالدین بان یتأذی احدهما بمراعاة الاخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامی قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمة حتی لو دخلا علیه فی البیت یقوم للاب ولو سألا منه ماء ولم یأخذ من یده احدهما فیبدأ بالام کذا فی القنیة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۳۶۵ کتاب الکراهیة الباب السادس والعشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لو اهل بحج عن ابویه......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج وعمرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) میرے والدین ضعیف العمر ہیں کیا میں اپنا حج کئے بغیر ان کی جگہ حج کرسکتا ہوں؟

(۲) والدین میں سے پہلے کس کا حق ہے والد کا یا والدہ کا؟

(۳) کسی مرحوم کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟

(۴) کیا صحت مند آدمی کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) کیا بیوی کی جانب سے شوہر عمرہ کرسکتا ہے؟

(۶) نابالغ بچوں کی جانب سے عمرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱،۲) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے اولاً حج ادا کریں اور ثانیاً والدین کی طرف

(بقیہ حاشیہ) او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار، قال ابن عابدین: وکذا لو احرم عن احدهما مبهما یصح تعیینه بعد ذلک بالاولیٰ کما فی الفتح قال ومبناه علی ان نیته لهما تلغو لعدم الامر فهو متبرع فتقع الاعمال عنه البتة وانما یجعل لهما الثواب وترتبه بعد الاداء فتلغو نیته قبله فیصح جعله بعد ذلک لاحدهما اولهما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلا عنهما فان کان علی احدهما حج الفرض واوصی به لا یسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وان لم یوص به فتبرع الوارث عنه بالاحجاج او الحج بنفسه قال ابوحنیفة یجزیه ان شاء الله تعالیٰ لقوله ﷺ للخثعمیة ارأیت لو کان علی ابیک دین الحدیث الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغیر)

سے(شامی ﴿۱﴾مشکواۃ ﴿۲﴾)اور چونکہ یہ عمل باب ترحم سے ہے نہ کہ باب اکرام سے لہٰذا اس میں قواعد کی رو سے والدہ کی تقدیم مناسب ہے﴿۳﴾۔

(۳)مرحومین کی طرف سے عمرہ اور حج ادا کئے جاسکتے ہیں یہ ایصال ثواب میں داخل ہے﴿۴﴾۔

(۴،۵)عمرہ اور نفلی حج صحت مند اور بیوی کی طرف سے ادا کئے جاسکتے ہیں﴿۵﴾۔

(۶)نہ ممنوع ہے اور نہ مندوب ہے نابالغ کے نفل پڑھنے جیسا ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: والافضل ان یکون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه وذکر فی البدائع کراهة احجاج الصرورة لانه تارک فرض الحج الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبیل مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال ان رسول الله ﷺ سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قریب لی قال احججت عن نفسک قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواه الشافعی وابوداؤد وابن ماجة.

(مشکواة المصابیح ۱: ۲۲۲ کتاب المناسک الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال الفقیه محمد عبد الحیٔ اللکھنوی: اذا تعذر مراعاة جمع حقوق الوالدین رجح جانب الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام حتی لو دخلا علیه فی البیت یقوم للاب ولو سئل ما لایبتدئ بالام واذا خالف امره امرها یطیعه فیما یرجع الی التعظیم ویطیع امرها فیما یتعلق بالانعام کذا فی مطالب المؤمنین عن القنیة.

(نفع المفتی والسائل ۲۲۴ ما یتعلق من خفض الجناح للوالدین)

﴿۴﴾قال العلامة الحصکفی: لو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغیر)

﴿۵﴾قال العلامة الحصکفی: وشرط العجز المذکور ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رواجی شرکت کی صورت میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والدین زندہ ہیں اور بھائی بھی زندہ ہیں اور تمام مال شریک ہے زید مزدوری کرتا ہے اور کماتا ہے سعودی عرب میں مقیم ہے، کیا والدین اور بھائیوں کی اجازت کے بغیر زید نفلی حج ادا کرسکتا ہے؟ اور کیا اپنے دادا، والد، والدہ وغیرہ کیلئے حج بدل ان کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن ریاض سعودی عرب......۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: زید کا والدین اور برادران کے ساتھ شراکت رواجی شراکت ہے شرعی شراکت نہیں ہے یہ شرکت فقہائے کرام کے ذکر کردہ اقسام میں داخل نہیں ہے پس بہر حال زید زکوٰۃ، خیرات اور حج کرنے میں خود مختار ہے﴿۱﴾ البتہ دوسرے شخص (والد وغیرہ) کی طرف سے حج بدل کو بغیر اجازت کے کرنا

(بقیہ حاشیہ) للحج الفرض لا النفل لا تساع بابه، قال ابن عابدین: ای لانه یتسامح فی النفل ما لایتسامح فی الفرض قال فی الفتح اما الحج النفل فلا یشترط فیه العجز لانه لم یجب علیه واحده من المشقتین ای مشقة البدن ومشقة المال فاذا کان له ترکهما کان له ان یتحمل احداهما تقربا الی ربه عزوجل فله الاستنابة فیه صحیحا.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ ہمارے ہاں جو شرکت اموال وکمائی وغیرہ رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے کچھ کماتے ہیں اور کچھ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کرتے ہیں اور بھائی بندی کے ساتھ باہم رہتے ہیں اور والد یا بڑا بھائی سرپرستی کرتا ہے، اب اس صورت میں جب اختلاف پیدا ہو جائے تو عموماً ایسا کیا جاتا ہے کہ تمام سرمایہ باہم تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک برادر اپنا اپنا حصہ لیتا ہے، لیکن اگر ایک بھائی جو محنت ومزدوری کرتا ہے یا بیرون ملک ملازمت کرکے کماتا ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ کمائی میری ہے لہٰذا یہ مال سب کے سب میرا ہے تو اس صورت میں اس کاسب بھائی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں کہ والد اور بیٹے یا بھائیوں کی صنعت ایک نہ ہو...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے سود ہے ﴿۱﴾ اور انہیں نفلی حج کا ایصال ثواب مشروع ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی تھی، دریں

(بقیہ حاشیہ) اور دونوں کا سابق مال نہ ہو، نیز یہ بیٹا والد کی عیالداری میں نہ ہو، كما صرح به في فتاوىٰ الخيرية ۲: ۹۲ (سئل) في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه اموالا ومات هل هي لوالده خاصة ام تقسم بين ورثته (اجاب) هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالىٰ حيث كان له كسب مستقل بنفسه واما قول علمائنا اب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ ثم اجتمع لهما مال يكون كله للاب اذا كان الابن في عياله فهو مشروط كما يعلم من عبارتهم بشروط منها اتحاد الصنعة وعدم مال سابق لهما وكون الابن في عيال ابيه فاذا عدم واحد منها لا يكون كسب الابن للاب وانظر الى ما عللوا به المسئلة من قولهم لان الابن اذا كان في عيال الاب يكون معينا له فيما يصنع فمدار الحكم على ثبوت كونه معينا له فيه. (فتاوىٰ خيريه على هامش تنقيح الحامدية ۲: ۹۲)...... (ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر به اى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبيل شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: فلا يشترط في النفل شيئ منها (اى من الشروط) الا الاسلام والعقل والتمييز وكذا عدم الاستئجار لا تساع باب النفل انه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض قال في الفتح اما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز لانه لم يجب عليه واحدة من المشقتين اى مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له تركهما كان له ان يتحمل احداهما تقربا الى ربه عزوجل فله الاستنابة فيه صحيحا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲٦۱ قبيل مطلب في حج الصرورة)

اثنا زید کسی کیلئے حج بدل پر گیا، حج سے فارغ ہو کر زید نے اپنے خرچ سے عمرہ منذورہ ادا کیا، کیا زید کا ذمہ فارغ ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالباقی گندف ضلع صوابی.....۱۴۰۱/۴/۲ھ

الجواب: بظاہر اس نے اداء کما التزم کیا ہے اور ذمہ فارغ ہوا ہے کیونکہ اس نے اولاً حج بدل کیا ہے اور آمر سے کوئی مخالفت نہیں کی ہے اور ثانیاً اپنی نذر ادا کی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مامور نے حج نہیں کیا ہو حج بدل کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے خود حج نہیں کیا ہے لیکن دوسرے شخص کی طرف سے حج بیت اللہ کیلئے چلا گیا ہے کیا غیر حاجی شخص حج بدل کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ انداز گل سکنہ جمرود

الجواب: یہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوتا ہے اگرچہ مامور نے حج نہیں کیا ہو فی الھندیۃ، لو احج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر کذا فی المحیط (ھندیۃ ۱: ۲۷۴) ﴿۲﴾. وھو الموفق

جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس سے حج بدل کرانا خلاف افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے متوفی والد کی جانب

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: بخلاف ما اذا امره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفا والنفقة فی مدة اقامته للحج فی ماله لانه اقام فی منفعة نفسه بخلاف ما اذا حج اولا ثم اعتمر للآمر فانه یکون مخالفا لانه جعل المسافة للحج وانه لم یؤمر به.

(البحر الرائق ۳: ۶۳ باب الحج عن الغیر)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغیر)

سے حج بدل کرنا چاہتا ہے جبکہ خود اس پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے امسال وہ اس مقدس فریضہ کیلئے والد کی طرف سے منتخب ہوا ہے اب وہ یہ حج کس کی طرف سے ادا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فلائیٹ لفٹننٹ ولایت حسین پی اے ایف پشاور

الجواب: جس شخص نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہو اس کو حج بدل کیلئے منتخب کرنا جائز ہے البتہ افضل نہیں ہے، کما فی شرح التنویر جاز حج الصرورة (باب الحج عن الغیر) وتمام الکلام فی ردالمحتار ۳: ۲۰۳ فلیراجع﴿۱﴾. وھو الموفق

حج بدل میں نماز ونوافل کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دوسرے کیلئے حج بدل کرتا ہے اب حرم شریف میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے، اسی طرح یہ آدمی نوافل وغیرہ کرتا ہے تو یہ ثواب کس کو ملے گا آمر کو یا مأمور کو؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان قطر

الجواب: جن امور میں یہ مأمور نائب نہ ہو تو اس کا ثواب مأمور کو ملے گا نہ کہ آمر کو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج، وقال ابن عابدین: والصرورة یراد به الذی لم یحج عن نفسه ای حجة الاسلام (الی ان قال) وفی الفتح والافضل ان یکون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف، والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورة)

﴿۲﴾ قال الشیخ المفتی الاعظم محمد شفیع دیوبندی: حج فرض جس...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

....

(بقیہ حاشیہ) کی طرف سے کیا گیا صحیح اور راجح فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حج وعمرہ آمر یعنی حج کرانے والے کا ہوگا، اور حج وعمرہ کرنے والے کو اس کی امداد کرنے کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زائد عمرے یا طواف وغیرہ کرے گا تو وہ خود اس کے ہوں گے عمرہ یا حج نفل میں بھی جبکہ آمر کے خرچ سے کیا گیا ہو یہی حکم ہے کہ آمر کا ہوگا، مامور کو اس کے عمل کا ثواب ملے گا۔

(كذا فی كافی الحاكم، ارشاد الساری وغنية).

(جواہر الفقہ ۱:۵۰۶ حج بدل اور اس کے احکام)

باب العمرة

رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی ﷺ نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ادا فرمایا ہے تو پھر رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نصیر احمد جدہ......۱۹۷۹ء/۳/۲۹

الجواب: نبی علیہ السلام نے چار عمروں کیلئے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ اور رمضان میں عمرہ ادا نہیں کیا ہے، البتہ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے ﴿۲﴾ فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۴۷۳ ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قوله اعتمر اربع عمر ای احرم بالاربع و کان احرامها فی ذی القعدة واعمالها ایضا کانت فی ذی القعدة الا اللتی کانت مع حجة الوداع والا عمرة الحديبية فانها رفضت قبل التمام. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۹۰ باب ماجاء کم اعتمر النبی ﷺ)

﴿۲﴾ عن ابی بکر بن عبد الرحمن...... فقالت یارسول الله انی امرأة قد کبرت وسقمت فهل من عمل یجزئ عنی من حجتی قال عمرة فی رمضان تجزئ حجة.

(سنن ابی داؤد ۱: ۲۷۹ کتاب الحج باب العمرة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وندبت فی رمضان...... ای انها فیه افضل منها فی غیره واستدل له فی الفتح بما عن ابن عباس عمرة فی رمضان تعدل حجة وفی طریق لمسلم تقتضی حجة او حجة معی قال وکان السلف رحمنا الله تعالیٰ بهم یسمونها الحج الاصغر وقد اعتمر النبی ﷺ اربع عمرات کلهن بعد الهجرة فی ذی القعدة علی ما هو الحق وتمامه فیه. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۶۴ مطلب احکام العمرة)

متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کیلئے جارہا ہے جب ایک عمرہ ادا کرے، اور پھر حج کا بھی ارادہ ہے، کیا وہ اس عمرہ سے حج تک دیگر عمرے ادا کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابوظہبی......۳/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ یہ شخص جتنے عمرے ادا کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عمرہ کیلئے ممنوع ایام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا چاہئے اور شوال، ذی قعدہ میں عمرہ ممنوع ہے کیونکہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہئے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ......۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے ﴿۲﴾ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: فالحاصل ان من اراد الاتيان بالعمرة على وجه افضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح فلا يكره الاكثار منها خلافا لمالك بل يستحب على ماعليه الجمهور وقد قيل سبع اسابيع من الاطوفة كعمرة شرح اللباب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۶۴ قبيل مطلب في المواقيت)

وقال الملا علی قاری: وهذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لانها عبادة مستقلة ايضا كالطواف.

(ارشاد الساری ۱۹۳ مطلب مهم في ان المتمتع الآفاقي غير ممنوع من العمرة الخ)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ووقت العمرة جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن وهي يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۳۷ الباب السادس في العمرة)

تندرست آدمی کا عمرہ بدل کرانا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی ہے خود عمرہ نہیں کرتا، بلکہ دوسرے آدمی سے عمرہ کراتا ہے کیا یہ دوسرا آدمی اس کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے اور اس دوسرے آدمی کو اس کا ثواب مل سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ......۱۹۷۹ء/۷/۲۹

الجواب: حج بدل کی طرح عمرہ بدل بھی درست ہے، لان هذا الباب بناء على ايصال الثواب﴿۱﴾ وهو صحيح في العمرة كما في ردالمحتار ۲:۵۹۵ طبع مصطفى الحلبي قوله لعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة او غير ذلك﴿۲﴾ ويقتضيه ما في الخانية على هامش الهندية ۱:۳۱۰ ولو امر غيره بالعمرة فاعتمر ثم حج بمال نفسه لايكون مخالفا، فافهم﴿۳﴾. وهو الموفق.

فقیر آدمی عمرہ ادا کر کے واپس آجائے تو حج کا کیا حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض نہیں ہے اور عمرہ

﴿۱﴾ويدل عليها ما في ردالمحتار: (قوله وشرط العجز) قد علمت مما قدمناه عن اللباب ان الشروط كلها شروط للحج الفرض دون النفل فلا يشترط في النفل شيئ منها الا الاسلام والعقل والتميز...... لاتساع بابه اى انه يتسامح في النفل مالايتسامح في الفرض قال في الفتح اماالحج النفل فلا يشترط فيه العجز الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۶۱ قبيل مطلب في حج الصرورة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية ۱:۳۱۰ قبيل فصل في محظورات الحرم)

کیلئے بیت اللہ شریف جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے، کیا اس شخص پر اب حج فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود پائمال شریف ہزارہ......۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ اس نے عمرہ ان ایام میں ادا کیا ہو جب یہ میقاتی لوگ (مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ) حج کی تیاری کر رہے ہوں، یدل علیہ ما فی شرح التنویر: والعبرۃ لوجوبھا ای العدۃ المانعۃ من سفرھا وقت خروج اھل بلدھا وکذا سائر الشرائط﴿۱﴾ (فافھم ولم اجدہ صریحا). وھو الموفق

عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے کا شبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو صاحب استطاعت نہ ہو وہ سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرے، خواہ عمرہ کی غرض سے گیا ہو یا عمرہ کی غرض سے نہ گیا ہو، کیا اس پر عمرہ کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء

المستفتی: (مفتی) مختار اللہ جہانگیروی کان اللہ لہ (مرتب فتاویٰ حقانیہ)......۱۹۸۹ء/۸/۱۷

الجواب: جو شخص شوال داخل ہونے کے بعد عمرہ کیلئے جائے تو اس پر حج فرض ہوا، اور وہ وقت جو وجوب حج کیلئے شرط ہے یا استطاعت اور دیگر شرائط کا وقت ہے یا قافلوں کی روانگی کا وقت ہے (یعنی جن بلاد بعیدہ سے شوال سے قبل قافلے روانہ ہوئے ہوں) یا اشہر حج کے دخول کا وقت ہے، فلیراجع الی شرح اللباب﴿۲﴾

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباتہ)

﴿۲﴾قال الملا علی قاری: ومن شرائط الوجوب الوقت وھو اشھر الحج او وقت خروج اھل بلدہ ان کانوا یخرجون قبلھا فلا یجب الا علی القادر فیھا او فی وقت خروجھم فان ملکہ المال قبل الوقت ای قبل الاشھر او قبل ان یتأھب اھل...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغيره ﴿۱﴾. وهو الموفق

عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب گیا تھا اس نے شوال میں چند عمرے بھی کئے، پندرہ شوال کو کاغذات کی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اسے گرفتار کر کے واپس وطن بھیج دیا اور حج کی سعادت سے محروم رہا، کیا اب اس شخص پر حج باقی ہے یعنی اس پر فرضیت آئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان محمود غفر لہ.....۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیه حاشیه) بلده فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه اى وجوبا لانه لا يلزمه التأهب فى الحال...... واقتصر فى الينا بيع على الاول وما ذكرناه اولىٰ لان هذا اى ماذكر فى الينا بيع يقتضى انه لو ملک فى اوائل الاشهر وهم يخرجون فى اواخرها جازله اخراجها ولا يجب عليه الحج الخ. (ارشاد السارى ۳۳ مبحث فى تحقيق الراحلة وكونها على الآفاقى وغيره)

﴿۱﴾وفى الهندية: ومن الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغيرذلک يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۱۹ كتاب المناسک)

وقال العلامة علاء الدين السمرقندى: ثم هذه الشرائط التى ذكرنا انما تعتبر عند خروج اهل بلدة الى الحج لان ذلک وقت الوجوب فى حقه حتى انه اذا كان عنده دراهم قبل خروج اهل بلده واشترى بها المسكن والخادم واثاث البيت ونحو ذلک فعند خروج اهل بلده لا يجب عليه ان يبيع ذلک ولايجب الحج عليه فاما اذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خادم ولا زوجة فاراد ان يصرفها الى هذه الاشياء فانه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم.

(تحفة الفقهاء ۱: ۵۹۲ كتاب الحج)

الجواب: چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ اہل جدہ کے حج کے روانگی کے وقت تک رہا ہے، لہٰذا اس شخص پر حج فرض نہیں ہوا ہے، کما فی الھندیۃ ۱: ۲۳۳ ثم ما ذکر من الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلۃ وغیر ذلک یعتبر وجودھا وقت خروج اھل بلدہ الی مکۃ حتی الخ ﴿۱﴾. وھو الموفق

کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جاسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح نہیں صرف حج کی نیت کی جائے گی، جبکہ صرف حج کی نیت کی صورت میں طوالت احرام مشکل بھی ہے لہٰذا اگر حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہو تو تحریر فرما کر ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شیر علی جمال گڑھی مردان......۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: یہ حکم تب ہے جبکہ یہ حاجی بدل حج افراد پر مامور ہو اور ہمارے بلاد میں چونکہ افراد تمتع اور قران تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے بھی تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا یہ مأمور تمتع کرسکتا ہے ﴿۲﴾ خصوصاً جبکہ افراد میں یہ حرج مذکور بھی ہے۔ وھو الموفق

عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کرے، لیکن جب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۹ بحث ومنھا عدم قیام العدۃ فی حق المرأۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ فخر الدین الاوزجندی الفرغانی: اذا امر غیرہ بان یحج عنہ ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بھذا المال کیف شئت ان شئت حجۃ وان شئت حجۃ وعمرۃ وان شئت قراناً.

(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن الغیر)

عمرہ ختم کرے تو کیا اس کیلئے سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر سر نہ منڈائے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....٢٢/ جولائی ١٩٧٩ء

الجواب: عمرہ میں باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا حرم سے باہر ادا کرنا موجب دم ہیں، قال فی الخانية واجبها شيئآن السعی بين الصفا والمروة والحلق (هامش هندية ١: ٣٠١) ﴿١﴾ وفی الهندية (١: ٢٤٧) وتجب شاة بتاخير المناسک عن مكانه كما اذاخرج من الحرم وحلق رأسه سواء كان الحلق للحج اوالعمرة ﴿٢﴾. وهوالموفق

﴿١﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ١: ٣٠١ فصل فی العمرة)

﴿٢﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ١: ٢٤٧ قبيل الباب التاسع فی الصيد)

الله
الله
قال اللّٰہ تعالیٰ :
یایها الذین اٰمنوا لا تقتلوا الصید
وانتم حرم، ومن قتله منكم متعمدا
فجزآء مثل ما قتل من النعم یحكم به
ذوا عدل منكم هدیا بلغ الكعبة او
كفارة طعام مسكین او عدل ذلك
صیاما لیذوق وبال امره (الآیة)
﴿المائدة: ٩٥﴾

الله
الله
فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ جلد چہارم
باب الجنایات

باب الجنایات

دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں جو دم عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مکہ معظمہ یا حدود حرم میں واجب ہو جائے اس کی ادائیگی صرف حرم ہی میں ہو سکتی ہے یا پاکستان آ کر اس کی ادائیگی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کچھ اختلاف ہے لہٰذا مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مہمان از دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ......۲۷/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: تمام فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اس دم کا حرم میں ہونا ضروری ہے خواہ اصالۃً ہو یا وکالۃً ہو، پس پاکستان میں وارد شدہ شخص کسی کو وکیل بنا کر دم ادا کر سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

خارج میقات تلبیہ بھول گیا میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ بھول گیا، سیدھا گاڑی میں سوار ہو کر داخل میقات یعنی مکہ معظمہ کے راستے میں تلبیہ

﴿۱﴾ قال الامام ابی بکر الحداد الیمنی: الدماء فی المناسک علی ثلاثۃ اوجہ فی وجہ یجوز تقدیمہ علی یوم النحر بالاجماع بعد ان حصل الذبح فی الحرم وھو دم الکفارات والنذور وھدی التطوع...... ولا یجوز ذبح الھدایا الا فی الحرم قال اللہ تعالیٰ ثم محلھا الی البیت العتیق...... وان کان واجبا فعلیہ ان یقیم غیرہ مقامہ لان الوجوب باق فی ذمتہ.
(الجوھرۃ النیرۃ علی القدوری ۱: ۲۲۴ باب الھدی)

شروع کی اس جنایت سے کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی جمال خان وزیرستان......۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس شخص پر دم (شاۃ ذبح کرنا) لازم وواجب ہے کیونکہ صرف نیت سے بغیر تلبیہ وغیرہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر الروایت ہے، کما فی البدائع ﴿۱﴾ پس اس شخص پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حرم میں ذبح کروائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: هذا الذي ذكرنا في ان الاحرام لا يثبت بمجرد النية مالم يقترن بها قول او فعل هو من خصائص الاحرام او دلائله ظاهر مذهب اصحابنا، وروى عن ابي يوسف انه يصير محرما بمجرد النية وبه اخذالشافعي وهذا يناقض قوله ان الاحرام ركن لانه جعل نية الاحرام احراما والنية ليست بركن بل هي شرط لانها عزم على الفعل والعزم على فعل ليس ذلك الفعل بل هو عقد على ادائه...... ثم جعل الاحرام عبارة عن مجرد النية مخالف للغة فان الاحرام في اللغة هو الاهلال يقال احرم اى اهل بالحج...... فدل قوله قولي ما يقول الناس في حجهم على لزوم التلبية لان الناس يقولونها وفيه اشارة الى ان اجماع المسلمين حجة يجب اتباعها حيث امرها باتباعهم بقوله قولي ما يقول الناس في حجهم، وروينا عن عائشة رضي الله عنها انها قالت لا يحرم الا من اهل ولبى ولم يرو عن غيرها خلافه فيكون اجماعا ولان مجرد النية لا عبرة به في احكام الشرع عرفنا ذلك بالنص والمعقول.
(بدائع الصنائع ۲: ۳٦۹ كتاب الحج بيان مايصير به محرما)

وفي الهندية: ولا يصير شارعا بمجرد النية مالم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يجوز للآفاقي ان يتجاوزها الا محرما اذا اراد دخول مكة فان جاوزها الآفاقي بغير احرام فعليه شاة لانه منهي عنه لما في الحديث وقال عليه السلام: لا يتجاوز احد الميقات الا محرما.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۳ كتاب الحج)

حالت احرام میں عینک لگانے سے دم یا صدقہ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نظر کمزور ہو اور وہ حالت احرام میں عینک لگادے جس سے چہرہ کا کچھ حصہ چھپتا ہے اس پر دم یا صدقہ وغیرہ آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہد نواز خان افریدی

الجواب: عذر کی وجہ سے عینک لگا کر حج کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، اس سے مقصد چہرہ کا چھپانا نہیں ہوتا ہے (ارشاد الساری ۲۰۶)﴿۱﴾. وھو الموفق

حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حج عرفات میں ایک نلکے سے پانی لینے کیلئے قطار میں انتظار کر رہا تھا، جب میری باری آگئی تو ایک حاجی صاحب نے مجھے پیچھے ہٹایا اس دھکم پیل میں میرا ہاتھ زخمی ہو کر اس سے خون بہنے لگا چونکہ اس صورت میں میں احرام میں تھا اس سے میرے حج میں کیا نقصان واقع ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج ولی محمد نصرت زئی شبقدر فورٹ چارسدہ......۱۹۸۶ء/۹/۲۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان کان مما لا یقصد به ذلک ای التغطی کاء جانة ای مرکن او عدل ای احد شقی حمل الدابة او جوالق ای خیشن اوخیشة او مکتل ای ما یکتال فیه مما یصنع من خوص او طاسة وھی اناء یشرب منه والمعروف انھا ظرف خاص من نحاس او صفر او طست او حجر او مدر او صفر او حدید او زجاج او خشب ونحوھا ای من فضة وذھب وورق مما یغطی کل رأسه او بعضه فلا بأس به لکن ترکه افضل للمخالفة ظاھر السنة.

(ارشاد الساری ۲۰۶ فصل فی تغطیة الرأس والوجه)

الجواب: محرم کا زخمی ہونا یا اس کے بدن سے خون بہنا جنایات سے نہیں ہے﴿۱﴾ البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو پاکستان میں کسی کو مناسب صدقہ (دو تین روپیہ) دے دیں﴿۲﴾۔ وھو الموفق

محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم نے جانور کو ذبح کر لیا ذبح کے دوران میں وہ چھری سے زخمی ہوا اور خون جاری ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودی عرب......۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: زخمی ہونا جنایت نہیں ہے البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو صدقہ دینا ہوگا﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (والجنایات) وھو ما یکون حرمته بسبب الاحرام او الحرم وحاصل الاول انه الطیب ولبس المخیط وتغطیة الرأس او الوجه وازالة الشعر من البدن وقص الاظفار والجماع صورة ومعنی او معنی فقط وترک واجب من واجبات الحج والتعریض للصید وحاصل الثانی التعرض لصید الحرم وشجره.

(البحر الرائق ۳: ۲ باب الجنایات)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: وان نتف من رأسه او من انفه اولحیته شعرات ففی کل شعرة کف من الطعام کذا فی قاضی خان، واذا حک المحرم رأسه او لحیته فانتثر منها شعر فعلیه صدقة کذا فی السراج الوھاج...... والافضل ان یتصدق علی فقراء مکة ولو تصدق علی غیر فقراء مکة جاز کذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۴۳ کتاب الجنایات الفصل الثالث)

وقال القاری: فی سقوط الشعر...... حین مسه وحکه فعلیه کف من طعام کما روی عن محمد او کسرة من خبز او تمرة لکل شعرة.

(ارشاد الساری ۱: ۲۲۰ فصل فی سقوط الشعر)

﴿۳﴾ وفی الھندیة: وان نتف من رأسه او من انفه او لحیته ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امسال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ میری بچی بعمر پندرہ ماہ بھی ہوگی، اب اگر یہ بچی پیشاب وغیرہ کرے تو حج کے دوران میں کیا کرنا چاہئے، اور بچی کیلئے قربانی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: انیس احمد c/o دفتر اہتمام......۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: آپ اس بچی کی طرف سے احرام کر سکتے ہیں اور اگر یہ بچی کوئی جنایت کرے تو اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور مقامات مقدسہ میں پیشاب کرنا موجب دم نہیں ہے خواہ یہ پیشاب بالغ کرے یا نابالغ، ہاں قصداً ان خاص مقامات میں پیشاب کرنا گناہ ہے۔ وھو الموفق

بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال حکومت سعودیہ نے منیٰ میں ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے جس کا مقصد گوشت کو محفوظ رکھ کر باہر ممالک کے ناداروں کو بھجوانا

(بقیہ حاشیہ)شعرات ففی کل شعرة کف من الطعام کذا فی فتاویٰ قاضی خان...... واذا خبز المحرم فاحترق بعض شعره تصدق له واذا حک المحرم رأسه او لحیته فانتثر منها شعر فعلیه صدقة کذا فی السراج الوهاج.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۲۴۳ الفصل الثالث فی حلق الشعر وقلم الاظفار)

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: قوله فلو احرم صبی او احرم عنه ابوه صار محرما ، قال فی اللباب وشرحه وینبغی لولیه ان یجنبه من محظورات الاحرام کلبس المخیط والطیب وان ارتکبها الصبی لا شیئ علیهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۱۵۹ قبیل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

ہے لیکن اس طریقہ قربانی میں احناف کیلئے چند مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً حاجی نے بینک میں مقررہ رقم جمع کروائی اور رسید لی، بینک عملہ نے یقین دہانی کرادی کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کی جائے گی، اب پتہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی کس وقت ہوگی، اس لئے حاجی بغیر تحقیق وانتظار کے حلق کراتے ہیں اور بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ قربان گاہ میں قربانی دیر سے کی گئی ہے اور یوں حلق قبل ذبح واقع ہوتا ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق طارق الخمیس مشیط مملکت سعودیہ عربیہ......۱۹۸۶ء/۸/۵

الجواب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذبح کی تقدیم حلق پر واجب ہے، لما رواه ابن ابی شيبة عن ابن عباس رضی الله عنه انه افتى بوجوب الدم على من قدم الحلق، واما ما روى عنه وعن غيره مرفوعا من عدم الحرج معناه عدم الاثم لا عدم الدم او عدم الدم مخصوص بهذا الحج لكونه اول حج ﴿۱﴾ پس اس مذکورہ بینک میں ذبح واجب (دم قران وتمتع)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: احتج الجمهور بحديث الباب (باب ماجاء ان عرفة كلها موقف) وغيره، واحتج ابوحنيفة بما رواه ابن ابى شيبة عن ابن عباس موقوفا وهو احد رواة حديث "لا حرج من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلك دما" وفي اسناده ابراهيم بن مهاجر وفيه مقال، قلنا رواه الطحاوى باسناد صحيح فعلم منه ان المراد من رفع الحرج رفع الاثم لا رفع الدم والجزاء، كما اريد هذا المعنى في الحديث الذى رواه ابوداؤد من حديث اسامة بن شريك،، قال: خرجت مع رسول الله ﷺ حاجا فكان الناس يأتونه فمن قائل يا رسول الله! سعيت قبل ان اطوف او اخرت شيئا او قدمت شيئا فكان يقول لا حرج الا على رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذلك الذى حرج وهلك، وبالجملة ان حجة الجمهور ساكتة عن رفع الجزاء، وكم من فرق بين عدم الذكر وبين ذكر العدم، ولو سلم ان مراد الحديث نفى الجزاء لجاز لنا ان نقول انما عذرهم بالجهل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کیلئے داخلہ کرنا جائز نہیں اس سے ترتیب اور تقدیم تو درکنار نفس ذبح بھی مشکوک ہو جاتا ہے پس حکومت اگر مساکین کی اعانت کرنا چاہتی ہے تو حجاج کیلئے ذبح شدہ حیوانات کا گوشت اور کھال مساکین پر صرف کرنے کا انتظام کرے نہ کہ ذبح وغیرہ کا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص محکمہ حج واوقاف میں حجاج کی خدمت پر مامور تھا اسی وجہ سے اس نے گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہیں کی، کیا اس پر دم واجب ہے؟ اسی طرح ایک آدمی مدینہ منورہ میں ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے طواف وداع چھوڑ کر چلا گیا اور یہ شخص متمتع تھا کیا اس شخص پر دم واجب ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن جدہ سعودیہ عربیہ ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) لان الحال اذ ذاک فی ابتداء ہ.

فائدة:...... ارباب الحکومة فی عهدنا یأخذون من الحجاج قیمة الشاة یشتروابها الشاة ویذبحوها فی وقت معین ویعینوا المساکین باللحم الطیب الطری وهذه مظنة ترک الواجب او السنه المؤکدة نعم لاحرج فیه لمن لم یکن قارنا ولا متمتعا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴:۱۳۷ باب ماجاء ان عرفة کلها موقف)

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد الرحیم لاجپوری: قربانی اراقۃ دم کا نام ہے اور اس سے ہی عبادت ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام کی ذمہ داری نہیں یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی جو حکومت ایک شب وروز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کر سکتی ہے، (جیسا کہ منیٰ میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ شخص زمین حرم میں دو دنبے ذبح کرے یا کرائے، ایک دنبہ ترک رمی کی وجہ سے ﴿۱﴾ اور دوسرا ترک طواف صدر کی وجہ سے، البتہ طواف صدر اب بھی ہوسکتا ہے یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طواف عمرہ سے طواف صدر ادا ہو جائے گا اور دنبہ کا ذبح ساقط ہو جائے گا، (ماخوذ از ردالمحتار ۳: ۲۸۴) ﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان جانوروں کے گوشت کا انتظام نہیں کر سکتی؟ ملخصاً۔

(فتاویٰ رحیمیہ ۸: ۱۱۶ جنایات اور دم)

قال الشیخ نظام الدین الاعظمی: مناسک حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہار تعبد بشکل اراقۃ دم ہے......اور یہ اسکیمیں (بینک کے ذریعے قربانی تا کہ گوشت مساکین کیلئے محفوظ ہو) اگر چہ بظاہر خوشنما ہی نہیں قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں مگر اظہار تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقۃ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہو کر رہ جائے گا، اور اظہار تعبد فنا ہو کر مسخ مذہب کا ذریعہ بن جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ۱: ۱۴۹ کتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: (قوله اوالرمی کله) انما وجب بترکه کله دم واحد لان الجنس متحد کما فی الحلق(قوله او فی یوم واحد) ولو یوم النحر لانه نسک تام بحر (اوالرمی الاول) داخل فیما قبله کما علمت الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۵ باب الجنایات)

﴿۲﴾قال العلامة محمد امین ابن عابدین: (قوله او ترک طواف الصدر او اربعة منه ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکة) لانه ما دام فیها لم یطالب به مالم یرد السفر قال فی البحر واشار بالترک الی انه لو اتی بما ترکه لا یلزمه شیئ مطلقا لانه لیس بموقت ای لیس له وقت یفوت بفوته وقدمنا...... انه لو نفر ویطف وجب علیه الرجوع لیطوف مالم یجاوز المیقات فخیر بین اراقة الدم والرجوع باحرام جدید بعمرة ولا شیئ علیه لتاخیره.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۴ باب الجنایات)

جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس حاجی نے رمی جمرہ عقبہ کے بعد چوتھائی سر سے کم بال کٹوائے اور وطن واپس آیا، اب اس پر بال ناخن وغیرہ لینے سے دم لازم آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالجلیل ریاض المملکۃ السعودیۃ العربیۃ......۱۹۸۶ء/۶/۷

الجواب: چونکہ غلبہ جہل کی وجہ سے اس تقصیر میں ابتلاء عامہ ہے حالانکہ یہ شوافع وغیرہم رحمہم اللہ کا مذہب ہے، احناف کا مذہب نہیں ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس کے متعلق (یسروا ولا تعسروا) ﴿۲﴾ پر عمل کرنا مناسب ہے، لا سیما اذا روی عن مشائخنا فی غیر المشھور عنھم کما فی شرح المبسوط لخواھر زادہ وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان وقد صرحوا انہ جاز الافتاء بالقول الضعیف عند الضرورۃ ، فافھم ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الدکتور وھبۃ الزحیلی: والرأس یقع علی جمیعہ فان حلق بعض الرأس لم یجزہ عند الحنفیۃ اقل من الربع وان حلق ربع الرأس اجزاہ مع الکراھۃ لان ربع الرأس یقوم مقام کلہ کمسح ربع الرأس فی الوضوء...... وقال الشافعیۃ: اقل ازالۃ شعر الرأس او التقصیر ثلاث شعرات لقولہ تعالیٰ محلقین رؤوسکم (الفتح) ای شعر رؤوسکم، والشعر جمع واقلہ ثلاث. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳: ۲۲۶۹ المطلب الثالث الحلق والتقصیر)

﴿۲﴾ (اخرجہ البخاری: ۶۹، ومسلم: ۴۵۲۸، ۱۷۳۴، ۱۷۳۳، واحمد: ۳: ۱۳۱، وابویعلی: ۴۱۷۲، وابن حبان: ۵۳۷۳)

﴿۳﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وقد ذکر صاحب البحر فی الحیض فی بحث الوان الدماء اقوالاً ضعیفۃ ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمۃ لو افتی مفت بشیئ من ھذہ الاقوال فی مواضع الضرورۃ طلبا لتیسیر کان حسنا، وبہ علم ان المضطر لہ العمل بذلک لنفسہ کما قلنا وان المفتی لہ الافتاء بہ للمضطر فما مر من انہ لیس لہ العمل بالضعیف ولا الافتاء بہ محمول علی غیر موضع الضرورۃ. (شرح عقود رسم المفتی ۱۰۲ شعر ولا یجوز بالضعیف العمل)

باقاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے احرام باندھ کر طواف اور سعی کی، اختتام پر ربع حصہ بال نہیں کٹوائے اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہن کر میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کیا، سعی کے اختتام پر پھر وہی کام کیا اسی طرح سات عمرے کئے، سلے کپڑوں کا بدن پر تین گھنٹے اور بعض کا آٹھ دس گھنٹے وقت ہو چکا تھا، پھر آخری عمرہ کر کے کپڑے پہن لئے، پھر جدہ جا کر تمام سر کو منڈوایا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودی عرب

الجواب: واضح رہے کہ باقاعدہ تحلیق یا تقصیر سے قبل عمرے کا احرام باندھنا موجب دم ہے، یعنی ایک قربانی واجب ہے (ہندیہ ۱: ۲۷۱) ﴿۱﴾ دن یارات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے، اور دن یارات سے زائد پہننا موجب دم ہے (شرح التنویر) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

رمی جمار میں بلا وجہ شرعی توکیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی حج پر گئے، میاں جب منیٰ میں آیا تو وہ اپنا ٹینٹ بھول گیا وہ سیدھا مکہ شریف چلا گیا وہاں پر دو دن ٹھہرا رہا، تندرست ہے، چل پھر سکتا ہے

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة كذافي الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۵۴ الباب الحادى عشر فى اضافة الاحرام الى الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: او لبس مخيطا لبسا معتادا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

لیکن بدن سے بہت بھاری ہے بیوی منیٰ میں رہ گئی بیوی جوان ہے تندرست ہے لیکن ازدحام کی وجہ سے شیطان کو کنکریاں نہ ماریں، اس نے اپنی طرف سے اور خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو کنکریاں دیں، اس نے وہاں شیطان کو کنکریاں ماریں، کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ بیوی شوہر کا رشتہ قائم رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمجید پشاور شہر......۱۹۷۵ء/۲/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ عورت کیلئے رات کے وقت رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے اور مرد کیلئے باوجود کراہت کے فراغت کا ذریعہ ہے لہٰذا اس عورت پر ضروری ہے کہ ایک دنبہ کسی کے ذریعہ سے حرم میں (منیٰ میں) ذبح کروائے۔ اور اگر یہ مرد اتنا معذور ہو کہ اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کا ذمہ فارغ ہوا ہے ورنہ اس پر ذبح باقاعدہ لازم ہوگا﴿۱﴾۔ وهو الموفق

۱۲/ ذی الحجہ کی رمی جمار چھوڑ کر ۱۳/ ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی جمرات کے وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے ہم آٹھ رفقاء گر گئے اور ہمارا برا حال ہو گیا، ہم لوگ رمی نہ کر سکے، اگلے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو مسئلہ دریافت کیا بعض علماء نے کہا کہ دم واجب ہے بعض نے کہا کہ آج اس کی قضا کرے

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة وتجوز عند العذر فلو رمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامره..... جاز..... لان الرمی عن المریض بغیر امره لا یجوز..... قیل فی حد المریض ان یصیر بحیث یصلی جالسا..... والرجل والمرأة فی الرمی سواء الا ان رمیها فی اللیل افضل وفیه ایماء الی انه لا تجوز النیابة عن المرأة بغیر عذر..... والحاصل ان الرمی هو من واجبات الحج اما اداء او قضاء فاذا فات وقتهما تعین الدم لترک الرمی اتفاقا.

(شرح لباب المناسک ۱۶۶، ۱۶۷ فصل فی احکام الرمی وشرائطه)

دم کی ضرورت نہیں ہم نے قول ثانی پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کو رمی جمار کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ اس تیرہ ذی الحجہ کو رمی کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد بورے والا ضلع وہاڑی......۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: صورت مسئولہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہے، **کما فی المسلک المتوسط للقاری ۱۶۱** ﴿۱﴾. **وهو الموفق**

سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں سعی واجب ترک ہوا ہے اب گھر آ کر اس کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم صوابی ضلع مردان......۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: آپ کسی حاجی کو رقم دے کر منیٰ میں قربانی کرائیں، یہ قربانی ہر وقت جائز ہے ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، **کما فی الهداية، ومن ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجته تام** ﴿۲﴾ **وفيها ايضا يجوز ذبح بقية الهدايا في اى وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم** ﴿۳﴾. **وهو الموفق**

﴿۱﴾ قال العلامة القارى: واذا طلع الفجر اى صبح الرابع فقد فات وقت الاداء اى عند الامام خلافا لهما وبقى وقت القضاء اى اتفاقا الى آخر ايام التشريق فلو اخره اى الرمى عن وقته المعين له فى كل يوم فعليه القضاء والجزاء وهو لزوم الدم.

(ارشاد السارى ۱۶۱ قبيل فصل فى وقت الرمى فى اليوم الرابع)

﴿۲﴾ (هداية ۱: ۲۵۶ باب الجنايات)

﴿۳﴾ (هداية ۱: ۲۸۱ باب الهدى)

غلطی سے احرام کی چادر دور کر کے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک پاکستانی ہوں اور مدینہ منورہ میں رہتا ہوں اگلے سال میں نے حج اور عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ لیا، عمرہ ختم کر کے ہمارے پاس ایک بدو نے میرے سر سے تھوڑے بال کاٹے، لاعلمی کی وجہ سے میں نے فوراً احرام دور کیا اور کپڑے پہن لئے اور حج کا ارادہ کیا کیا میرا یہ حج ہو گیا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا خان حطۃ التحلیل طریقۃ المدینۃ المنورۃ سعودیہ ۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: آپ ایک دم (شاۃ) ذبح کریں تو ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور عمرہ اور حج دونوں درست ہوں گے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ترک مبیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال حج کے دوران میں جب ہم نے رمی کیا اور طواف زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ خواتین اور ضعیف العمر آدمی بھی تھے، دوران طواف ہم سے بعض ساتھی بچھڑ گئے ہم نے طواف پورا کیا، تھکاوٹ اور ساتھیوں کے ڈھونڈنے کی وجہ سے ہم نے مکہ میں رات قیام کیا صبح سعی کر لی، اور جمعہ کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہو گئے، اب ہم نے جو رات مکہ معظمہ میں قیام کیا تھا اور منیٰ نہیں گئے تھے کیا ہم پر دم لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم حمید الدین دہلوی دواخانہ راولپنڈی ...... ۱۷/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او لبس مخيطا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة، قال ابن عابدين: الظاهر ان المراد مقدار احدهما فلو لبس من نصف النهار الى نصف الليل من غير انفصال او بالعكس لزمه دم كما يشير اليه قوله وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنايات)

الجواب: چونکہ آپ ترک سنت کے مرتکب ہوئے ہیں ترک واجب کے نہیں لہٰذا آپ پر دم واجب نہیں ہے، كما في الشامية ۲: ۲۵۲ قوله فيبيت بها للرمي اي ليالي ايام الرمي هو السنة فلو بات بغيرها كره ولا يلزمه شيئ (لباب)﴿۱﴾. وهو الموفق

متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے متعدد عمرے کئے اور بال نہیں کاٹے کیا یہ ایک جنایت شمار ہوگی اور ایک دم واجب ہوگا یا متعدد جنایات؟ بینوا توجروا

المستفتی: دلاور شاہ ٹل کوہاٹ......۲۵/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس عورت پر احرام قبل از وقت کی وجہ سے کفارہ اور ایک دم واجب ہے، كما يدل عليه مافي الهندية ۱: ۲۵۴ ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرىٰ فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة كذا في الهداية﴿۲﴾. وهو الموفق

قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم بیتوتت وغیرہ مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) رمی کے بعد اور قربانی سے قبل بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) منیٰ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی بھی دن جمرات مارے تو کیا دوسرے دنوں کے جمرات ایک ساتھ مار سکتے ہیں؟

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۰۰ قبيل مطلب في حكم صلاة العيد والجمعة في منىٰ)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۱: ۲۵۴ باب اضافة الاحرام الى الاحرام)

(۴) طواف زیارت میں اگر طواف کرے اور سعی چھوڑ دے پھر قضا کی صورت میں صرف سعی کرے گا یا طواف اور سعی دونوں؟

(۵) مزدلفہ میں رات کو نہ ٹھہرنے کا کیا حکم ہے؟

(٦) اگر غلطی سے آدمی میقات سے تھوڑا دور چلا گیا اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم سکنہ سلیم خان صوابی.....۱۹۸۴ء/۱۰/۷

الجواب: (۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جنایت اور موجب دم ہے (شامی باب الجنایات)﴿۱﴾.

(۲) منیٰ میں بیتوتت ترک کرنا خلاف سنت ہے لیکن موجب دم وغیرہ نہیں ہے (شامی ۲:۲۵۲)﴿۲﴾.

(۳) ایام منیٰ میں جب کسی دن کی رمی ترک کر دے تو دم واجب ہوگا، خواہ باقاعدہ قضا کرے یا نہ کرے، (ارشاد الساری ۲۴۰)﴿۳﴾.

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: (قوله او قدم نسكا على آخر فيجب) لما كان قوله او قدم الخ بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲:۲۲٦ باب الجنايات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ثم اتى منىٰ فيبيت بها للرمي) اى ليالي ايام الرمي هو السنة فلوبات بغيرها كره ولا يلزمه شيء لباب.

(فتاوىٰ الشامية ۲:۲۰۰ قبيل مطلب حكم صلاة العيد والجمعة في منىٰ)

﴿۳﴾ قال الملا علي قاري: ولو ترك رمي يوم من ايام النحر كله او اكثره كاربع حصيات فما فوقها في يوم النحر او احد عشرة حصاة فيما بعده او آخره الى يوم آخر فعليه دم اى لتركه او تاخيره. (ارشاد الساري ۱:۲۴۰ فصل في الجناية في رمي الجمرات)

(۴) اگر اس شخص نے طواف قدوم یا طواف تطوع کے بعد سعی نہ کی ہو تو جب تک میقات سے باہر نہیں ہوا ہے صرف سعی سے اس کا ذمہ فارغ ہوگا، اگر چہ یہ تاخیر کئی ماہ ہوا اور اگر میقات سے باہر ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ دم ذبح کرے، اور اگر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے اور واپس آ جائے اور یہ مناسک ادا کر لے سعی بھی کر لے تو یہ بھی جائز ہے (ارشاد الساری ۲۳۸)﴿۱﴾.

(۵) مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے لیکن طلوع فجر کے بعد کچھ ٹھہرنا واجب ہے اور موجب دم ہے (شامی)﴿۲﴾۔

(۶) جب واپس ہو کر احرام باندھ لے تو دم واجب نہیں ہے (ہندیہ ۱:۲۵۳)﴿۳﴾۔

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ایک یا دو سوال روانہ کریں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ولو ترک السعی کلہ او اکثر فعلیہ دم وحجہ تام..... وان ترکہ لعذر فلا شیئ علیہ..... ولو سعی قبل الطواف..... لم یعتدبہ..... فان لم یعدہ فعلیہ دم اتفاقا ولو ترک السعی من اصلہ ورجع الی اھلہ بان خرج من المیقات فاراد العود الی مکۃ یعود باحرام جدید..... واذا اعادہ سقط الدم قال فی الاصل والدم احب الی من الرجوع لان فیہ منفعۃ الفقراء. (ارشاد الساری ۲۳۸ فصل فی الجنایۃ فی السعی)

﴿۲﴾ قال العلامۃ محمد امین: (ثم وقف بمزدلفۃ) ھذا الوقوف واجب عندنا لاسنۃ والبیتوتۃ بمزدلفۃ سنۃ مؤکدۃ الی الفجر لا واجبۃ..... واول وقتہ طلوع الفجر الثانی من یوم النحر وآخرہ طلوع الشمس منہ فمن وقف بھا قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا یعتد بہ وقدر الواجب منہ ساعۃ ولو لطیفۃ الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲:۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفۃ)

﴿۳﴾ وفی الھندیۃ: وان عاد الی المیقات واحرم فھذا علی وجھین فان احرم بحجۃ او عمرۃ عما لزمہ خرج عن العھدۃ وان احرم بحجۃ الاسلام او عمرۃ کانت علیہ ان کان ذلک فی عامہ اجزأہ عما لزمہ لدخول مکۃ بغیر احرام استحسانا کذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۵۳ الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام)

ضعیف وناتوان کا رمی جمار میں توکیل اور دم وغیرہ کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے حج پر جا کر تمام افعال خود ادا کیے، لیکن کمزوری وناتوانی اور بڑھاپے کی وجہ سے رمی جمار کسی دوسرے سے کروایا اب:

(۱) اس شخص پر دم وغیرہ واجب ہے؟

(۲) اگر واجب ہے تو ایک یا تین؟

(۳) اس دم کا ذبح کہاں پر ضروری ہے؟

(۴) اگر منیٰ میں ضروری ہے اور وہ شخص واپس آیا ہے پھر کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ نعمانی جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

الجواب: (۱) جو شخص بذات خود رمی پر ضعف یا مرض کی وجہ سے قادر نہ ہو نہ دن کو اور نہ رات کو وہ دوسرے شخص سے رمی کرواسکتا ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾۔

(۲) جو شخص باوجود قدرت کے تمام رمیات ترک کرے اس پر ایک دم واجب ہے (شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ وفي الهندية: مريض لا يستطيع الرمي توضع الحصاة في كفه ليرمي به او يرمي عنه غيره بامره كذا في محيط السرخسي في صفة الرامي.

(فتاوى عالمگيريه ۱: ۲۳۶ فصل في المتفرقات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (او الرمي كله) انما وجب بتركه كله دم واحد لان الجنس متحد كما في الحلق والترك انما يتحقق بغروب الشمس من آخر ايام الرمي وهو الرابع الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۲۵ باب الجنايات)

(۳) دم جنایت زمین حرم سے مختص ہے خواہ منیٰ میں ہو یا مکہ میں، اس میں سے ہر جگہ یہ ذبح کافی ہے (بحر ﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾)۔

(۴) دوسرے شخص کو وکیل اور مامور کر کے ذبح حرم میں کروائے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زوجہ کا حیض ہمیشہ دس دن ہوتا ہے جب منیٰ اور عرفات کے درمیانی وقفے میں حیض آ گیا اس کے بعد ہم جدہ شریف جانے والے تھے اور ابھی تک زوجہ زید کے ایام حیض میں چھ دن باقی تھے، اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ کے ذمہ ایک طواف زیارت باقی تھا اور دوسرا طواف وداع بھی، اب ہم کیا تدبیر کرتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۱۰

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (وخص ذبح هدى المتعة والقران بيوم النحر والكل بالحرم لا بفقيره) بيان لكون الهدى موقتا بالمكان سواء كان دم شكر او جناية...... واما توقيته بالزمان فمخصوص بهدى المتعة والقران واما بقية الهدايا فلا تتقيد بزمان.

(البحر الرائق ۲: ۷۲ باب الهدى)

﴿۲﴾ قال في الشامية: (ذبح في الحرم) فلو ذبح في غيره لم يجز.

(فتاوىٰ الشامية ۲: ۲۲۸ باب الجنايات)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يذبح الجميع الا في الحرم قال تعالىٰ في جزاء الصيد (هديا بالغ الكعبة) وفي دم الاحصار (حتى يبلغ الهدى محله) ولان الهدى ما عرف قربة الا في مكان معلوم وهو الحرم، قال عليه السلام منى كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر رواه ابوداؤد وابن ماجة والدارمي واحمد.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۲۲۱ باب الهدى)

الجواب: اگر یہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرتی تو باوجود حرمت کے فریضہ حج ادا ہوتا اور ایک بدنہ ذبح کرنے سے جنایت سے بری ہوتی (شامی ۲:۲۵۹)﴿۱﴾ لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت وطن کو واپس ہوئی ہے اس لئے اس کیلئے دوبارہ مکہ جانا ضروری ہے تاکہ طواف زیارت کرے اور اس کیلئے جماع کرنا ممنوع ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں (ہندیہ ۱:۲۴۶)﴿۲﴾ اور حائضہ کیلئے طواف صدر ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (شامی ۲:۲۵۵)﴿۳﴾. وهو الموفق

حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی اہلیہ حاملہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے مختصر حج کیا، اگرچہ معلم الحجاج میں جوابات موجود ہیں تاہم مزید تسلی کیلئے لکھ رہا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بھی حاملہ ہونے کی صورت میں حج پر جانے سے منع کیا مگر اس کے باوجود دونوں نویں ذی الحجہ کو سپیشل موٹر لیکر مکہ معظمہ پہنچے وہاں طواف قدوم کیا اور پھر زوال سے پہلے عرفات پہنچے، غروب کے بعد وہاں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۱۹۹ مطلب في طواف الزيارة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وان ترك كلا الطوافين فهو حرام على النساء ابدا وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۴۶ الفصل الخامس في الطواف والسعي)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: (وطواف الصدر واجب الا على اهل مكة) اى فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقا والمجنون والصبي والحائض والنفساء كما في اللباب وغيره.

(فتاوىٰ الشامية ۲:۲۰۲ مطلب في طواف الصدر)

سے نکل کر مزدلفہ ہوتے ہوئے راتوں رات حرم شریف پہنچے، دسویں کو صبح صادق کے بعد طواف زیارت کرلیا، اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے، معلم الحجاج میں لکھا ہوا ہے کہ واجبات حج اگر عذر شرعی کی بنا پر فوت ہو جائیں تو دم لازم نہیں آتا، اب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید خان ریاض سعودی عرب......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: چونکہ ان حضرات سے واجبات بلا عذر شرعی فوت ہو چکے ہیں لہٰذا ان پر تمام واجبات کا دم دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ مگر بیوی پر وقوف مزدلفہ کا دم نہیں ہے ﴿۲﴾۔ **وھو الموفق**

قبل از ادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے طواف زیارت رہ جائے کیا قبل از ادائیگی طواف زیارت اپنی زوجہ سے جماع کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق......۱۹۸۵ء/۱۲/۱۱

﴿۱﴾ وفی الهندية: ولو ترک الجمار کلها او رمی واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۷ قبيل الباب التاسع فی الصيد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کما فی عرفة لکن لو ترکه بعذر کزحمة بمزدلفة فلا شیئ عليه، قال ابن عابدين: الا اذا کان لعلة او ضعف او يکون امرأة تخاف الزحام فلا شيئ عليه...... فالاولیٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لکون ذلک عذرا ظاهرا فی حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل علی ما اذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال فی السراج الا اذا کانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع ليلا فلاشيئ عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

الجواب: رفضِ حج کے ارادہ سے قبل اس پر بیوی حرام ہوتی ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وبترك اكثره بقي محرما ابدا في حق النساء حتى يطوف فكلما جامع لزمه دم اذا تعدد المجلس الا ان يقصد الرفض فتح.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۴ باب الجنايات)

...... : قال الله تعالىٰ : ......
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جآءوک فاستغفروا الله واستغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.
......﴿النساء:٦٤﴾......
باب زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم

الله
الله
عن ابن عمر قال :......
قال رسول الله ﷺ من زار قبری
وجبت له شفاعتی.
رواه البزار والدارقطنی، قاله النووی وقال القاری فی
شرح الشفاء صححه جماعة من ائمة الحديث

باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے یا حج میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے زیارت روضہ مبارکہ افضل ہے اور بعض بعد میں افضل کہتے ہیں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زرباز خان صوابی......۱۹۷۴ء/۴/۲۸

الجواب: جس شخص نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو تو اسے اختیار ہے کہ ہر ایک پہلے کرے یا بعد میں اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ پر ہو تو یہ پہلے زیارت کرے گا (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کیلئے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج یا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جائے کیا اس کیلئے زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۳/۱۳

﴿۱﴾ قال العلی بن سلطان محمد: ان کان الحج فرضا علیه فیبدأ بالحج ثم بالزیارة ای ابتدأ بالاهم فالاهم ولان الحج حق الله تبارک وتعالیٰ وهو مقدم علی حق رسوله...... لکنه مقید بما قاله ان لم یمر بالمدینة فی طریقه ای کاهل الشام وان مربها بدأ بالزیارة لا محالة لان ترکها مع قربها یعد من القساوة والشقاوة...... وان کان الحج علیه نفلا فهو بالخیار ای اذا کان آفاقیا بین البداء ة بالمختار ای بزیارته صلی اللہ علیہ وسلم الخ.

(مناسک لملا علی قاری ۳۳۴ باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے مدینہ منورہ جانے کے بارے میں تین اقوال ہیں، مندوب، قریب الوجوب اور واجب، علامہ شامی ﴿۱﴾ اور مولانا تھانوی ﴿۲﴾ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، خلافا لابن تیمیة ومن دان دینھم﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين :(بل قيل واجبة) ذكره في شرح اللباب وقال بينته في الدرة المضية في الزيارة المصطفوية وذكره ايضا الخير الرملي في حاشية المنح عن ابن حجر وقال وانتصر له نعم عبارة اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۷۹ قبيل مطلب في المجاورة بالمدينة ومكة المكرمة)

﴿۲﴾قال الشاه اشرف على التهانوى: وفي ردالمحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة ، اس سے قول بالوجوب کے معنیٰ واضح ہو گئے یعنی ہے تو مندوب مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول متطابق ہو گئے۔ (امداد الفتاویٰ ۲: ۱۶۹ مسائل منثورہ متعلقہ بالحج)

﴿۳﴾ قال في رسالة مسائل حج: ابن تیمیہ، امام جوینی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے روضہ کی زیارت کیلئے سفر ممنوع ہے حدیث لا تشد الرحال کی وجہ سے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے گا لیکن یہ لوگ خطا ہوئے ہیں کیونکہ اگر حدیث لا تشد الرحال کا یہ معنیٰ ہوتا تو پیغمبر ﷺ کی حین حیات میں نبی علیہ السلام کی ملاقات اور زیارت کیلئے سفر نا جائز ہوتا بلکہ تجارت، علم اور جہاد کیلئے بھی سفر نا جائز ہوتا، اس حدیث کا معنی حدیث مسند امام احمد بن حنبل سے معلوم ہے، کہ سوائے ان تین مساجد کے دیگر مساجد کو نماز کیلئے سفر کرنا مناسب اور افضل نہیں ہے زیارت القبور وغیرہ کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے (شامی وغیرہ) انتہیٰ (مسائل حج ۲۶)۔

قلت: علاوہ ازیں زیارت قبر نبوی کی مشروعیت اور استحباب پر خصوصی روایات وارد ہیں جو بیھقی، دارمی، دارقطنی، مسند ابو داؤد طیالسی، عقیلی، وفاء الوفا اور موطا امام محمد میں مروی ہیں، اس کی بعض اسناد میں اگر چہ محدثین کا کلام ہے لیکن کثرت روایات اور کثرت...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے حج متاثر نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سعودی عرب کے قانون کی رو سے حج کے ویزے میں وقت کم ہو اور حاجی مدینہ منورہ برائے زیارت قبر رسول ﷺ نہ جاسکے کیا اس کا حج پورا ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ ارکان حج میں سے نہیں ہے البتہ زیارت مدینہ منورہ روضہ اقدس کیلئے جانا قریب الی الوجوب ہے، قانونی مشکلات اور شرعی اعذار کی بنا پر اگر نہ جاسکے تو یہ وجوب ساقط ہے بہر حال اس سے حج متاثر نہیں ہوتا (قواعد الفقہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طرق کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور ان میں سے دو روایات صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کی ہیں اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، والاحادیث في هذا الباب كثيرة وفضائل الزيارة شهيرة ومن انكرها انما انكرما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة. (مرقاة المفاتيح ۵: ۲۳۲).

اور عبدالوہاب الازہری موطا امام محمد کی تعلیق میں فرماتے ہیں، والاحاديث في فضل زيارة القبر النبوي كثيرة وصحيحة والضعيف منها يرتقي الى درجة المقبول لتعدد طرقه وكثرة شواهده كما ذكره ابن حجر في التلخيص الحبير وما ذكره ابن الجوزي في التحقيق من ان حديث (من حج فلم يزرني فقد جفاني) موضوع وتابعه ابن تيمية في ذلك غير صحيح بل هو اما حسن عند بعض المحدثين واما ضعيف كما هو عند بعضهم وانظر في ذلك شفاء السقام للسبكي والجوهر المنظم لابن حجر الهيتمي ورسائل اللكنوي صاحب التعليق الممجد. ......(از مرتب)

﴿۱﴾ قال الملا علي قاري: ان زيارة سيد المرسلين ﷺ باجماع المسلمين اى من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القربات......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حرم نبوی ﷺ کی زیارت کے وقت افعال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ مبارکہ کی زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم

الجواب: (۱) مسجد نبوی ﷺ کو باب السلام یا باب جبرئیل سے داخل ہونا مستحب ہے ﴿۱﴾ لیکن اگر ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے یا خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو تو ان ابواب سے داخلہ ممنوع ہے، دیگر ابواب سے داخل ہو، (قواعد الشرع)۔

(۲) جب مسجد کو داخل ہو تو اول باقاعدہ تحیۃ المسجد ادا کرے اگر وقت مکروہ نہ ہو، پھر موجہ شریفہ کو جائے اور نبی علیہ السلام پر صلاۃ وسلام پڑھ لے، پھر ایک گز (شرعی) بائیں طرف ہو جائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے، پھر ایک گز اور بائیں طرف ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے (شرح لباب) ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) وافضل الطاعات وانجح المساعی لنیل الدرجات قریبة من درجة الواجبات بل قیل انها من الواجبات کما بینته فی الدرة المضیة فی الزیارة المصطفویة لمن له سعة ای وسعة واستطاعة وترکها غفلة عظیمة.

(ارشاد الساری ۳۳۴ باب زیارت سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویدخل من باب جبریل او غیره کباب السلام کما علیه العمل والافضل افضل لعل وجهه دخول جبریل علیه من ذلک الباب او لانه کان الی الحجرات من اقرب الابواب فاذا دخله قصد الروضة المقدسة الخ. (ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: ثم یبدأ بتحیة المسجد رکعتین...... فاذا فرغ من ذلک قصد التوجه الی القبر المقدس ... ثم توجه مع رعایة غایة الادب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حجرہ مبارکہ کا بوسہ لینا، ہاتھ رکھنا، زیادہ قریب ہونا سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین کا بوسہ لینا وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے پھر زیارت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص زیارت روضۃ الرسول ﷺ کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا پہلے زیارت کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق ہنگو کوہاٹ

الجواب: جب زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اول باقاعدہ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور باقاعدہ صلاۃ وسلام ادا کرے (شرح اللباب) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقام تجاہ الوجہ الشریف...... مستقبلا للوجہ الکریم...... مستدبرا للقبلۃ...... ممثلا صورتہ الکریمۃ فی خیالک...... مستشعرا بانہ علیہ الصلاۃ والسلام عالم بحضورک وقیامک وسلامک...... مسلما...... مقتصدا من غیر رفع صوت ولا اخفاء بحضور وحیاء السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... ثم یتأخر...... الی صوب یمینہ ای متوجھا الی جانب یسارہ قدر ذراع فیسلم علی خلیفۃ رسول اللہ ﷺ ابی بکر الصدیق...... ثم یتأخر الی یمینہ قدر ذراع فیسلم علی خلیفۃ رسول اللہ ﷺ عمربن الخطاب الخ.
(المسلک المتقسط ۳۳۸ باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ قال العلامۃ علی بن سلطان محمد: ولا یمس عند الزیارۃ الجدار لانہ خلاف الادب فی مقام الوقار وکذا لا یقبلہ لان الاستلام والقبلۃ من خواص بعض ارکان الکعبۃ والقبلۃ ولا یلتصق بہ ای بالتزامہ ولصوق بطنہ لعدم ورودہ ولا یطوف...... ولا ینحنی ولا یقبل الارض فانہ کل واحد بدعۃ ای غیر مستحسنۃ فتکون مکروھۃ واما السجدۃ فلاشک انھا حرام الخ.
(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ۳۴۲ باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ القاری: ثم یبدا بتحیۃ المسجد رکعتین ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف نداذکر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زیارت روضہ اقدس کے پاس درود شریف کے صیغے "الصلاة والسلام عليك يارسول الله" وغیرہ یعنی خطاب کے صیغے اور حروف ندا جو کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت احادیث میں نہیں ہے کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دار العلوم عثمانیہ راول پارک لاہور......١٠/ رمضان ١٤٠٩ھ

الجواب: یہ خطاب کے صیغے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مروی ہیں، رواہ ابوحنیفہ ﴿١﴾ وايضا ان الخطاب جاز من البعيد في بعض الاحوال ﴿٢﴾ فكيف لا

(بقیه حاشیه) تعظيما وتقديما لحقه على حق رسوله كما يقتضي ترتيب حقوق الربوبية والعبودية والافضل ان تكون اى تلك الصلاة بمصلاه ﷺ اى في مقامه بمحرابه...... فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس...... ثم توجه اى بالقلب والقالب مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف الخ.

(ارشاد الساری ٣٣٦ باب زيارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿١﴾ ابوحنيفة عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تأتي قبر النبي ﷺ من قبل القبلة ويجعل ظهرك الى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته، قال الشيخ محمد حسن السنبلي في شرحه: وفي رواية عبد الرزاق ان ابن عمر كان اذا قدم من سفر اتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله.

(مسند امام ابی حنيفة مع شرحه تنسيق النظام ١٢٦ قبيل كتاب النكاح)

﴿٢﴾ قال الشاه اشرف علي التهانوي: (یارسول اللہ کہنا) بارادہ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقاً واستلذاذاً ماذون فیہ ہے۔

(امداد الفتاویٰ ٥: ٣٨٥ كتاب العقائد والكلام)......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

يجوز من القريب لان سماع الموتىٰ حق﴿۱﴾. وهو الموفق

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دورکعت پڑھنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارت روضہ مقدسہ کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دورکعت پڑھنا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر محمد ڈی آئی خان......۱۹۸۱ء/۶/۲۵

الجواب: مستحب یہ ہے کہ زیارت سے فارغ ہوکر اسطوانہ ابی لبابہ کے قریب دورکعت نماز ادا کرے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو اور مغفرت کی دعا کی جائے (هنديه وغيره)﴿۲﴾،﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وقال العلامة ابن عابدين: يستحب ان يقال عند سماع الاولىٰ من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قرت عيني بك يارسول الله.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۲۹۳ قبيل باب شروط الصلاة)

﴿۱﴾قال الشيخ خليل احمد السهارنفوري: فان قلت ماوجه الجواب بقوله ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء فان المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم قلت لاشك ان حفظ اجسادهم من ان ترم خرق للعادة المستمرة فكما ان الله تعالىٰ يحفظها منه فكذلك يمكن من العرض عليهم ومن الاستماع منهم صلوات الامة ويؤيده حديث نبي الله حيٌ يرزق. (بذل المجهود في حل ابي داؤد ۲:۱۶۰ باب تفريع ابواب الجمعة)

﴿۲﴾ قال في الهندية: ثم يأتي اسطوانة ابي لبابة التي ربط نفسه فيها حتى تاب الله عليه وهي بين القبر والمنبر فيصلي ركعتين ويتوب الى الله ويدعو بماشاء.

(فتاوىٰ عالمگيريه ۱:۲۶۶ خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

﴿۳﴾قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ثم يأتي اسطوانة ابي لبابة التي ربط نفسه فيها حتى تاب الله عليه وهي بين القبر والمنبر ويصلي.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد خمسہ جو سرزمین عرب میں ہیں کہاں ہیں اور کس کتاب میں اس کا ذکر ہے، اور چالیس نمازوں کا مسئلہ مسجد نبوی میں کس کتاب میں ذکر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قاسم جلال آباد افغانستان.....۱۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: حوالہ مساجد خمسہ نہ یافتم ﴿۱﴾ وحوالہ چہل نماز در مسجد نبوی در طبرانی اوسط و در مسند

(بقیہ حاشیہ) رکعتین ویتوب الی اللہ تعالیٰ ویدعو بما شاء. (الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۲۲۶ فصل فی زیارۃ قبر النبی ﷺ)

قال الملا علی قاری: وجمیع سواری المسجد ای المصطفوی فی اصل بنائھا یستحب الصلاۃ عندھا لانھا لا تخلو عن النظر النبوی الیھا ای الی ما کان فی موضعھا والا فھی لیست عینھا بل غیرھا وصلاۃ الصحابۃ عندھا ای فی اماکنھا وقربھا.

(ارشاد الساری ۳۴۴ قبیل فصل فی زیارۃ اھل البقیع)

﴿۱﴾ مسجد فتح یا مسجد احزاب یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے اور خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے، غزوہ خندق کے دوران میں اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی پیر منگل اور بدھ کو فتح ونصرت کی دعا فرمائی، پس بدھ کے روز بین الصلاتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری پھیل گئی، اور وہ بے نیل ومرام پسپا ہو گئے، اسی مقام پر مسجد بنا دی گئی، دعائے فتح ونصرت وقبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی ہیں یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجد فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجد خمسہ بھی کہتے ہیں، ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں، مسجد سلمان الفارسی، مسجد علی بن ابی طالب، مسجد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چوتھی مسجد کا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ است ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حاجی مدینہ منورہ جائے تو بروز ہفتہ مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور اس میں دو رکعت نفل عمرہ کرنے کا برابر ثواب رکھتا ہے کیا واقعی یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل شیر داوڑ وزیرستان

(بقیہ حاشیہ) نام مسجد فاطمہ ہے اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے، اکثر زیارت کرانے والے مزدور حاجیوں کو زیارات کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کیلئے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کے معرکے کے دنوں میں نماز پڑھی ہے، مسجد سلمان الفارسی یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے، مسجد علی بن ابی طالب یہ مسجد سلمان الفارسی کے تقریبا جنوب میں قریب ہی واقع ہے، مسجد ابوبکر صدیق یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بہ مشرق واقع ہے، لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ محقق نہیں ہوئی اور ان مساجد اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انہوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی، یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی، واللہ اعلم۔ (ماخوذ از زیارۃ الحرمین، فصول وآثار وغیرہ با عمدۃ الفقہ)، اب کہتے ہیں کہ ان تمام مساجد کو ہٹا کر اس مقام پر ایک عظیم مسجد بنائی گئی ہے۔ از مرتب

﴿۱﴾ **قال النبی ﷺ: من صلی فی مسجدی اربعین صلاۃ لا تفوتہ صلاۃ کتبت لہ براءۃ من النار ونجاۃ یوم القیامۃ، رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک. ولم یروہ عن انس الانبیط تفرد بہ ابن ابی الرجال. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳:۲۳۹۷) وفی عمدۃ الفقہ للزوار حسین رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی معجمہ الاوسط ورجالہ ثقات.**

(عمدۃ الفقہ ۴:۷۰۰ کتاب الحج)

الجواب: مسجد قباء کی زیارت ہر روز جائز ہے اور بروز ہفتہ مستحب ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾ اور اس میں دو رکعت نماز عمرہ کا ثواب رکھتا ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ویستحب ان یأتی مسجد قباء یوم السبت کذا ورد عنه علیه السلام ویدعو یا صریخ المستصرخین ویاغیاث المستغثین یا مفرج کرب المکروبین یا مجیب دعوة المضطرین صل علی محمد وآله واکشف کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربه وحزنه فی ھذا المقام..... قالوا لیس فی ھذه المواقف دعاء مؤقت فبأی دعاء دعا جاز کذا فی قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۶۷ قبیل کتاب النکاح)

﴿۲﴾ عن ابو الابرد مولی بنی خطمة انه سمع اسید بن ظهیر الانصاری وکان من اصحاب النبی ﷺ قال الصلوٰة فی مسجد قبا کعمرة وفی الباب عن سهل بن حنیف.

(جامع الترمذی ۱:۴۳ باب ماجاء فی الصلوٰة فی مسجد قباء)

﴿۳﴾ قال الدکتور وھبة الزحیلی: یستحب زیارة المساجد الاخریٰ مثل مسجد قباء وھو فی الجنوب الغربی من المدینة وھو اول مسجد اسس فی المدینة وذلک یوم السبت ناویا التقرب بزیارته والصلاة فیه لحدیث الترمذی (صلاة فی مسجد قباء کعمرة) وفی الصحیحین عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ یأتی مسجد قباء راکبا وماشیا فیصلی فیه رکعتین، وفی روایة صحیحة کان یأتیه کل سبت ویدعو بما شاء من کشف الکرب والحزن الخ. (الفقه الاسلامی وادلته ۳:۲۴۰۵ زیارة اهم المعالم الاثریة فی المدینة)

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بفتاوی فریدیہ جلد
کتاب النکاح
باب رسم النکاح وشرائطہ وآدابہ

قال اللّٰہ تعالیٰ : ....
فانکحوا ماطاب لکم من النساء.
......﴿النساء:٣﴾......
قال اللّٰہ تعالیٰ : ....
وانکحوا الایامی منکم والصالحین من
عبادکم وامائکم.
......﴿النور:٣٢﴾......

کتاب النکاح

باب رسم النکاح وشرائطہ و آدابہ

منگنی اور با قاعدہ نکاح میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:
کہ میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی جس کی با قاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اور سرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا اس دعوے پر انہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کئے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چونکہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے اسلئے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعد ازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لئے پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتا ہوں ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ با قاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے

اسلئے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اناركل پنڈی گیپ کیملپور......۱۹۷۲ء/۶/۲۹

الجواب: اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلاشک وشبہ درست ہے، قال فی المرقاۃ لاکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح الخ (۶: ۲۱۱) ﴿۱﴾ وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ (۱: ۳۱) لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا ﴿۲﴾۔ اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلانہ فلاں کیلئے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کیلئے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کالعدم ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

نکاح کیلئے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہئے جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الجلیل

المستفتی: شہزادگل شیوہ......۱۹۷۵ء/۴/۸

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط الفصل الاول)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقۃ)

﴿۳﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلی: ورکن النکاح الایجاب والقبول وینعقد بلفظین ماضیین ولا ینعقدنکاح المسلمین الا بحضور رجلین او رجل وامرأتین الخ.

(الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

الجواب: حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ نیز باکرہ ﴿۲﴾ شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی عورت سے نکاح کرے ﴿۳﴾ نکاح شادی سے پہلے کرے بلوغت کے بعد شادی کرے رسم ورواج سے بچیں اور شادی کے بعد ولیمہ کرے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: تنكح المرأة لاربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك متفق عليه. رواه البخاری (۵۰۹۰) ومسلم (الرضاع ۵۳، ۵۴) وابوداؤد (۲:۴۷) والنسائی (۶:۶۸) وابن ماجه (۱۸۵۸) والبيهقی (۷:۷۹) واحمد (۲:۴۲۸) والدارقطنی (۳:۳۰۳). (بلوغ المرام ۳۲۵ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال رسول الله ﷺ عليكم بالابكار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضى باليسير رواه ابن ماجة مرسلا. (مشكواة المصابيح ۲:۲۶۸ کتاب النكاح الفصل الثانی)

﴿۳﴾ عن معقل بن يسار قال قال رسول الله ﷺ تزوجوا الودود الولود فانی مكاثر بكم الامم رواه ابوداؤد والنسائی. (مشكواة المصابيح ۲:۲۶۷ کتاب النكاح الفصل الثانی)

﴿۴﴾ وفی الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهو اذا بنی الرجل بامراته ينبغی ان يدعو الجيران والاقرباء والاصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعاما واذا اتخذ ينبغی لهم ان يجيبوا. (فتاویٰ عالمگيريه ۵:۳۴۳ الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات)

وقال الملا علی قاری: (قال رسول الله ﷺ شر الطعام طعام الوليمة) لانه كان من عادتهم مراعاة الاغنياء فيها وتخصيصهم بالدعوة وايثارهم وتطييب الطعام لهم ورفع مجالسهم وتقديمهم وغير ذلک مما هو الغالب فی الولائم...... والحاصل انه ليس شر الطعام لذاته بل لما يعرض له غالبا من سوء حالاته وصفاته.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكوٰة ۶:۲۵۳ باب الوليمة)

بلا وجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جو لوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن بازار گی بنیر ......۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے ﴿۱﴾ **قال رسول اللہ ﷺ: من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه ، رواه البيهقي في شعب الايمان ﴿۲﴾. وهو الموفق**

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کر لوں گا اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو، اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے اب طرفین میں ناچاقی پیدا ہوگئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا جبکہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: چوہدری علی مرد کوہالہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾ عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض، رواه الترمذی. (مشكوٰة المصابيح ۲:۲۶۷ كتاب النكاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ (مشكوٰة المصابيح ۱:۲۷۱ باب الولی فی النكاح الفصل الثالث)

الجواب: صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے لہٰذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے اگرچہ مکروہ ہے، فی المرقاۃ: لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم (۶: ۲۱۱) ﴿۱﴾ وفی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع النکاح اصلا (۱: ۳۱)﴿۲﴾. وھو الموفق

نکاح میں کونسی نیت کی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کونسی نیت کرنی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود الخبر

الجواب: ینوی اتباع السنۃ وتحصین الفرج وتکثیر الامۃ﴿۳﴾. وھو الموفق

نکاح سے قبل ایمان مجمل ومفصل سنوانا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح سے پہلے تجدید ایمان کرانا

﴿۱﴾ (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقۃ)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک ان النبی ﷺ حمد اللہ واثنیٰ علیہ وقال: لکنی انا اصلی، وانام، واصوم وافطروا تزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی، (متفق علیہ) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال لنا رسول اللہ ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) وعن انس بن مالک قال: کان رسول اللہ ﷺ یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الانبیاء یوم القیامۃ (رواہ احمد وصححہ ابن حبان).

(بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام ۳۲۵ کتاب النکاح)

اور ایمان مجمل ومفصل کا دہرانا وغیرہ کیا حکم رکھتا ہے؟ بدعت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی ڈوبل سی بنگ راولپنڈی......۲۳/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نکاح سے قبل قرآن پڑھوانا یا ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، لہٰذا اسے مباح کہا جائے گا نہ کہ بدعت یا سنت، البتہ نکاح سے قبل ایمان کی تلقین مصلحت سے خالی نہیں، وھو تیقن الشرط من الایمان فافھم ﴿۱﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾قال الشیخ العلامۃ عبد العزیز المحدث الدھلوی: شرعاً مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے یا سہواً کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں احتیاطاً ایسا کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور ان سے کہلاتے ہیں تاکہ نکاح حالت اسلام میں منعقد ہو، علماء متاخرین نے جو احتیاطاً یہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں، جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے، کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے اس امر کا سبب ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کیونکہ کل فرقۂ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں بعث سے مراد انتقال روحانی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ۵۴۲ مسائل نکاح)

وقال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: (صفت اسلام وایمان سے) ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کرادی جائے کہ کہو! اللہ ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مؤمن اور مسلمان ہو جاتا ہے اس اقرار لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہ کہلا لیا جاوے جو اوپر مذکور ہے، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے اور تصدیق کیا ہے اور ایمان مفصل کونسا ہے اور ایمان مجمل کونسا ہے، غرض یہ ہے کہ ایسی بات کی جاوے جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے، (بہرحال جب ہندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور در حقیقت ہے بھی مسلمان تو اس سے نکاح درست ہے تعلیم کی کمی ہے لہٰذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۷: ۱۴۷ دوسرا باب متعلقات نکاح)

نکاح کے وقت دولہا دولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی کے وقت نکاح خواں دولہا دولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھاتے ہیں بعض کند ذہن لوگ وہ الفاظ اچھے طریقے سے ادا نہیں کر سکتے کیا یہ نکاح شرعا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم......۳/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: نکاح کا دارمدار گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول پر ہے ﴿۱﴾ نہ کہ شش کلمہ وغیرہ پڑھنے پر لہٰذا ایسا نکاح جائز ہوگا۔ وھو الموفق

خطبہ نکاح نہ پڑھنے سے فساد نکاح نہیں آتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نکاح میں ایجاب وقبول ہوگیا اور سب تقاضے پورے کئے البتہ خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا کیا یہ نکاح فاسد ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نورالحسن موہڑہ بیروت ہزارہ

الجواب: نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا مندوب ہے ﴿۲﴾ اسلئے اس کے عدم سے فساد نکاح لازم نہیں آتا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابوالبرکات عبد الله النسفي: النکاح هو عقد...... ینعقد بایجاب وقبول...... عند حرین او حر وحرتین عاقلین بالغین مسلمین۔

(کنز الدقائق ۱: ۹۷ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفي: ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه في مسجد یوم جمعة۔

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

نکاح کا خطبہ پہلے پڑھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں نکاح اور ایجاب وقبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے جبکہ بعض علماء پہلے خطبہ پڑھ کر بعد میں ایجاب وقبول کرتے ہیں اس میں کونسا عمل صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گوہر رحمٰن کائیلی سوات......۱۹۷۴ء/۱۰/۳

الجواب: خطبہ نکاح عقد سے پہلے پڑھنا مستحب ہے لما رواه الدارمی﴿۱﴾ وفی الدرالمختار ویندب اعلانه وتقدیم خطبة﴿۲﴾ فتاخیرها عن العقد مخالفة الحدیث والفقه. وهوالموفق

عقد نکاح مسجد میں افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر پر، جبکہ بعض لوگ مسجد میں جانے سے انکار کرتے ہیں اس بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم......۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اگر منکرات کا خطرہ نہ ہو تو مسجد میں عقد نکاح افضل ہے﴿۳﴾ لحدیث رواه

﴿۱﴾ عن عبد الله قال علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره...... ثم يتكلم بحاجته.

(سنن الدارمی ۲: ۱۹۱ باب فی خطبة النکاح)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری. قوله (واجعلوه فی المساجد) وهو اما لانه ادعی الی الاعلان او لحصول برکة المکان وینبغی ان یراعی فیه ایضا فضیلة ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الترمذی: اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف﴿۱﴾.

حدیث "لانکاح بین العیدین" ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ عیدین کے درمیان نکاح کرنا درست نہیں اور اس پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں "لا نکاح بین العیدین" اس مسئلہ اور حدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم کاموئکی گجرانوالہ......۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: دونوں عیدوں کے درمیان نکاح بلا ریب اور بلا کراہت جائز ہے، حضور ﷺ کا نکاح مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی ماہ میں ہوا ہے، نیز لا نکاح بین العیدین اولا حدیث نہیں ہے یا اس کا مطلب جمعہ اور صلاۃ العید ہے اور یہ واقعہ جزئیہ ہے نہ کہ کلیہ، کما فی الشامیة ۲: ۲۸۴ وتاؤیل قوله علیه السلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه السلام کان رجع عن صلوٰة العید فی اقصر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لا یفوته الروح فی الوقت الافضل الی الجمعة﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه)الزمان لیکون نورا علی نور وسرورا علی سرور قال ابن الهمام یستحب مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة وکونه فی یوم الجمعة وهو اما تفاؤلا للاجتماع او توقع زیادة الثواب اولانه یحصل به کمال الاعلان.

(مرقاة المفاتیح ۶: ۲۱۷ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۲۹ باب ماجاء فی اعلان النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح تحت قوله فی مسجد یوم جمعة)

نکاح پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں امام وقاضی مقرر ہو، کیا اس امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی نکاح پڑھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب آزاد کشمیر.....۱۹۷۴ء/۷/۶

الجواب: طرفین کی اجازت سے ہر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ امام کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھانے میں بے انتظامی کا خطرہ موجود ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے عالم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے بے خبری میں زانیہ اور مزنیہ کا نکاح پڑھایا بعد میں اسے معلوم ہوا، اب بعض لوگ اس سے ناراض ہیں کہ اس نے زانیہ مزنیہ کا نکاح پڑھایا ہے جبکہ امام صاحب کہتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی کیا اس نکاح خوان پر کوئی عتاب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رحیم خان ہزار مری.....۱۹۸۴ء/۱۲/۳۱

الجواب: زانی اور مزنیہ کا جب آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے تو پڑھانے والے پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، فی الدر المختار وصح نکاح حبلی من زنا...... ولو نکحها الزانی حل له ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا حق شرعاً نہیں ہے جس سے نکاح پڑھوالیا جائے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انتظامی قضیہ جداگانہ ہے جیسا حکام مصلحت سمجھیں انتظام کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۷:۱۶۳ مسائل متعلقات نکاح)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

شیعہ کا نکاح خواں ہونا اور بعد میں تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنے بیٹے کے نکاح کیلئے جب بکر کے گاؤں ساتھیوں سمیت گئے تو بوقت نکاح معلوم ہوا کہ نکاح خواں مولوی شیعہ تھا، دولہانے جب اعتراض کیا تو لڑکی والوں نے کہا کہ تم اپنے گھر جا کر اہل سنت مولوی صاحب سے نکاح کی تجدید کرالیں کیونکہ یہاں یہ مسئلہ اٹھانا مصلحت کے خلاف ہے، اسلئے زید جب واپس آیا تو اپنی مسجد کا امام جو اہل سنت ہیں کو بلا کر تجدید نکاح کرالیا، تجدید میں حق مہر وغیرہ سب کچھ سابقہ رکھا گیا، اب اگر کوئی شخص اس تجدید نکاح کرنے والے نکاح خواں پر اعتراض کرے کہ یہ نکاح کیوں کیا گیا ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ تجدید نکاح کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد نعمانی گوجرانوالہ......۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نکاح خواں کی حیثیت صرف معلم کی ہے نہ کہ شاہد کی، لہٰذا یہ نکاح اول درحقیقت نکاح ہے اور نکاح دوم افضل اور مستحب ہے منکر نہیں ہے، کما فی الدر المختار ۳: ۲۰ ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف﴿۱﴾ وبمعناه فی الهندیة فلیراجع﴿۲﴾. وهو الموفق

نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرون ثلاثہ میں نکاح خوانی پر اجرت لی جاتی تھی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل زمان......۱۹۷۵ء/۱۲/۲۹

﴿۱﴾ (الدر المختار هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: واذا زوج غیر الاب والجد الصغیرة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: نکاح خواں کی اجرت انعام ہے کما لا یخفیٰ علی من راجع الی العرف، اوراگر اجرت ہوتب بھی جائز ہے، لکونها اجرة علی تعلیم الایجاب والقبول وتلقینها ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فالاحتیاط ان یعقد مرتین مرة بمهر مسمی ومرة بغیر مهر مسمی لامرین احدهما الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۱﴾ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بوادر النوادر میں الصراح فی اجرة الانکاح کے نام سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں بحوالہ مسائل اربعین از مولانا محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ آپ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے فرماتے ہیں: مسئلہ: بعد نکاح بقاضی ووکیل وشاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز است یا نہ؟ جواب: دادن ایں مرد مان بدون مطالبہ وجبر از طرف ایشان مباح است واگر جبر کنند وخواہ مخواہ بکد واصرار طلب نمایند وبگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزانۃ الروایات مرقوم است، ومما سنه القضاة فی دارالاسلام ظلم صریح وهو ان یاخذوا من الانکحة شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجة بالمناکحة فانهم مالم یرضوا بشیئ من اولیاء هما لم یجیز وبذلک فانه حرام للقاضی والمناکح.

اس فتویٰ کے نقل کرنے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی چار اقسام بنائے ہیں کہ جو چیز کسی کو دی جاتی ہے تو وہ یا بالعوض دی جاتی ہے یا بلاعوض، اگر بالعوض دی جاتی ہو تو وہ شرعاً مال متقوم کے بدلے دی جائے گی، یا غیر متقوم اور غیر قابل عوض کے مقابلے میں دی جائے گی، پس اگر اول ہے تو وہ اجر اور ثمن کہا جاتا ہے اور اگر دوم ہے تو وہ رشوت یا ربا ہوگا۔ اور اگر بلاعوض دی جاتی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو طیب خاطر سے دی جائے گی تو وہ ہدیہ اور عطیہ کہلاتا ہے اور یا طیب خاطر سے نہ ہوگی، بلکہ تنگی وکراہت سے ہوگی، تو یہ ظلم وجبر فی التبرع کے زمرہ میں سے ہے۔

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تقسیم کا خلاصہ ہے اب اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے دیار میں جو عرف ہے اور ائمہ مساجد کو نکاح خوانی پر جو کچھ دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اعطاء بلاعوض ہے، اور پھر عوام بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ اور کم دیتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہدیہ، عطیہ اور انعام ہوتا ہے نہ اس میں جبر ہوتا ہے اور نہ اولیاء زوج وزوجہ اس میں کوئی تنگی وکراہت محسوس کرتے ہیں، اور اگر اسے نکاح خواں کے اس عمل کی اجرت قرار دی جائے اگرچہ اس پر صحت اجارہ کے لوازم صادق نہیں آتے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باقاعدہ ایجاب وقبول اورشہادت نہ ہوتو یہ نکاح نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادانے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادانے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا مگر اس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادا مر گیا ہے اور لڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے اور دادا کے نکاح پر راضی نہیں ہے، اور قبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا اب شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور

(بقیہ حاشیہ) لیکن بالفرض جولوگ اسے اجارہ کہتے ہیں تو پھر بھی جائز ہے کہ یہ ایجاب وقبول کی تلقین وتعلیم پر اجرت ہے، ویجوز بالاتفاق الاستئجار علی تعلیم اللغة والادب والحساب والخط والفقه والحدیث ونحوها وبناء المساجد والقناطر والرباطات لانها لیست بفرض ولا بواجب وقد تقع قربة تارة وتارة غیر قربة، اور "الصراح فی اجرة الانکاح" کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قاضی وغیرہ اس کیلئے مقرر ہیں اور باقاعدہ تنخواہ دار ہیں اور اگر اسے کچھ نہ دی جائے تو پھر وہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو خزانۃ الروایات کا قول بھی اس قسم کے لوگوں پر صادق آتا ہے کہ وہ کام ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اور باوجود اس کے ظلما وصولیاں کر رہے ہیں لہٰذا خزانۃ الروایات کا قول عام ائمہ مساجد پر صادق نہیں آتا کہ وہ نہ اس کی تنخواہ لیتے ہیں اور نہ حکومت سے کوئی معاوضہ ملتا ہے بخلاف قاضی کے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس قاضی پر نکاح کی مباشرت لازم ہو جیسے نکاح صغائر، تو اس کیلئے اس نکاح پر کچھ لینا جائز نہیں اور اس کے علاوہ پر جائز ہے، کما قال القاضی محمد بن الحسینی: ولا یحل للقاضی اخذ شیئ علی النکاح ان کان نکاحا یجب علیه مباشرته کنکاح الصغائر وفی غیره یحل.

(فتاویٰ انقرویه ۱: ۳۵۱ فصل فی اجرة المشخص الخ)

وقال العلامة مفتی کفایت الله الدهلوی: نکاح پڑھانے والے کو نکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے اور نکاح خواں پہلے اجرت مقرر کر کے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کو مقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔ (کفایت المفتی ۵: ۱۵۴ کتاب النکاح)...... (از مرتب)

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے، لان رکن النکاح هو الایجاب والقبول والشرط هي الشهادة﴿۱﴾ وفي الصورة المسئولة لا يوجد القبول ولا الشرط ولان عقد الابعد يتوقف على اجازة الاقرب ولم توجد. (ماخوذ از هنديه ۱: ۲۸۴ ﴿۲﴾ والدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۴۳۲ فليراجع)﴿۳﴾. وهو الموفق

نکاح با قاعدہ ایجاب وقبول کا نام ہے نہ کہ شہرت کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہوگئی ہو، کیا اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ.....۱۹۷۴ء/۷/۱۱

الجواب: جب گواہوں کے روبرو با قاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگرچہ شہرت ہوئی ہو، لعدم الركن والشرط﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الغني الغنيمي الميداني: وهو ينعقد بالايجاب من احد المتعاقدين والقبول من الآخر...... ولا ينعقد نكاح المسلمين بصيغة المثنى الا بحضور شاهدين حرين بالغين الخ. (اللباب في شرح الكتاب ۳: ۱۴۰ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو زوجها الا بعد حال قيام الاقرب حتى توقف على اجازة الاقرب. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۵ الباب الرابع في الاولياء)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو زوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته، قال ابن عابدين: اى حضوره وهو من اهل الولاية الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۴۱ باب الولي)

﴿۴﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: وركن الزواج عند الحنفية الايجاب والقبول فقط...... واما الشهود فشرط ايضا الخ. (الفقه الاسلامي وادلته ۹: ۶۵۲۱ المبحث الثاني اركان الزواج)

نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب وقبول کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اور نابالغ لڑکا جب والد کی اجازت دلالۃ موجود ہو نکاح کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمران اللہ چارسدہ......۱۹/رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: نابالغ اور نابالغہ کا بذات خود ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے جبکہ اذن سابق یا اجازت لاحقہ سے مصحوب ہو، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۲: ۱۶۶ ان الصبی المحجور لو تصرف تصرفا یجوز علیه لو فعله ولیه فی صغره کبیع وشراء وتزوج وتزویج امته وکتابة قنه ونحوه فاذا فعله الصبی بنفسه یتوقف علی اجازة ولیه مادام صبیا﴿۱﴾ وفی الهدایة ۳: ۳۷۱ واذا اذن ولی الصبی للصبی فی التجارة فهو فی البیع والشراء وکذا کل ما هو دائر بین النفع والضرر کالتزوج کالعبد الماذون﴿۲﴾ وبمعناه فی ردالمحتار ﴿۳﴾، وفی الهدایة ۳: ۳۷۲ ویصیر (الصبی) ماذونا بالسکوت کما فی العبد ﴿۴﴾

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۲: ۱۶۶ کتاب الودیعة ومطالبه)

﴿۲﴾ (هدایه ۳: ۳۷۱ کتاب الماذون فصل واذا اذن ولی الخ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله یدور بین نفع وضر) اما النفع المحض فیصح کقبوله الهبة والصدقة وکذا اذا آجر نفسه ومضی علی ذلک العمل وجبت الاجرة استحسانا ویصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغیر اذن المولیٰ لانه نفع محض وتصح عبارة الصبی فی مال غیره وطلاقه وعتاقه اذا کان وکیلا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۱۰۱ کتاب الحجر)

﴿۴﴾ (هدایه ۳: ۳۷۲ قبیل کتاب الغصب)

وبمعناه في ردالمحتار ۵: ۱۲۵ ﴿۱﴾ وشرح المجلة ۵۴۳ ﴿۲﴾. وهوالموفق

مجنون ایجاب وقبول کا اہل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے ادھر ادھر پھرتا ہے اور فحش وغیرہ بکتا رہتا ہے یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین وآسمان میں نے پیدا کئے ہیں اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ظاہر شاہ دارالعلوم قاسمیہ شبہ پشاور

الجواب: اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہونا مسلم یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا ﴿۳﴾ کما في التنوير بشرط حرية وتكليف واسلام ﴿۴﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو اشترىٰ العبد وباع ساكتا عن اذنه وحجره كان ماذونا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵: ۱۲۱ كتاب الماذون)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد خالد الآتاسي: فان اذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون في كل احكامه فيصير مأذونا بالسكوت. (شرح المجلة للآتاسي ۳: ۵۳۰ الماده : ۹۷۲)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا ولاية لعبد وصغير ومجنون) لانه لا ولاية لهم على انفسهم فاؤلىٰ ان لا يثبت على غيرهم ولان هذه ولاية نظرية ولا نظر في التفويض الى هؤلاء...... واراد بالمجنون المطبق وهو شهر وعليه الفتوىٰ وفي فتح القدير لا يحتاج الى تقييده به لانه لا يزوج حال جنونه مطبقا او غير مطبق ويزوج حالة الافاقة عن جنون مطبق او غير مطبق لكن المعنى انه اذا كان مطبقا تسلب ولايته فتزوج ولا ينتظر الافاقة وغيرالمطبق الولاية ثابتة له فلا تزوج وتنتظر الافاقة كالنائم الخ. (البحر الرائق ۳: ۱۲۳ باب الاولياء والاكفاء)

﴿۴﴾ الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۳۸ باب الولي)

شاہدین حاضر مجلس نہیں دیوار کے پیچھے سامعین ہیں اس نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرد اور عورت خود بخود نکاح پڑھ لیتے ہیں اور ایجاب وقبول بھی خود کر لیتے ہیں اور دو آدمیوں کو دیوار کے پیچھے بٹھائے ہیں جو کہ حاضر مجلس نہیں البتہ سامعین ضرور ہیں کیا یہ نکاح درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا ظفر الحق آزاد ناظم دار العلوم حقانیہ......۲۷/۱۱/۱۹۸۶ء

الجواب: اگر اس گھر میں صرف یہ دو شخص موجود ہوں تو تحمل شہادت کی صحت کی وجہ سے نکاح درست ہے (ماخوز از ردالمحتار ۲: ۳۷۴)﴿۱﴾. وھو الموفق

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب وقبول نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح درست ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہمیش گل توڈھیر صوابی......۱۳/۳/۱۹۸۵ء

الجواب: اگر اس لڑکی کے اذن واجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو﴿۲﴾ تو یہ معاملہ نکاح ہے ورنہ نکاح نہیں ہے (قواعد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفي الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرىٰ فلا لعدم زوال الجهالة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹۵ مطلب الخصاف كبير فى العلم)

﴿۲﴾ قال الفقيه عبيد الله بن تاج الشريعة: النكاح ينعقد......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فقہ)﴿۱﴾۔وھو الموفق

وکیل نکاح کا کہنا کہ ''میں نے قبول کیا'' صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلانہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیلئے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے تین بار یہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیلئے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سید محمد کوئٹہ بلوچستان

الجواب: وکیل کا یہ جواب صحیح ہے﴿۲﴾ لان الوکیل لم یقل لنفسی بل اراد النکاح

(بقیہ حاشیہ) بایجاب وقبول لفظھما ماض...... عند الشھود الخ.

(شرح الوقایة ۲ :۶، ۹ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مھر ولا بتعاط) قال فی البحر وھل یکون القبول بالفعل کالقبول باللفظ کما فی البیع قال فی البزازیة اجاب صاحب البدایة فی امرأة زوجت نفسھا بالف من رجل عند الشھود فلم یقل الزوج شیئا لکن اعطاھا المھر فی المجلس انه یکون قبولا وانکر صاحب المحیط وقال الامام مالم یقل بلسانه قبلت بخلاف البیع لانه ینعقد بالتعاطی والنکاح لخطره لا ینعقد حتی یتوقف علی الشھود .

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲ :۲۸۷ قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وینعقد ملتبسا بایجاب من احدھما وقبول من الآخر وضعا للمضی کزوجت نفسی او بنتی او موکلی منک ویقول الآخر تزوجت، قال ابن عابدین: قوله کزوجت نفسی، اشارة الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلا اوولیا او وکیلا...... ویقول الآخر تزوجت ای او قبلت لنفسی او لموکلی او ابنی او مؤکلتی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲ :۲۸۵ کتاب النکاح)

للموکل ولو سلم انه اراد النکاح لنفسه فکلامه ایجاب ولم یتحقق القبول فانعدم رکن النکاح فی حقه نعم وجد الایجاب للموکل وتحقق القبول له وکالة فی ذلک المجلس فوجد الرکن فی حق الموکل ، والامر واضح ﴿۱﴾. وهو الموفق

''فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے'' خطبہ ہے نکاح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا بلکہ یہ کہا'' دا فلانکئی لور می فلانی ته وئیلے ده'' یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے اب نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۷/ دسمبر ۱۹۸۲ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح شرعی نہیں ہے لعدم وجود الرکن وهو الایجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهی الشهادة ﴿۲﴾. وهو الموفق

ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول

﴿۱﴾ وفی الهندیة: واما اذا قال الوکیل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ینعقد النکاح مالم یقل الوکیل قبلت فاذا قال قبلت لفلان او قال قبلت مطلقا ففی الوجهین ینعقد العقد للموکل هکذا فی المحیط.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۹۸ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: واما رکن النکاح فالایجاب والقبول کذا فی الکافی...... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان

الجواب: ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، بل موھم لکون النکاح قبل المرۃ الثالثۃ ضعیفا ذا وھن کالطلاق ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

لڑکی کیلئے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی مجھے دے دو ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کیلئے کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج دے دی، اسلئے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا نور رحمٰن لانڈھی کراچی......۱۹۷۵ء/۹/۲۹

الجواب: صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے حرام اور مکروہ نہیں ہے ﴿۲﴾،

﴿۱﴾ وفی المنھاج: وائمۃ المساجد یؤخرون (الخطبۃ) عن العقد ویخالفون الحدیث والفقہ، وکذا یکررون الایجاب والقبول من عند انفسھم وھذا موھم لکون النکاح قبل المرۃ الثالثۃ ضعیفا ذا وھن کالطلاق وکذا یعبرون عن الماضی المطلق بلفظ الماض البعید والماض القریب، ویعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنیین وھذا احتیاط بارد.

(منھاج السنن شرح ترمذی ۴: ۲۶۳ باب ماجاء فی الخطبۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن الشحنہ: وینعقد بالایجاب والقبول ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لعدم النکاح و الرضاء بالخطبة﴿۱﴾ تمام اولاد حلالی ہیں۔ وھو الموفق

ناکح (نکاح پڑھانے والا) گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور ہندہ کے درمیان ان کے ماں باپ نے روبروئے گواہان عقد نکاح کرلیا، بوقت نکاح دونوں بالغ تھے اور رخصتی نہیں ہوئی تھی تقریباً سات سال بعد زید کے چھوٹے بھائی اور ہندہ کہیں چلے گئے اور کسی شہر میں نکاح کرلیا، جس میں یہ چھوٹا بھائی اور ہندہ خود موجود تھے اور ایک گواہ اور ایک ناکح یعنی نکاح پڑھانے والا تھا کیا یہ نکاح درست ہے؟ کیا ناکح گواہ بن سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حلیم شاہ گجرات مردان......۱۹۸۵ء/۷/۱۱

الجواب: اگر زید اور ہندہ کے درمیان عقد نکاح ہوا ہو اور تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت شدہ ہو تو یہ دوسرا عقد نکاح کالعدم ہے، لقوله تعالیٰ (والمحصنت من النساء)﴿۲﴾ اور اگر یہ عقد ثابت نہ ہو تو یہ دوسرا عقد درست ہے کیونکہ نکاح خواں صرف معلم ہوتا ہے عاقد یا وکیل نہیں ہوتا ہے (فیصیر الشاهد) . وھو الموفق

(بقیه حاشیه) بلفظین یعبر بهما عن الماضی...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین الخ.

(لسان الحکام فی معرفة الاحکام ۳۱۵ الفصل الثالث عشر فی النکاح)

﴿۱﴾ قال الوهبة الزحیلی: الخطبة مجرد وعد بالزواج ولیست زواجا، فان الزواج لا یتم الا بانعقاد المعروف، فیظل کل من الخاطبین اجنبیا عن الآخر، ونص قانون الاحوال الشخصیة السوری: الخطبة والوعد بالزواج وقرأة الفاتحة وقبض المهر وقبول الهدیة لا تکون زواجا.

(الفقه الاسلامی وادلته ۹: ۶۴۹۳ مقدمات الزواج)

﴿۲﴾ قال الجلال السیوطی: وحرمت علیکم (المحصنت)...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نکاح میں ایک آدمی طرفین کا قائم مقام ہوسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی نابالغہ کا روبرو گواہان کے عمرو کو بکر کیلئے بایں الفاظ ایجاب کیا کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہ بکر کو اختیار نکاح دے دیا، عمرو نے کہا کہ میں نے فاطمہ کو بکر کیلئے مبلغ آٹھ صد روپیہ مہر مقرر کر کے قبول کرلیا ہے، اب کیا حکم ہے؟ کہ یہ نکاح الفاظ مذکورہ سے بکر کے ساتھ منعقد ہوتا ہے؟ اگر عند الشرع یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے تو بغیر جدائی شرعی کے بکر کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ......۱۹۷۵ء/۳/۱۲

الجواب: واضح رہے کہ زید کا کلام توکیل ہے ایجاب نہیں ہے، پس اگر عمرو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ فلانہ فلاں کو نکاح کر دیا تو یہ کلام ایجاب وقبول دونوں کا قائم مقام ہوتا اور نکاح درست ہوتا، اسی طرح یہ کلام کہ فلانہ فلاں کیلئے قبول کرلیا ہے بھی ایجاب وقبول کا قائم مقام ہوگا، اور یہ نکاح منعقد ہوگا، کما فی الدرالمختار: وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدھما له للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی اوزوجینی نفسک او کونی امرء تی فانه لیس بایجاب بل ھو توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعة بزازیة قام مقام الطرفین. (ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۱،۳۱۲)﴿۱﴾ پس اسی عورت کا دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوھن قبل مفارقة ازواجھن حرائر مسلمات کن اولا.

(التفسیر الجلالین ۱: ۸۲ پارہ: ۵ سورۃ النساء آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۸۵،۲۸۶ کتاب النکاح)

خطبہ اور نکاح میں ’’ایجاب‘‘ کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ’’میری نابالغہ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا‘‘، اور بکر نے اپنے بچہ کیلئے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹرڈ نہیں کیا گیا، اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا، دو سال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے کیا شرعا ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہو سکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۹/۲۶

الجواب: اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ’’ایجاب‘‘ سے مراد خطبہ اور رضامندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے﴿۱﴾ اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے، وفی الھندیة: اما رکنه فالایجاب والقبول واما شروطه فمنها العقل والبلوغ...... ومنها الشهادة باختصار (۱:۲۸۴) ﴿۲﴾. وهو الموفق

صغیرہ کے نکاح کی شہرت اور دعویٰ اور مدعا علیہا کے انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فوت ہو کر ایک دس

﴿۱﴾ قال القاضی القضلة محمد بن الحسینی: ولو قال بزنی داری فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاما وبعضهم امرا، قال عمر النسفی ومعنی الامر راجح فی العرف قلت فهذا یدل علی ان بالاستفهام لا ینعقد وفی شط قال له هل اعطیتها فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعدوان کان لعقد النکاح فنکاح. (فتاویٰ انقرویه ۱:۳۳ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

سال کی لڑکی اور بیوی چھوڑ دی، لڑکی بالغ ہوکر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکی میرے بیٹے کا منکوحہ ہے کیونکہ لڑکی کے والد نے زندگی میں دو گواہوں کے سامنے میرے بیٹے کو نکاح پر دی ہے، جبکہ گواہ اشرف اور شبیر لڑکی کے والد سے بغض رکھتے تھے اور لڑکی کہتی ہے کہ نہ مجھے اس نکاح کا علم ہے اور نہ مانتی ہوں اور نہ میرے والد نے وصیت کی تھی، لہٰذا میں یہ جھوٹا دعویٰ تسلیم نہیں کرتی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) لڑکی کا یہ انکار منظور ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر منظور ہے تو کیا سنی سنائی باتوں یا شہرت کے گواہوں سے نکاح ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) ان دو مذکورہ گواہوں کی تکذیب دو گواہ اور کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) کیا لڑکی اس مقدمہ میں اپنی والدہ یا کسی اور کو وکیل بنا سکتی ہے؟

(۵) گواہ نہ ہونے کی صورت میں لڑکی قسم کھا سکتی ہے؟

المستفتی: مولانا عبدالرشید راولپنڈی

الجواب: (۱) لڑکی نکاح کا انکار کرتی ہے اور شرعاً مدعیٰ علیہا ہے، پس مدعی اگر مطابق شرع شریف اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے تو لڑکی کا انکار قضاءً رد ہوجائے گا اور نکاح ثابت ہوجائے گا ورنہ نکاح ثابت نہ ہوگا ﴿۱﴾۔

(۲) نکاح کے اثبات کیلئے دو گواہ ایسے چاہئے کہ وہ مجلس عقد میں حاضر ہوں یا مجلس عقد میں حاضر تو نہ ہوں مگر اپنے کانوں سے مجلس کا ایجاب وقبول سنا ہو یا حاضرین سے سنا ہو ویسے عام شہرت اور افواہ کا کچھ اعتبار نہیں، **قال الشامی ناقلا عن جامع الفصولین الشهادة بالسماع من الخارجين من بين جماعة حاضرين في بيت عقد النكاح بان المهر كذايقبل لا ممن**

﴿۱﴾ قال الفقیه ابوالليث السمرقندی: لوادعی رجل علی امرأة نکاحا وهی تجحده واقام الرجل بينة عليها يقضی له بالنکاح. (فتاوی النوازل ۱۸۹ مسائل متفرقة کتاب النکاح)

سمع من غیرھم ﴿۱﴾.

(۳) کوئی وجہ پیش کریں گے یا جرح موجب تکذیب شہادت بیان کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی شہادت قاضی رد کردے یہ بات اسی محل اور موقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے قاضی کے سامنے پیش ہوکر جو شہادت دی جائے گی اس کے رد اور قبول کا اس وقت ہی پتہ چل سکے گا۔

(۴) لڑکی اپنے مقدمہ چلانے کیلئے کسی کو بھی وکیل بنا سکتی ہے۔

(۵) کھا سکتی ہے۔وھو الموفق

مفرور اور مجرم شخص نکاح میں گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انعام اور روخانئی کے درمیان نکاح کیا گیا مجھے لڑکی نے وکیل بنایا تھا، مولوی صاحب نے جب نکاح پڑھایا تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ گواہوں میں ایک شخص حکومت کا مفرور اور مجرم ہے اس لئے میں نے نکاح کو ناجائز قرار دیا کیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولوی شائستہ خان گاڑ ونوشہرہ.....۱۹۸۵ء/۹/۱۹

الجواب: مفرور گواہ بن سکتا ہے ﴿۲﴾ اس کی وجہ سے نکاح کو ناجائز اور کالعدم قرار دینا غلط اور بے فائدہ ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۴:۷ ۱ ۴ قبیل باب القبول وعدمہ)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: ویصح بشھادۃ الفاسقین والاعمیین کذا فی فتاویٰ قاضی خان وکذا بشھادۃ المحدودین فی القذف وان لم یتوبا کذا فی البحر الرائق وکذا یصح بشھادۃ المحدود فی الزنا کذا فی الخلاصۃ الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱ :۲٦۷ کتاب النکاح الباب الاول)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کیلئے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دو گواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب وقبول کیلئے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دو گواہ باہر آکر شہادت دیتے ہیں امام الحیٔ کے سامنے کیا اس وکیل کا ایجاب وقبول صحیح ہے جبکہ اندر ان دو گواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالمشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم

المستفتی: عبداللہ

الجواب: چونکہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہٰذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے﴿۱﴾ اور اس اذن واجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو﴿۲﴾ اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وھو الموفق

شرعی مجبوری کے بغیر لڑکی نکاح میں دے کر رخصتی نہ کرانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نوجوان لڑکی چار پانچ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ فان استأذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیله اورسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: واعلم انه لا تشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح بل علی عقد الوکیل وانما ینبغی ان یشهد علی الوکالة اذا خیف جحد الموکل ایاها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۵۲ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح)

سال سے بھلا رکھی ہے اور نکاح کر کے اب دیتا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز کرنالوی بھکر میانوالی

الجواب: بغیر شرعی مجبوری کے یہ عمل مکروہ ہے کما یقتضیہ قولہ علیہ السلام فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ، ومن بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ (مشکواۃ شریف ۲: ۲۷۱ باب الولی)﴿۱﴾ لیکن یہ درحقیقت ارشاد ہے جس کا تارک فاسق نہیں ہوسکتا ہے۔ وھو الموفق

نکاح شغار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تم اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے دیں اور میں اپنی لڑکی آپ کے بیٹے کو دے دوں گا اور یہ معاملہ بلا ذکر مہر ہو، فقط یہ کہدے کہ یہ لڑکی آپ کی لڑکی کے عوض میں دے دوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر صورت بالا میں یہ کہدے کہ میری لڑکی کا مہر مثل دو ہزار کالدارے (روپیہ) ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی دو ہزار کالدارے ہیں پھر آپس میں ایک دوسرے کو دو ہزار کالدارے نہ دیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی محمد بلوچستانی......۱۹۸۵ء/۱۱/۵

الجواب: (۱) یہ نکاح شغار ہے اور نکاح شغار منعقد اور شرط باطل اور مہر مثل واجب ہوتا ہے (ہندیہ)﴿۲﴾۔ (۲) یہ نکاح، نکاح شغار نہیں ہے لوجود الامہار۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ رواھما البیھقی فی شعب الایمان.

(مشکواۃ المصابیح ۲: ۲۷۱ باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط)

﴿۲﴾ وفی الھندیۃ: وقد قالوا ان نکاح الشغار منعقد...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹھان لوگ جو بدل پر نکاح کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اکثر مہر مقرر نہیں کیا جاتا، اور اختلاف کی صورت میں طلاق دینے کا کیا مسئلہ ہے کہ اگر ایک کو طلاق دی جائے تو کیا دوسری خود بخود طلاق ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم دار العلوم حقانیہ......۱۹۸۳ء/۱۲/۱۸

الجواب: نکاح کے بدل میں نکاح صحیح اور درست ہے اور بدل کی جگہ مہر مسمّی یا مہر مثل لازم ہوگی ﴿۱﴾ اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناشزہ ہو یا ایک کو طلاق دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری عورت بھی طلاق ہو جائے یہ جہالت پر مبنی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته او امه على ان يكون بضع كل واحدة منها صداق الاخرىٰ كذا في الجوهرة النيرة. (فتاوىٰ عالمگيريه ۱ :۳۰۳ الباب السابع في المهر)

﴿۱﴾ وفي الهندية: قد قالوا ان نكاح الشغار منعقد والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته اوامه على ان يكون بضع كل واحدة منهما صداق الاخرىٰ.

(فتاوى عالمگيريه ۱ :۳۰۳ قبيل الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر و المتعة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد خالد الأتاسي: عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ لا ضرر ولا ضرار، وهو من جوامع الكلم وفي الفرق بين الضرر والضرار اقوال قيل: الضرر الحاق مفسدة بالغير مطلقا، والضرار الحاق مفسدة بالغير على وجه المقابلة اى كل منهما يقصد اضرار صاحبه من غير جهة الاعتداء بالمثل الخ. (شرح المجلة ۱ :۲۴ المادة:۷ الضرر لا يكون قديما)

''ایک بیٹی تمہاری ایک تمہاری'' نہ نکاح ہے نہ خطبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے مرض الموت میں اپنی دو بیٹیوں کو چچازاد برادران کو اس طرح کہہ کر دئے ''ایک تمہاری ایک تمہاری'' جسے پشتو میں بخنہ کہتے ہیں اب یہ لڑکیاں والد کے اس کہنے سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین چھوٹا لاہور صوابی......۱۹۸۴ء/۳/۱

الجواب: بظاہر یہ معاملہ نہ نکاح ہے اور نہ خطبہ ﴿۱﴾ یہ لڑکیاں آزاد اور خود مختار ہیں۔ وهو الموفق

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دیپے دی ہے دیپے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے بلکہ دراصل میں آپ سے چھپا تا تھا اسلئے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں، کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کیلئے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مسلم دوست شموزی مردان......۱۲/ رمضان ۱۴۱۵ھ

الجواب: اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں بلکہ جھوٹ ہے آپ کے لڑکے کیلئے جائز ہوگی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۷ قبیل مطلب التزويج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد: رجل خطب بنتا صغيرة لرجل منه لاجل ابنه الصغير وقال ابو البنت زوجتها من فلان قبل هذا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مقامات میں عورت نکاح کرنے کیلئے یہ شرط لگاتی ہے کہ داڑھی منڈ والے، شریعت میں اس شرط کی کیا حیثیت ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی : مفقود العنوان......۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: یہ وہ لوگ ہیں جو کہ شہوت کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں اور اعذار باردہ سے اپنے نفوس پر پردہ ڈالتے ہیں، اعاذنا اللہ منہا، نیک خاندانوں اور صالح بیویوں سے نکاح کرنے میں یہ خطرات نہیں ہوتے ہیں ﴿۱﴾☆۔ وھو الموفق

نکاح کا ثبوت شہادت شرعی پر ہے نکاح خواں کا انکار نا منظور ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیسوں لوگوں کا حلفیہ بیان ہے کہ مسماۃ کفری کا نکاح مولوی رحمت نے اسلام نامی شخص سے پڑھا ہے کفری کا والد بھی یہی کہتا ہے

(بقیہ حاشیہ)فلم یصدقه الخاطب فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها ابنک فلان وقبل ابو الابن بمحضر من الشهود ان لم یکن زوجها من احد قبل هذا صح النکاح.
(خلاصة الفتاوىٰ ۲ :۳ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال الملا علي قاري: (قوله فاظفر بذات الدین) ای فز بنکاحها قال القاضي رحمه الله من عادة الناس ان یرغبوا في النساء ویختاروها لاحدی اربع خصال عدها (المال، والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وارباب الدیانات ان یکون الدین من مطمح نظرهم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم امره ویعظم خطره.
(مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۲ :۱۸۸ کتاب النکاح الفصل الاول)

......☆ نکاح میں اس قسم کی شرائط باطل اور ناجائز ہوتی ہیں بلکہ بعض دفعہ (استخفاف) کی صورت میں کفر کا خطرہ بھی ہوتا ہے، بہر حال یہ شرط باطل اور نکاح درست ہے جبکہ نکاح کے لوازمات پورے کئے گئے ہوں۔ (ازمرتب)

لیکن نکاح خواں مولوی رحمت اس نکاح سے منکر ہے، بالآخر کفری کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا ہے اب کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: معززین موچی گڑھی

الجواب: طرفین با قاعدہ کسی مستند عالم کے پاس حاضر ہوکر تصفیہ کرادیں یعنی اسلام نکاح کا دعویٰ کرے گا اوراس پر شہادت قائم کرنے کے بعد یہ لڑکی اسلام کے حوالہ کی جائے گی ﴿۱﴾ اگر چہ نکاح خواں انکاری ہو اس کا انکار نا منظور قرار دیا جائے گا۔ وھو الموفق

نکاح پر نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح خود دو گواہوں کے روبرو بایں الفاظ پڑھا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے بدلے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں شخص کے ساتھ کردیا، مروجہ رجسٹریشن نہیں کی گئی، ایک سال تک میاں بیوی رہے ہے، بعد ازاں لڑکی ناراض ہوکر کراچی بھاگ گئی، والد بھی کراچی چلا گیا اور لڑکی کا نکاح جواب بالغ ہوچکی تھی باقاعدہ رجسٹریشن کے ذریعہ دوسرے شخص کے ساتھ کرادی، اب سوال یہ ہے

(۱) پہلا نکاح درست تھا یا نہیں؟ (۲) دوسرا نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟......

﴿۱﴾ قال القاضي القضاة محمد بن الحسيني: لو ادعى النكاح بمحضر من الشهود لابد وان يذكر سماع الشهود كلام المتعاقدين اذ العلماء اختلفوا في ان سماع الشهود كلامهما هل هو شرط والاصح انه شرط فلا بد من ذكره لتصح الدعوى.

(الفتاویٰ انقروية ۲: ۱۱۴ العاشر في دعوى النكاح وفساده)

وقال: واذا ادعت المرأة على رجل نكاحا فجحد فاقامت البينة يقضى لها ولا يفسد النكاح بجحوده. (فتاویٰ انقروية ۱: ۳۷ الباب الثاني في الوكالة في النكاح والفضولي)

(۳) اگر پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا مردود ہے تو دوسرے نکاح کے حق مہر وغیرہ کا کیا ہوگا؟

(۴) لڑکی کے والد کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے میں نے صحیح کام کیا ہے۔

(۵) اس دوسرے ناکح کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اسے معلوم تھا کہ یہ منکوحہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بخشش الٰہی کیمل پور اٹک......۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: (۱) اگر گواہوں کے روبرو اسی مجلس میں قبول بھی ہوا ہو تو پہلا نکاح بلاشک وشبہ درست ہے لوجود الرکن والشرط ﴿۱﴾۔

(۲) اگر پہلا نکاح باقی ہو اور بوساطت طلاق یا باقاعدہ تنسیخ حاکم کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو تو دوسرا نکاح مردود ہے ﴿۲﴾۔

(۳) چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہۃ العقد کی وجہ سے حد ساقط ہے لہٰذا مال اس پر واجب ہوگا ﴿۳﴾۔

(۴) بشرط بقا نکاح اول یہ شخص (والد) فاسق ہے بشرطیکہ مستحل نہ ہو ورنہ کافر ہے۔

(۵) اگر مستحل نہ ہو تو فاسق ہے ورنہ کافر ہے بشرطیکہ نکاح اول باقی ہو ﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلي: ورکنه الایجاب والقبول ...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بخضور رجلین او رجل وامرأتین فالشهود شرط لقوله علیه السلام لانکاح الا بشهود. (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفي الهندیة: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر)

﴿۳﴾ قال في الشامیة: وفي الخانیة لو تزوج محرمه لاحد علیه عند الامام وعلیه مهر مثلها بالغا مابلغ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۸۱ مطلب في النکاح الفاسد)

﴿۴﴾ قال الملا علي قاري: ان استحلال المعصیة ....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نکاح بر نکاح حرام اور خطبہ پر خطبہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی ہمشیرہ کا رشتہ قرآن پاک کے عہد سے دیا اور مہر میں پانچ کنال زمین ہمشیرہ کی اجازت سے لی، اب اس شخص کے چھوٹے بھائی نے اس لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا، اب کونسا نکاح باقی ہے اور کونسا باطل؟ بینوا توجروا

المستفتی: قمر علی کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: اگر پہلے خاطب کے ساتھ باقاعدہ نکاح کا عقد کیا گیا ہو تو دوسری جگہ نکاح کرانا حرام ہوگا، قال الله تعالیٰ (والمحصنت من النساء)﴿۱﴾ اور اگر نکاح نہ ہوا ہو تو دوسری جگہ نکاح کرانا مکروہ تحریمی ہوگا لحدیث لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه﴿۲﴾ وفی الخیریة علی

(بقیہ حاشیہ)صغیرة کانت او کبیرة کفر، اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر بان یعدها هینة سهلة ویرتکبها من غیر مبالاة بها ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها.

(شرح فقه الاکبر للقاری ۱۵۲ ومنها استحلال المعصیة)

﴿۱﴾(سورة النساء پارہ:۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ رواه البخاری فی کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع (حدیث رقم :۵۱۴۴) ومسلم فی باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها فی النکاح (حدیث رقم ۱۴۰۸) وفی باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یأذن او یترک (۱۴۱۳) وابوداؤد فی باب کراهة ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲۰۸۰) والترمذی فی باب ماجاء ان لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۱۳۴) والنسائی فی باب النهی ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲:۷۱) وابن ماجة فی باب لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۸۶۷) ومالک فی باب لا یخطب علی خطبة اخیه(۲:۵۲۳) واحمد فی مسنده (۲:۴۲)

هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۴۱ قال فی الذخیرة کما نهی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نهی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیه حد مقرر یعزر وکما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصیة فیعزر المجیب القادر علی المنع﴿۱﴾. وهو الموفق

ہمارے عرف میں ''دے دی'' الفاظ کنائی اور نکاح وخطبہ دونوں کے محتمل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے پوتے سے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کے بیٹے واقف خان کو دے دی، اس مجلس میں ان کے بیٹے بھی موجود تھے جبکہ لڑکی کا والد بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ دادا نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ باقی رشتہ دار بھی موجود تھے اور سب نے کہا تھا کہ بہت اچھا اور ایک دوسرے کو مبارکبادی دے دی، اس طریقہ سے عند الشرع نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل مست خان مانکی صوابی......۱۹۶۹ء/۱/۸

الجواب: اگر دادا کی مراد نکاح ہو کہ یہ لڑکی بغیر طلاق وغیرہ کے اور کسی کو نہیں دی جائے گی اور یہ لڑکی مہر مثل کی مستحقہ ہوگی، اور دادا نے اپنی مراد پر گواہوں کو خبردار کیا تھا یا دیگر قرائن نکاح موجود تھے تو اس صورت میں یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں داخل ہوئی ہے، اور اگر دادا کی مراد اور مقصد یہ تھا کہ اس لڑکی کو میں نے اس لڑکے کے نام کر دیا ہے اور اس کیلئے متعین کیا ہے تاکہ دیگر کوئی رشتہ دار وغیرہ اس کے طمع اور امید میں نہ رہے، تو اس صورت میں یہ نکاح نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ''دے دی'' الفاظ کنایات سے ہے اور نکاح وخطبہ دونوں کا محتمل ہے پس بغیر ان شرائط کے اس لفظ سے انعقاد نکاح نہیں ہوسکتا ہے، فی الدر المختار:

﴿۱﴾ (الفتاویٰ الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۴۱ کتاب النکاح)

وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک عین﴿۱﴾ وقال الشامی فی ردالمحتار ۲: ۲۷۰ هذا حاصل ما فی الفتح وملخصه: انه لا بد فی کنایات النکاح من النیة قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد واعلامهم به انتهیٰ﴿۲﴾ ویدل علی کونه محتملا ما فی الهندیة ۱: ۲۸۸ وفی مجموع النوازل عن الشیخ الامام نجم الدین النسفی ان فی قوله "دختر خویش مراده" لا بد ان یقول "بزنی" ویقول الآخر "بزنی دادم" فاما بدون ذلک فلا ینعقد النکاح عند بعض المشائخ وعند بعضهم ینعقد فلا بد من هذه الزیادة لتصیر المسئلة متفقا علیها کذا فی المحیط انتهیٰ﴿۳﴾ نیز ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلانہ فلاں کو دی گئی ہے لیکن نکاح نہیں ہوا ہے۔ وهو الموفق

خطبہ و وعدہ میں ایک کا نام لیا اور نکاح میں دوسری کا نام......؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی دینے کا وعدہ کیا اور دوسری جانب لڑکا بھی نابالغ تھا، اور دونوں کو منظور تھا لیکن جب نکاح روبروئے گواہان پڑھایا گیا تو لڑکی کے والد نے بڑی نابالغہ لڑکی کا نام لیا اور لڑکے کے والد نے بھی اپنے بڑے لڑکے کیلئے منظور کیا کیونکہ وہ بھی نابالغ تھا اس بات کی سمجھ دوسرے دن آ گئی اب سوال یہ ہے کہ اس بڑی نابالغہ لڑکی کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں اشتیاق احمد تلہ گنگ چکوال......۲۲/شعبان ۱۴۰۸ھ

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۹۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹۲ قبیل مطلب هل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۱ الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا)

الجواب: جس لڑکی کا نام لیا گیا ہے اس کے ساتھ نکاح منعقد ہو چکا ہے (ہندیہ ۱:۲۸۷)﴿۱﴾۔وھو الموفق

نکاح میں دلہن کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت دلہن کے نام کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لیا گیا کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعد اللہ جلبی صوابی.....۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: بہ شرط صدق وثبوت اگر اس عقد سے قبل یا بعد صحیح نام پر عقد نکاح نہیں ہوا ہو تو یہ عقد کالعدم اور واجب الاعادہ ہے، کما فی شرح التنویر : وکذا لو غلط فی اسم بنته (ھامش ردالمحتار ۲:۳۷۸)﴿۲﴾ قلت: والعقد علی ام المخطوبة لم یصح لعدم الاصالة و لا الوکالة ولعدم الاجازة. فافهم

نکاح میں آدھا نام صحیح لیا اور آدھا غلط نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے نانا جو وکیل نکاح تھا بندھوایا لڑکی کا اصلی نام جمال بانو ہے اور نانا صاحب واحد شخص ہے کہ اسے جمال آرا کے نام سے پکارتے ہیں، اور خود لڑکی اور والدین جمال آرا کے نام سے انکار کرتے ہیں، بوقت نکاح جمال آرا ہی لکھوایا، اب یہ

﴿۱﴾ وفی الهندیة: ولو کان لرجل بنتان کبریٰ اسمها عائشة وصغریٰ اسمهافاطمة واراد یزوج الکبریٰ وعقد باسم فاطمة ینعقد علی الصغریٰ.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۰ قبیل الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا)

﴿۲﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۲۹۸ قبیل فصل فی المحرمات)

نکاح دوبارہ کیا جائے گا یا نہیں؟ اور اگر پہلا نکاح شرعی منعقد نہیں ہوا تو گناہ کس کا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: عبدالاحد میاں مردان ۱۹۷۲ء/ ۸/۲۴

الجواب: اگر یہ لڑکی ''جمالہ'' نام سے مشہور ہو اور اختلاف تمہ میں ہو تو جزمی طور سے فساد نکاح کا فیصلہ کرنا درست نہیں البتہ احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے، اور اگر یہ لڑکی جمال بانو کے نام سے مشہور ہو اور نانا غلط فہمی میں مبتلا ہو تو نکاح اول کالعدم ہے اور عقد ثانی ضروری ہے (لعدم رفع الجهالة)﴿۱﴾ اور لاعلمی کی وجہ سے فساد سے گناہ نہیں ہے۔ وهو الموفق

لے پالک لڑکی کے نکاح میں والد کے نام لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی زیب النساء کو پیدائش کے دس دن بعد کسی نے لے لی، اور اسے پالا، لڑکی کے اصل والد کا نام اسلام اور والدہ کا نام خدیجہ تھا، پالنے

﴿۱﴾ وفي الهندية: جارية سميت في صغرها باسم فلما كبرت سميت باسم آخر قال تزوج باسمها الاخر اذا صارت معروفة باسمها الآخر والاصح عندي ان يجمع بين الاسمين كذافي الظهيرية رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل زوجت منک ابنتي عائشة ولم تقع الاشارة الى شخصها ذكر في فتاوىٰ الفضلي انه لا ينعقد ال[illegible] الخ.
(فتاوىٰ عالمگيريه ۱ : ۲۷۰ قبيل الباب الثاني فيما ينعقد به [illegible])

وقال العلامة الافندي: وظاهره انها لو جرت الـ[illegible]مقدمات [illegible] مقدمات الخطبة على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوىٰ لان المقصود نفي الجهالة وذلک حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وان لم يصرح باسمها كما اذا كانت احداهما متزوجة ويؤيده ماسيأتي من انها لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها كفى ذكر اسمها والا لا بد من ذكر الاب والجد.
(ردالمحتار ۲: ۳٦٧ كتاب النكاح قوله ولا المنكوحة مجهولة)

والے کا نام ہاشم ہے، جب لڑکی بیس سال کی ہوگئی تو نکاح کے وقت اصل والد کے بجائے پالنے والے کا نام ہاشم لیا گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: نور محمد گلبرک: ۲ پشاور......۲۸/ شعبان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ لڑکی اس مجلس میں موجود نہ تھی تو یہ نکاح درست نہیں ہے﴿۱﴾ کما فی فتاویٰ قاضی خان: امرأة وكلت رجلا بان يزوجها فزوجها وغلط في اسم ابيها لا ينعقد النكاح اذا كانت غائبة (هامش الهندية ۱: ۳۲۴)﴿۲﴾،﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين: لو كانت غائبة وزوجها وكيلها فان عرفها الشهود علموا انه ارادها كفى ذكر اسمها والا لابد من ذكر الاب والجد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۶۷ كتاب النكاح ولا المنكوحة مجهولة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية ۱: ۳۲۴ الفصل الاول فيما يتعلق به انعقاد)

﴿۳﴾فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: سوال: بوقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتلایا، حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی، گواہوں میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہیں بکر کی ہے اور ناکح کو مطلقا علم نہ تھا، کیا حکم ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب: چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے اس لئے نکاح صحیح ہوگیا، جیسا کہ شامی میں ہے: ولا المنكوحة کی شرح میں لکھا ہے: فلو زوج بنته منه وله بنتان لا يصح الا اذا كانت احدهما متزوجة فينصرف الى الفارغة الخ وفي معناه ما اذا كانت احداهما محرمة عليه قلت وظاهره انها لو جرت مقدمات الخطبة على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوىٰ لان المقصود نفي الجهالة وذلك حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود الخ. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۱۶)

تیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: جانی پہچانی عورتوں کے باپ کے نام بدل بھی جائیں تو نکاح ہوجاتا ہے، سوال: ایک لڑکی کا باپ مرگیا اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوہ کا ایجاب وقبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد عورت ہے زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا

(بقیہ حاشیہ) نکاح کرلیا اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلی باپ کی اجازت سے ہوا اور بوقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا نام لیا گیا، پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگیا اگر چہ درمختار کی ایک عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، وہ عبارت یہ ہے: غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصح للجهالة الخ، اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے: قوله لم یصح لان الغائبة یشترط ذکر اسمها واسم ابیها وجدها وتقدم انه اذا عرفها الشهود یکفی ذکر اسمها فقط خلافا لابن الفضل وعند الخصاف یکفی مطلقا والظاهر انه فی مسئلتنا لا یصح عند الکل لان ذکر الاسم وحده لایصرفها عن المراد الی غیره بخلاف ذکر الاسم منسوبا الی اب آخر فان فاطمة بنت احمد لا تصدق علی فاطمة بنت محمد تامل وکذا یقال فیما لو غلط فی اسمها الخ. لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو درمختار کے اس قول للجهالة سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے، دوسرے درمختار کا مسئلہ بصورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا، اور صورت مسئلہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ بربناء علی المعروف والشهرة ایسا کیا گیا ہے، کیونکہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے، غرض جو رفع جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے کیونکہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعرف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے اور مقصود اصلی رفع جہالت ہی ہے جیسا کہ شامی میں درمختار کے اس قول ولا المنکوحة مجهولة کے تحت میں ہے: قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات علی معینة وتمیزت عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتوی ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب وقبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لئے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آکر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لیکر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے، ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے ایجاب وقبول ہوا ہے حالانکہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف ورواج میں اس قسم کے ایجاب وقبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا، اب اگر خدانخواستہ اسی رسمی ایجاب وقبول کے بعد خاطب مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل ومقاتلہ تک پہنچتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے یا زید کی منکوحہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد میمن دارالتوحید شہداد پور سانگھڑ ..... ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: اگر یہ ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے روبرو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے، خطبہ نہیں ہے، **فی الدر المختار : وینعقد ملتبسا بایجاب من احدهما وقبول الخ وفیه ایضا وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة القرض والهبة والصدقة والنکاح الخ. وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) لان المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود وان لم یصرح باسمها کما اذا کانت احداهما متزوجة ویؤیده ماسیأتی من انها لو کانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود وعلمه انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لابد من ذکر الاب والجد ایضا الخ شامی الحاصل صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۲۳)

فتاویٰ فریدیہ اور فتاویٰ دیوبند کے ان فتاویٰ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر فی الواقع نہیں کیونکہ فتاویٰ فریدیہ کا فتویٰ محمول ہے مجہولہ پر اور فتاویٰ دیوبند کا فتویٰ محمول ہے معروفہ ومشہورہ اور جانی پہچانی پر ..... (سیف اللہ حقانی)

عورت کے قول ''کہ میں طلاق یافتہ ہوں'' پر اعتماد کر کے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک منکوحہ عورت نے کسی شخص کو کہا کہ میں طلاق یافتہ ہوں اور زوج اول نے مجھے طلاق دی ہے کیا عورت کے زبانی قول پر اس کے ساتھ نکاح درست ہے؟ کیا اس میں مولوی صاحب نکاح خواں اور گواہ یکساں مجرم ہیں؟ ان لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید محمد صابر شاہ ضلع بنوں...... ۱۹۶۹ء/۱/۲۰

الجواب: چونکہ نکاح خواں اور گواہوں نے عورت کے قول پر اعتماد کیا ہے اور دیدہ دانستہ یہ عقد اور گواہ ہونا نہیں کیا ہے لہٰذا یہ مولوی صاحب اور گواہ مجرم نہیں ہیں، بے شک یہ ناکح مجرم ہے اگر اس سے دیدہ دانستہ عقد کیا ہو، وفی الهداية (۴: ۴۷۳): وكذا لو قالت لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس ان يتزوجها ﴿۱﴾. اور کسی مسلمان کو نماز اور مسجد سے منع کرنا جائز نہیں ہے، بدليل قصة الثلاثة الذين خلفوا ﴿۲﴾، ان کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هداية ۴: ۴۶۹ كتاب الكراهية فصل في البيع)

﴿۲﴾ قال كعب بن مالك...... ونهى رسول الله ﷺ المسلمين عن كلامنا ايها الثلاثة من بين من تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغيروا لنا حتى تنكرت في نفسي الارض فما هي التي اعرف فلبثنا على ذلك خمسين ليلة فاما صاحباى فاستكانا وقعدا في بيوتهما يبكيان واما انا فكنت اشب القوم واجلدهم فكنت اخرج فاشهد الصلوة مع المسلمين واطوف في الاسواق ولا يكلمني احد واتي رسول الله ﷺ فاسلم عليه وهو في مجلسه بعد الصلوة فاقول في نفسي هل حرك شفتيه برد السلام على ام لا ثم اصلي قريبا منه فاسارقه النظر فاذا اقبلت على صلاتي اقبل الي واذا التفت نحوه اعرض عني الخ.

(صحيح البخاری ۲: ۶۳۵ باب حديث كعب بن مالك كتاب المغازی)

شادی کرنے کیلئے والد سے مکان لینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں والدین بھی زندہ ہیں، تین بھائیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں میں سب سے چھوٹا اور غیر شادی شدہ ہوں اب میں کہتا ہوں کہ میری شادی کرکے گھر میں جو حصہ بنتا ہے دے دیں، اور اگر آپ میری شادی نہیں کراتے تو سارا مکان مجھے دے دیں جبکہ والد صاحب گھر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحیم کلاڈیر سوات

الجواب: آپ کا والدین یا برادران پر شادی کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ آپ کسی چیز کے خرید وفروخت سے والد کو منع کرسکتے ہیں وہ مالک ہے البتہ اگر والد وغیرہ بطور احسان ومروت کچھ کریں تو منع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ایک جگہ خطبہ منظور کرکے پھر دوسری جگہ دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی زید نے سب سے پہلے اپنی لڑکی کا رشتہ زبانی وعدہ کرکے دیا، اس کے بعد دوسری جگہ پوری شرائط کے ساتھ بحکم شریعت وعدہ کیا اور موجود جرگہ اور لڑکی نے خود اپنے والد کو قرآن مجید کا واسطہ دیا کہ میرا رشتہ یہاں پر ہی دے دیں اور نقدی روپیہ بھی لے کر وعدہ کیا کہ فلاں دن رشتہ دیدیں گے ہم لوگ اس دن کے انتظار میں تھے کہ انہوں نے فوری

﴿۱﴾ یدل علیه مافی الدر المختار قال العلامة الحصكفي: ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغني فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لامن مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه على المعقد كما في النفقة فانه لا يؤخذ بها الا اذا ضمن .

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲/ ۳۸۷ قبيل مطلب في منع الزوجة نفسها)

طور پر تیسری جگہ رشتہ دے دیا، اب اس آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید صابر حسین کوہالہ.....۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زید ارتکاب حرام کی وجہ سے لائق تعزیر ہے، کما فی الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ وکما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصیة فیعزر المجیب الیها القادر علی المنع ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا گیا تھا کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفر آباد

الجواب: اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے ﴿۲﴾ اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح.....

﴿۱﴾ قال العلامة خیر الدین المنیف: سئل فی رجل خطب من آخر بنته البالغة العاقلة وسمی المهر وقبل الاب ورکن قلبها الی الخاطب واحضر المهر ومابقی الا العقد فرجع الاب لطروخاطب عالم بخطبة الاول فما الحکم الشرعی فی ذلک، اجاب المصرح فی کتب الحنفیه وغیرهم حرمة الخطبة علی خطبة الغیر قال فی الذخیرة کما نهی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نهی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیه حد مقدر یعزرو کما تحرم الخطبة الخ.

(الفتاویٰ الخیریة علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الفقیه ابو اللیث السمرقندی: ورکن (النکاح) الایجاب والقبول وحکمه الاثر الثابت بالعقد وانما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة. (فتاویٰ النوازل ۱۶۰ کتاب النکاح)

......فسخ کرسکتی ہے﴿۱﴾تو خطبہ بطریق اولیٰ کالعدم کرسکتی ہے پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔وھو الموفق

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوجوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چونکہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں میرے لئے زندگی گزارنا مشکل ہے،اس لئے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے صرف وعدہ ہوا ہے میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں کیا گیا تو شائد کہ میں خودکشی پر امادہ ہو جاؤں جو کہ حرام موت ہے،اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی:ن،ت،ج،بکوٹ ایبٹ آباد......۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: اگر آپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں، **فی الھندیۃ ۱:۳۰۵ ولایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا﴿۲﴾.** وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ولھما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء ای للصغیر والصغیرۃ اذا بلغا وقد زوجا ان یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر اب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقۃ.

(البحر الرائق ۳:۱۲۰ باب الاولیاء والاکفاء)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

بغیر مجبوری کے خطبہ کا عہد ایفاء نہ کرنے سے گناہ لازم آتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی شہباز کے لڑکے کیلئے نامزد کی مٹھائی بھی تقسیم کی گئی عام لوگ بھی خبردار ہوئے کہ فلاں نے اپنی لڑکی فلاں کو دیدی، لیکن نکاح نہیں پڑھا گیا، اب وہ شخص لڑکی دینے سے انکاری ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: زیارت گل کتوزی شبقدر پشاور......۱۸/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لعدم تحقق الایجاب والقبول فی حضور الشهداء ظاهراً ﴿۱﴾ پس یہ شخص مجبوری کی صورت میں ایفاء نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوتا اور بغیر کسی مجبوری کے گنہگار ہے ﴿۲﴾ ویدل علی عدم کون الخطبة نکاحا ما قال القاری ایضا:

﴿۱﴾ قال الامام شمس الدین محمد الخراسانی القهستانی: النکاح ینعقد بایجاب...... وقبول...... لفظهما ماض...... او امر...... وماض...... وشرط لصحة النکاح سماع کل منهما ای المتعاقدین لفظ الآخر وشرط ایضا حضور شاهدین حرین عند العقد الخ.

(جامع الرموز ۱: ۴۴۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشیخ العلامة زینة المحدثین مولانا نصیر الدین الغرغوشتوی: الوعد الاخبار بایصال الخیر فی المستقبل فاذا اخبر انسان بانه یهب احدا او یتصدق علیه او یکرمه او غیر ذلک فهل یجب الوفاء به فیه اختلاف قال طائفة قلیلة یجب الوفاء بالوعد استدلالا بظاهر الحدیث وذهب الجمهور منهم ابوحنیفة والشافعی الی انه یستحب الوفاء بالوعد استحبابا مؤکدا ویکره خلافه کراهة تنزیهیة لا تحریم ویحمل الحدیث عندهم علی العزم علی الاخلاف حال الوعد فانه لا شک فی حرمته...... اقول ویؤیده ایضا حدیث زید بن ارقم عن النبی ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نیته ان یفی له فلم یف ولم یجیء للمیعاد فلا اثم علیه رواه ابوداؤد والترمذی.

(حاشیة الغورغشتویة علی المشکوٰة ۱: ۱۸ باب الکبائر وعلامات النفاق)

وهو ما نصه لكن ان تزوج الثاني تلك المرأة بغير اذن الاول صح النكاح ولكن ياثم.
(مرقاة ۶: ۲۱۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

منگنی کے بعد انکار مخالفت وعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمرو نے نابالغ دختران کے رشتے ایک دوسرے کے لڑکوں کیلئے دینے کا وعدہ اور اقرار کیا ہے اب زید اپنے وعدہ سے انکاری ہے اور رشتہ نہیں دیتا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید اعظم کوہالہ مری......۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: یہ شخص وعدہ کی مخالفت کرتا ہے اور اگر معذور شرعی نہ ہو تو اس میں شعبہ نفاق موجود ہے﴿۲﴾ کما فی الحدیث اذا وعد اخلف﴿۳﴾. وهو الموفق

ضرورت کی وجہ سے منگنی کا وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی منگنی عرصہ دو سال

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النكاح الفصل الاول)

﴿۲﴾قال العلامة المحدث امين الله في الارض مولانا نصير الدين الغورغشتوى: ان الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعي بل هو من مكارم الاخلاق بعد ان كان بنية الوفاء واما جعل الخلف في الوعد من علامات النفاق كما مر فمعناه الوعد على نية الخلف وقيل الخلف في الوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان الوفاء بالوعد ماموراً به في الشرائع السابقة ايضا. (حاشية غورغشتوية على المشكوة ۲: ۴۱۶ باب الوعد الفصل الاول)

﴿۳﴾ عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: آية المنافق ثلاث، اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان، رواه البخاري (۳۳) ومسلم (الايمان / ۵۹) وغيرهما. (بلوغ المرام ۱: ۴۸۵ باب الترهيب من مساوئ الاخلاق)

سے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی، کئی بار لڑکی کے والدین نے انہیں کہا کہ شادی کرالو لیکن تاحال ٹال مٹول کرتے رہیں، اب اس لڑکے نے ایک رشتہ دار لڑکی کو ورغلا کر کہیں لے گیا ہے، اور وہ لڑکی شادی شدہ بھی ہے علاوہ ازیں یہ لڑکا چند ماہ پہلے آیا تھا اور میری بیوی سے کہا تھا کہ چونکہ میرے والدین اس منگنی پر خوش نہیں ہیں لہٰذا میری طرف سے یہ لڑکی آزاد ہے لیکن لکھ کر نہیں دیا، اب میری لڑکی بالغ اور تعلیم یافتہ ہے اسلئے اسے گھر پر بٹھانا مناسب معلوم نہیں ہوتا نیز اب یہ لڑکی اس سے شادی کرنے سے بھی انکار کرتی ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا روپوش ہے اور اس کی والدہ اور بہنیں کہتی ہیں کہ جب وہ آ جائے فیصلہ کیا جائے گا، اب ہمارے لئے کیا راستہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زرین نوشہرہ

الجواب: واضح رہے کہ منگنی جبکہ گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو نکاح نہیں ہے ایسی عورت آزاد ہوتی ہے، لان الخطبة ليس بنكاح لعدم وجود الركن والشرط﴿۱﴾ وكما في المرقاة ۵: ۲۱۱ في حديث لا يخطب الرجل على خطبة اخيه لكن ان تزوج الثاني تلك المرأة بغير اذن الاول صح النكاح ولكن يأثم انتهى﴿۲﴾، قلت ولا اثم عند تحقيق الضرورة التي جاز عندها تطليق الحاكم اياها. وهو الموفق

خطبہ کرنے والے انکار کریں تو دوسری جگہ نکاح میں دینے کی کراہت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کیلئے

﴿۱﴾ وفي الهندية: واما ركن (النكاح) فالايجاب والقبول كذا في الكافي ..... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع.

(فتاوىٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ كتاب النكاح الباب الاول)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتيح شرح المشكوٰة ۶: ۲۱۱ باب اعلان النكاح والخطبة والشرط)

نکاح کے بارے میں صرف گفتگو اور وعدہ کیا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر اس شخص نے انکار کیا کہ ہم دوسری جگہ نکاح کرتے ہیں، کیا اب یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حفیظ اللہ کمین وزیرستان......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ اس قسم کے معاملہ کو خطبہ کہا جاتا ہے یہ نکاح نہیں ہے نکاح بغیر ایجاب وقبول اور گواہوں کے منعقد نہیں ہو سکتا، فی تنقیح الفتاویٰ ۱ : ۳۱ لا تکون الخطبة واقعة موقع النکاح اصلا﴿۱﴾ وفی المرقاة ۶ : ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم انتھیٰ﴿۲﴾ قلت ولا اثم فی ھذه الصورة المسئولة لوجود الترک وقال النبی ﷺ لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یترک﴿۳﴾ پس بہر حال لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے. وھو الموفق

خطبہ کی وصیت کی خلاف ورزی اور دوسری جگہ نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنی نابالغہ بچی کے متعلق بچی کے تایا کو وصیت کی کہ میں اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے کے ساگ میں دیتا ہوں اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، اب لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی ہے اور وہاں پر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کراتی ہے ابھی لڑکی نابالغہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ محمد یوسف سبزی منڈی کیملپور......۱۹۷۲ء/۷/۱۵

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱ : ۳۱ قبیل فوائد ذکرھا المؤلف مفرقة)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکوٰة ۶ : ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۳﴾ (مشکوٰة المصابیح ۲ : ۲۷۱ کتاب النکاح باب اعلان النکاح)

الجواب: چونکہ صورت مذکورہ میں ایجاب وقبول موجودنہیں ہے﴿۱﴾لہٰذا اس لڑکی کودوسری جگہ نکاح میں دینادرست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ وصیت پوری کی جائے۔ وھو الموفق

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کراتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ......۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: جوشخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو مثلاً تو یہ شخص اس لڑکی یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہدے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلانہ کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلانہ کو فلاں کے نکاح میں دیدیا خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنادے یا نہ سنادے، نکاح منعقد ہوگا، (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی ۲:۳۶۴)﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: واما(النکاح) فی الشرع فعبارة عن وجود رکن العقد مع شروطه امارکنه فهو الایجاب والقبول من الزوجین وهما لفظان یعبر بهما عن الماضی او یعبر باحدهما عن الماضی والاخر عن المستقبل.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۷۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بل غائب) الظاهر ان المراد به الغائب عن المجلس وان کان حاضرا فی البلد......وصورته ان یکتب الیها یخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه او تقول ان فلانا کتب الی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لا ینعقد لان سماع الشطرین شرط صحة النکاح وباسماعهم الکتاب...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منکیتر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ فروری ۱۹۵۶ص ۳۱ کے آخر میں بشکل سوال وجواب درج ہے، سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط وکتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے: ہوسکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنا دے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے، ینعقد بکتابه..... غائب شرط اعلام الشهود كما في الكتاب (درمختار ۱۸۰) التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) وصحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

المستفتی: شیر محمد قریشی کہوٹہ راولپنڈی......۱۹۷۲ء/۴/۱۲

الجواب: مکمل عبارت یہ ہے: ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب مالم يكن بلفظ الامر فيتولى الطرفين فتح (هامش ردالمحتار ۲: ۳۶۴)﴿۱﴾ یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط وکتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے بلکہ صرف

(بقيه حاشيه) او التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفى هذا اي الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسك مني لا يشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفي الخلاف في صورة الامر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين اما على قول من جعل لفظة الامر ايجابا كقاضي خان على ما نقلناه عنه فيجب اعلامها اياهم ما في الكتاب. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۸ مطلب التزوج بارسال كتاب)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۸ كتاب النكاح)

غائب شخص کا نکاح بذریعہ خط وکتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا مثلا میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو، تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہدے کہ میں نے مثلا فلانہ کو نکاح میں قبول کیا۔وهو الموفق

مفقود الخبر منگیتر کی مخطوبہ کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی لڑکی کی عمرو کے لڑکے کے ساتھ منگنی ہوگئی تھی، منگنی کی کئی رات رواج کے مطابق لوگ جمع ہو گئے تھے کھانا وغیرہ تقسیم ہوا تھا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا تھا اب عمرو کا لڑکا بارہ سال سے لاپتہ ہے کافی کوششوں کے بعد بھی پتہ نہیں چل سکا اب زید کی بیٹی بالغہ ہوچکی ہے کیا وہ دوسرے شخص کے نکاح میں دی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسافر شاہ کتوزئی چارسدہ......۱۹۷۷ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ "منگنی" نکاح نہیں ہے لعدم الرکن والشرط﴿۱﴾ ویدل علیہ مافی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یاثم ﴿۲﴾. پس صورت مسئولہ میں اس لڑکی کا دوسری جگہ عقد نکاح کرنا جائز اور نافذ ہے، اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں جب منکوحہ کیلئے تنسیخ نکاح کرنا جائز ہے تو مخطوبہ کیلئے (دوسری جگہ) نکاح کا اقدام بطریق اولی جائز ہوگا۔وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول...... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین...... ان الشهادة شرط فی باب النکاح لقوله علیه السلام لانکاح الا بشهود. (هدایه ۲: ۳۰۵،۳۰۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب وقبول اور خطبہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں ان میں کچھ تنازعہ چلا آرہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چنانچہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماۃ گل مکئی جو کہ نابالغہ تھی اس کا وکیل ومختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کیلئے لوں گا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے چنانچہ زید نے تین دفعہ اختیار دے دیا یعنی یہ ایجاب وقبول تین دفعہ ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب وقبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحیٔ بٹل ہزارہ.....۱۲/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ تین دفعہ ایجاب وقبول توکیل کیلئے ہوا ہے اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جس ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے لہٰذا یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا، کما فی المرقاۃ ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأۃ بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم﴿۱﴾. وهو الموفق

کیا رسم سورہ میں لڑکی دے کر نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء اور مشران قوم دشمنوں

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۲: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

کے درمیان صلح کرتے ہیں مثلاً کہیں قتل ہوا ہو خواہ عمداً ہو یا خطاء، تو صلح میں قاتل کی بیٹی یا بہن خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ وہ مقتول کے گھر والوں میں سے ایک کو نکاح پر دی جاتی ہے تاکہ رشتہ داری قائم ہو کر دلی صلح ہو جائے، اسے رسم سورہ کہا جاتا ہے اس رسم میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ......۳۰/صفر۱۴۰۲ھ

الجواب: لا ضير في هذا النوع من النكاح لان سد باب الفتنة مصلحة عظيمة﴿۱﴾ وليس هذا نكاح الشغار لوجود الامهارفيه دون نكاح الشغار ولان نكاح الشغار منهي مادام كان شغاراو الامر ان نكاح الشغار يلزم فيه مهر المثل فينقلب الى النكاح الشرعي﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ رسم سورہ کی صورت میں دو باتیں عموماً پیش آتی ہے ایک وہ جو سوال میں ذکر ہے کہ پھر دلی محبت اور رشتہ داری قائم ہو کر دشمنی ختم ہو جاتی ہے اور اقارب و رشتہ داروں کی طرح رہتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہ بعض علاقوں میں سورہ کی آڑ میں انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیا جاتا ہے اور اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے پس جن علاقوں میں رسم سورہ سے مصلحت اور صلح و صفائی حاصل ہو تو پھر یہ لاباس بہ ہے اور دوسری صورت میں کہ لڑکی کو دشمنی کے بھینٹ چڑھایا جائے اور لڑکی کو آگ میں دھکیل کر خود کو آرام سے بیٹھ جائے تو پھر یہ رسم سورہ ظلم کی ایک قسم ہوگی اور جائز نہ ہوگی اور نکاح کا جو معاملہ ہے پس اگر نکاح کے شرعی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو دونوں صورتوں میں نکاح بہر حال جائز رہے گا، البتہ عاقلہ بالغہ پر جبر نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے۔......(از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ووجب مهر المثل في الشغار ان يزوجه بنته على ان يزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدين وهو منهي عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۶۱ مطلب نكاح الشغار)

رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک خاص برادری شادی کے موقع پر اپنی بچیوں کا نکاح رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر پڑھاتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحمٰن خطیب کوٹ نجیب اللہ ہزارہ......۱۳/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنا خلاف سنت، خلاف تعامل سلف اور خلاف تعامل امت ہے، البتہ ممنوع یا حرام نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہئے بندہ کو اب یہ فکر لاحق ہوئی ہے کہ ابھی تک میں نے یہ کام نہیں کیا ہے لہٰذا مسئلہ کی وضاحت چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ

الجواب: تجدید نکاح کوئی ضروری امر نہیں ہے البتہ مستحب ہے، کمافی ردالمحتار ۱: ۳۹ والاحتیاط ان یجدد الجاھل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرء ته عند شاھدین فی کل شھر مرة او مرتین ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ یدل علیه ما فی الدرالمختار: ولذا ستحسنوا التجدید عند الزفاف.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۲۵ باب الولی)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۱: ۳۲ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین)

ہر مہینہ تجدید نکاح اور عام آدمی سے تجدید کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عام شخص تجدید نکاح کیلئے شوہر بیوی سے ایجاب وقبول کراتا ہے کیا یہ درست ہے؟ نیز شریعت میں کتنے دنوں کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صالح مسعود اسلام آباد سیکٹریٹ......۱۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ تجدید درست اور موافق شریعت ہے اور تجدید نکاح ہر ماہ یا نصف ماہ میں جائز ہے، کما فی ردالمحتار ۱: ۳۹ ویجدد نکاح امرء ته عند شاهدين فی كل شهر مرة او مرتين اذا لخطأ وان لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير ﴿۱﴾. وهو الموفق

معشوقہ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں ملنے کی دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چچازاد بہن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا معشوقہ ہے لیکن باوجود کوششوں کے نکاح نہ ہو سکا اب اگر زید یہ دعا کرے کہ آخرت میں مجھے یہ چچازاد بہن مل جائے تو اس دعا کے مانگنے پر وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن نوشہرہ......۲۹/۱۲/۱۹۸۵ء

الجواب: یہ سوال نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، مسلمان کیلئے قطعاً یہ مناسب نہیں ہے کہ حالت نزع، عذاب قبر، عذاب حشر اور عذاب جہنم سے غافل ہو کر خواہش نفس کا متمنی ہو جائے ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱، ۳۲ قبل مطلب فی فرض الكفاية وفرض العين)

﴿۲﴾ قال لله تبارك وتعالىٰ: من كان يريد حرث الآخرة نزدله فی حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وماله فی الآخرة من نصيب.

(سورة الشوریٰ آیت: ۲۰ پاره: ۲۵)

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے نکاح مہر اور گواہوں کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس مقام میں کس نے کیا، اور گواہ کون بنے تھے اور مہر کیا مقرر ہوا تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فریق اللہ صالح

الجواب: (۱) اس کے متعلق وحی (قرآن وحدیث) میں تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا تھا جیسا کہ ہمیں روبروئے گواہان ایجاب وقبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔

(۲) مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پر درود شریف بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا تھا کما فی الصاوی ﴿۱﴾ وغیرہ ﴿۲﴾ فلیراجع. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الفقير احمد الصاوى المالكى: وقد خلقت بعد دخول الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان يمديده اليها فقالت له الملائكة مه ياآدم حتى تؤدى مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ ولا يقال ان شرط الصداق عود منفعته للزوجة لاننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر وانما هو ليظهر قدر محمد لآدم من اول قدم اذ لولاه ما تمتع بزوجة فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم.

(حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ۱: ۶۲ تحت الآيت اسكن انت وزوجک الجنة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد ابن احمد بن اياس الحنفي: فلما نزل آدم عن المنبر جلس بين الملائكة فالقى الله عليه النوم لان فيه راحة للبدن فلما نام رأى حواء في منامه قبل ان تخلق فمال اليها حين نظرها ثم اخرجها من ضلعه الايسر فخلقت منه حواء على هيئته وان الله خلقها واعطاها حسن الف حورية فكانت احسن النساء اللآتى من بناتها الى يوم القيامة وكان لها سبع مأة ضفيرة من الشعر فكانت على طول...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ)آدم والبسها الله من الجنة الحلی والحلل فکانت تشرق اشراقا ابهی من الشمس فانتبه آدم من منامه فوجدها بجانبه فاعجبته والقی الشهوة فی آدم فهم بها فقیل له لاتفعل حتی تؤدی صداقها فقال وما صداقها قال نهیتک عن شجرة الحنطة فلا تأکل منها فهو صداقها وقیل ان الله قال اعطها صداقا، قال وما صداقها قال الصلواة علی نبی وحبیبی محمد، فقال آدم یارب ومایکون محمد، قال انه من اولادک وهو آخر الانبیاء ولولاه ما خلقت خلقا...... ثم زوج الله تعالیٰ آدم بحواء وکان ذلک یوم الجمعة بعد الزوال ولهذا سن عقد التزوج فی یوم الجمعة الخ.

(بدائع الزهور فی وقائع الدهور ۳۵،۳٦ ذکر قصة آدم علیه السلام)

...... : قال اللّٰه تعالیٰ : ......
حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم
واخوٰتکم وعمٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ
وبنٰت الاخت وامھٰتکم الّٰتی ارضعنکم واخواتکم
من الرضاعة وامھٰت نسآئکم وربائبکم الّٰتی فی حجورکم
من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن
فلا جناح علیکم وحلآئل ابنائکم الذین من اصلابکم
وان تجمعوا بین الاختین الا ماقد سلف،
ان اللہ کان غفورا رحیما۔
......﴿النساء:۲۳﴾......
www.ahlehaq.org

باب مایجوز
تزویجها وما لا یجوز

باب مایجوز تزویجها ومالا یجوز (المحرمات)

قانونی پابندی کے باوجود ہر شخص کو شرعاً چار بیویوں کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تقریباً آٹھ سال پہلے شادی کی ہے اولاد بھی موجود ہے اب اس شخص نے دوسری شادی کی، اگر چہ شریعت کی رو سے جائز اور درست ہے لیکن حکومتی قانون کی رو سے ناجائز ہے اور اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سے بھی اجازت نہیں لی ہے اور نہ اپنی بیوی سے اجازت لی ہے کیا یہ دوسرا نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان

الجواب: ہر شخص کیلئے شریعت میں چار بیویوں کی اجازت ہے ﴿۱﴾ خواہ پہلی بیوی اجازت دے یا نہ دے، خواہ حکومت اجازت دے یا نہ دے، بشرطیکہ حق تلفی نہ کرے، قال اللہ تعالیٰ: **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة (الآیة)** ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیة: لا یحل للرجل ان یجمع بین اکثر من اربع نسوة کذا فی محیط السرخسی. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ المحرمات بالجمع)

وقال العلامة الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لااکثر. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۱۶ قبیل مطلب لو زوج المولیٰ امته)

﴿۲﴾ قال جلال الدین السیوطی: (فانکحوا) تزوجوا ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

پہلا نکاح شرعی رجسٹر میں درج نہ ہونے کے باوجود دوسری جگہ نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عائلی قوانین سے پہلے شادی کی تھی لیکن نکاح رجسٹرار میں نکاح نہیں تھا، اب دوسرے آدمی نے اس عورت کو اغوا کر کے خود اس سے نکاح پڑھایا اور نکاح رجسٹرار کے رجسٹر میں درج کروایا، پہلے شوہر نے مرد وزن دونوں کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کردیا، عدالت نے شہادتوں کے باوجود ساتھ اس کے کہ مولوی صاحب نے بھی شہادت دی کہ یہ نکاح میں نے پہلے پڑھوایا ہے لیکن عدالت نے عورت کے بیان اور رجسٹرڈ کو ترجیح دے کر مقدمے کا فیصلہ دوسرے شوہر کے حق میں دے دیا، کیا شرعاً یہ دوسرا نکاح درست ہے؟ اگر درست نہیں تو کیا یہ دوسرا شوہر واجب القتل ہے؟ یہ عورت اور اس نکاح میں معاونین وغیرہ واجب القتل ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع کیولری لاہور......۱۹۶۹ء/۴/۱۶

الجواب: شرعی لحاظ سے منکوحہ کا دوسرا نکاح حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: والمحصنت من النساء (الآیۃ) ﴿۱﴾ اور یہ تمام کے تمام واجب التعزیر ہیں عوام کیلئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات ختم کریں اور حاکم کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مناسب سزا دے دیں، وفی الھندیۃ (۲:۱۸۷) وینقسم الی ما ھو حق اللہ وحق العبد والاول یجب علی الامام

(بقیہ حاشیہ) (ما) بمعنی من (طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع) ای اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا ولا تزیدوا علی ذلک (فان خفتم ان لاتعدلوا) فیھن بالنفقۃ والقسم (فواحدۃ) انکحوھا (او) اقتصروا علی (ماملکت ایمانکم) من الاماء اذ لیس لھن من الحقوق ما للزوجات (ذلک) ای نکاح الاربع فقط او الواحدۃ او التسری (ادنی الا تعولوا) تجوروا. (التفسیر الجلالین ۱:۷۷ سورۃ النساء آیت۳ پارہ: ۴)

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ:۵ آیت:۲۴)

ولا یحل له ترکه...... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم﴿۱﴾ وقال رسول اللهﷺ من رءی منکم منکرا فلیغیره بیده (الحدیث)﴿۲﴾. وهو الموفق

حمل کا حمل کے ساتھ نکاح شرعی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ افراد اکٹھے بیٹھے تھے پانچ افراد نے زید کو چائے پلانے کا کہا زید نے کہا کہ چائے تو کسی معاملہ طے ہونے کے بعد پلائی جاتی ہے باتوں باتوں میں زید نے کہا کہ طالب کی شادی ہوئی ہے شاید بیوی حاملہ ہوگی، طالب نے کہا کہ ہاں حاملہ ہے زید نے کہا کہ میری بیوی بھی حاملہ ہے تو سودا یہ ہوگا کہ اگر ایک کی لڑکی اور دوسرے کا لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکی لڑکے کی منکوحہ ہوگی، طالب نے بھی منظوری دے دی اور ہاں کر دیا، اس کے بعد زید نے اہل مجلس کو چائے پلا دی اور دعا کے ساتھ مجلس ختم ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کا کرنا تھا کہ زید کو لڑکا اور طالب کو لڑکی دی، زید نے کچھ مدت کے بعد کسی عالم سے پوچھا، آپ نے کہا کہ نکاح ہوا ہے لیکن طالب نے ہنسی میں ٹال دیا، اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاسم نائب قاصد ماتونگی لکی مروت......۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ محل نکاح عورت ہے﴿۳﴾ کما فی ردالمحتار ۲: ۳۵۶ ﴿۴﴾ اور

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۲﴾ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۴۳۶ باب الامر بالمعروف)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: (ومن شروطها) المحل القابل وهی المرأة التی احلها الشرع بالنکاح کذا فی النهایة. (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ قال العلامة الشامی : (قوله من امرأة) والمراد بها ..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اضافت الی المستقبل نامنظور ہےاور کالعدم ہے کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۴: ۲۳۴ ﴿۱﴾، پس یہ مذکورہ وعدہ شرعی نکاح نہیں ہوسکتا، وقد کان من امر الجاهلیة ومضی. وهو الموفق

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میں نے جن سے نکاح کیا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید رازق کوہالہ مری

الجواب: فقہاء نے انس کیلئے جن سے نکاح ناجائز کہا ہے اس سے زنا کا دروازہ کھل جائے گا، والتفصیل فی ردالمحتار فلیراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

مخطوبة الاب سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو نکاح کا

(بقیه حاشیه) المحققة انوثتها بقرینة الاحتراز عن الخنثی...... والاولیٰ ان یقال ان محلیته انثیٰ محققة من بنات آدم لیست من المحرمات الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا اضافته الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد لم یصح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۰ قبیل باب الولی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاشباه عن السراجیة لا تجوز المناکحة بین بنی آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس ومفادالمفاعلة انه لا یجوز للجنی ان یتزوج انسیة ایضا...... الاصح انه لا یصح نکاح آدمی جنیة کعکسه لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحیوانات. (ردالمحتار هامش الدرلمختار ۲: ۲۸۲ کتاب النکاح)

پیغام دیا لیکن نکاح نہیں ہوا، اب اس شخص کے فوت ہوجانے سے اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عدم پتہ......۱۹۸۵ء/۵/۲۵

الجواب: اگر باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، تو اعراض یا وفات کے بعد بیٹا اس سے نکاح کرسکتا ہے، لان العقد یتم حقیقة بالایجاب والقبول لا الخطبة﴿۱﴾ ویدل علیه ما فی الهندیة ۱:۲۸۵ وتثبت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحیح دون الفاسد فلو تزوجها نکاحا فاسدا لا تحرم علیه امها بمجرد العقد بل بالوطء﴿۲﴾. وهو الموفق

مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شخص کو اسلئے قتل کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کرلے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خورشید گنڈھیری نوشہرہ

الجواب: قتل بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے لیکن اس سے نکاح کا حرمان نہیں آتا، البتہ میراث کا حرمان آتا ہے﴿۳﴾ اس قسم کا وقوع ہابیل اور قابیل کے متعلق منقول ہے﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وینعقد النکاح ای ذلک العقد الخاص ینعقد بالایجاب والقبول حتی یتم حقیقة فی الوجود. (البحر الرائق ۳:۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: القاتل بغیر حق لا یرث من المقتول شیئا عندنا سواء قتله عمدا او خطأ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲:۴۵۴ الباب الخامس فی الموانع)

﴿۴﴾ قال العلامة عماد الدین ابن کثیر: کان لا یولد......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شاگرد کیلئے پیراور استاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیر یا استاد کی بیوی یا بہن شاگرد یا مرید کیلئے نکاح میں لانا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد ولی اللہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۰

الجواب: اجماعاجائز اور حلال ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

وکیل کا موکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یانہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموما اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہےاز روئے شریعت کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:شفیع اللہ مغلپورہ لاہور......۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) لآدم مولود الاولد معہ جاریۃ فکان یزوج غلام ھذا البطن جاریۃ ھذا البطن الآخر ویزوج جاریۃ ھذا البطن غلام ھذا البطن الآخر، حتی ولد لہ ابنان یقال لھما: ھابیل وقابیل وکان قابیل صاحب زرع وکان ھابیل صاحب ضرع وکان قابیل اکبرھما وکان لہ اخت احسن من اخت ھابیل، وان ھابیل طلب ان ینکح اخت قابیل فابی علیہ، وقال ھی اختی ولدت معی وھی احسن من اختک وانا احق ان اتزوج بھا فامرہ ابوہ ان یزوجھا ھابیل فابی وانھما قربا قربانا الی اللہ عزوجل ایھما احق بالجاریۃ...... فلما انطلق آدم قربا قربانا، وکان قابیل یفخر علیہ، فقال: انا احق بھا منک ھی اختی وانا اکبر منک وانا وصی والدی...... فاکلت قربان ھابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال: لاقتلنک حتی لا تنکح اختی فقال ھابیل انما یتقبل اللہ من المتقین۔ رواہ ابن جریر۔ (تفسیر ابن کثیر ۲: ۵۹ سورۃ المائدۃ آیت:۲۷)

﴿۱﴾ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم۔ (سورۃ النساء آیت:۲۴ پارہ:۵)

الجواب: وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے کما فی کتب الفقہ ﴿۱﴾. وهو الموفق

دینی بھائی سے نکاح اور مہر میں شریک ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی بھائی (منہ بولا بھائی) سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ بھائی مہر میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عارف ژوب ملیشا بلوچستان......۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: وکیل نکاح خواہ اسے نکاح کا باپ کہا جائے یا بھائی اسی طرح دینی بھائی مہر کا نہ کلاً اور نہ بعضاً مستحق ہوتا ہے اور نہ اس کے ساتھ نکاح حرام ہے اور نہ اس کے سامنے بے پردہ ہونا جائز ہے ونظیرہ کالمتبنیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام اکمل الدین البابرتی: (بیان المحرمات) لما کانت من بنات آدم من اخرجها الله عن محلیة النکاح بالنسبة الی بعض بنی آدم احتاج الی ذکرها فی فصل علی حدة واسباب حرمتهن لتنوع الی تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقدیم الحرة علی الامة وقیام حق الغیر من نکاح او عدة والشرک وملک الیمین والطلقات الثلاث وکل ذلک مذکور فی الکتاب.

(شرح العنایة علی هامش فتح القدیر ۳:۱۱۷ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: وما جعل ازواجکم الّٰئی تظهرون منهن امهٰتکم وما جعل ادعیآئکم ابنآئکم، ذلکم قولکم بافواهکم والله یقول الحق وهو یهدی السبیل، ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اٰبائهم فاخوانکم فی الدین وموالیکم.

(سورة الاحزاب پارہ: ۲۱ آیت: ۵،۴)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دار کو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنادیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نعیم الرحمٰن ارباب روڈ پشاور.....۲/شعبان ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شخص اگر اس عورت کے محارم سے نہ ہو تو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ مضرات اور مفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دینی بھائی بہن بننا کید شیطانی ہے اور دونوں میں نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت کو دینی بہن کہا ہے کیا میں اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شبیر حسین کوہاٹ

الجواب: یہ عورت نہ آپ کی بہن ہے اور نہ اس سے بہن جیسا برتاؤ جائز ہے، یہ ایک کید شیطانی ہے جو کہ ناجائز تعلقات پر پردہ ڈالنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال ایسی عورت کا اس دینی بھائی سے نکاح باقاعدہ جائز ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله النسفی: (ذلکم قولکم بافواھکم) ای ان قولکم للزوجة ھی ام وللدعی ھو ابن قول تقولونه بألسنتکم لا حقیقة له اذ الابن یکون بالولادة وکذا الام (والله یقول الحق) ای ما حق ظاھرہ وباطنه.

(التفسیر النسفی ۲: ۳۳۴ سورۃ الاحزاب پارہ: ۲۱ آیت: ۵)

انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک معتبر دیندار آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ مولانا صاحب میں نے ایک سال تک سوچ بچار کے بعد انشورنس کا کاروبار شروع کیا ہے اور میں اسے عبادت سمجھ کر کرتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے اور صرف سمجھتا ہی نہیں بلکہ عملاً اس کا کاروبار کرتا ہے ایسے آدمی کی بیٹی سے رشتہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد جامعہ شرقیہ سرگودھا.....۱۹۷۴ء/۷/۱۲

الجواب: چونکہ بظاہر بیٹی کا یہ عقیدہ رکھنا معلوم نہیں ہے لہٰذا اس رشتہ میں کوئی حرج نہ ہوگا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہو نہ مبرہن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی اغوا کی جس کی رپورٹ تھانہ اسلام آباد میں درج ہے بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے مغویہ کو دو ماہ بعد برآمد کیا لڑکی کا اقرار یہ ہے کہ اس شخص نے نکاح نہیں کیا تھا ملزم کے رشتہ دار بھی یہی اقرار کرتے ہیں جبکہ ملزم خود روپوش ہے کیا ہم اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اصبر کوہستانی اسلام آباد.....۱۹۷۸ء/۸/۹

الجواب: اگر اس اغوا کنندہ سے باقاعدہ نکاح کرنا﴿۲﴾ نہ مسلم ہو اور نہ مبرہن ہو تو یہ مغویہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۳۲۸:۳ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامه الحصكفي: النكاح هو عقد يفيد ملك ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

نابالغ دیور کے ساتھ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح باطل ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے خاوند مرحوم کے چھوٹے بھائی کے ساتھ نکاح کرے جو کہ اس وقت نابالغ ہو لڑکی اپنی مرضی سے مہر مقرر کرے وکیل مقرر کرے، بوقت نکاح دو گواہ بھی موجود ہوں امام مسجد کو اپنی رضا سے عقد کرانے کی تحریر بھی دے پھر چھ ماہ بعد والدین کے کہنے پر ان کے گھر چلی جائے، اب والدین اس کو دوسری جگہ شادی کر کے دینا چاہتے ہوں کیا یہ نکاح برنکاح جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:صوفی محمد اسماعیل سکوائر روڈ راولپنڈی

الجواب: اگر یہ عقد عدت گزرنے کے بعد (یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد) ہوا ہو﴿۲﴾ نیز لڑکے کی طرف سے کوئی وکیل یا ولی موجود ہو اور اس کے ذریعہ سے ایجاب یا قبول کیا گیا ہو﴿۳﴾ تو اس بیوہ کا دوسری جگہ نکاح حرام اور کالعدم ہے لقال لله تعالیٰ: والمحصنت من

(بقیہ حاشیہ)المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر...... والمحارم.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۲﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول في نكاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۳﴾ وفي الهندية: واما شروطه فمنها العقل والبلوغ ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

النساء، ﴿۱﴾ وصرح به جمیع ارباب الفتاویٰ﴿۲﴾. وهو الموفق

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا داما(خوش دامن کے علاوہ) داس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خان نوشہرہ.....۴/صفر۱۴۰۵ھ

الجواب: یہ محرمات سے نہیں ہے(ماخوذ از شامی۲: ۳۹۰، ۳۹۱)﴿۳﴾۔وهو الموفق

بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا زوج اول سے ایک بیٹا تھا اس عورت نے دوسری شادی کی، بیٹے نے بھی شادی کی اور مر گیا، اب بیٹے کی بیوی نے اس عورت

(بقیه حاشیه)والحریة فی العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی الذی لا یعقل والاخیران شرطا النفاذ فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱ :۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۱﴾ (سورة النساء آیت: ۲۴ پاره: ۵)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: وانتفاء محلیة المرأة للنکاح شرعا باسباب تسعة...... السادس المحرمة لحق الغیر کمنکوحة الغیر ومعتدته الخ.

(البحر الرائق ۳: ۹۲ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها او امة ثم سیدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

کے زوج ثانی سے نکاح کیا، کیا اس عورت یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کی بیوی ایک نکاح میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نیک محمد ہائی سکول شیخان پشاور......۶/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ جمع جائز ہے، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۹۱ علی ھامش ردالمحتار: فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجھا او امرأۃ ابنھا ﴿۱﴾. وھو الموفق

ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ زبیدہ کو طلاق دے دی، جبکہ زبیدہ کا زید سے ایک لڑکی بھی ہے عدت پوری ہونے کے بعد زید کا حقیقی ماموں زبیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید حیات شاہ کریمی انڈسٹریز سٹیل ورکس نوشہرہ

الجواب: زید کے ماموں کیلئے زید کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم (الآیۃ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

زید کی علاتی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی علاتی بہن فاطمہ ہے یعنی باپ سے ہے اور ماں سے نہیں ہے، اس کا نکاح زید کے اپنے ماموں بکر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجوا

المستفتی: حاجی فضل غفار خیبر بوٹ ہاؤس منگورہ سوات

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، قال للہ تعالیٰ: واحل لکم...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: صورت مسئولہ میں بکر کا نکاح فاطمہ سے درست ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

چچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھتیجا اپنے چچا مرحوم کی بیوی اور بھانجا اپنے ماموں مرحوم کی بیوی کے ساتھ شادی کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منتظر شاہ پاک جرمن فارم ملتان.....۱۹۷۲ء/۴/۱۷

الجواب: چچا اور ماموں کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز ہے، لعدم ورود النھی عنه فی القرآن والحدیث وکتب الفقه﴿۲﴾ وقال الله تعالیٰ: احل لکم ما ورآء ذلکم﴿۳﴾ ویدل علیه مفهوم الدر المختار وزوجة اصله وفرعه مطلقا﴿۴﴾ فافهم. وھو الموفق

(بقیه حاشیه) ما ورآء ذلکم ای سوی ما حرم علیکم من النساء.

(تفسیر جلالین ۱: ۸۲ پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، لقوله تعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم.

(پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: فالمحرمات بالقرابة سبع فرق الامهات والبنات والاخوات، والعمات، والخالات، وبنات الاخ وبنات الاخت..... ثم اخبر سبحانه وتعالیٰ انه احل ما وراء ذلک بقوله (واحل لکم ما ورآء ذلکم) وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم یذکرن فی المحرمات فکن مما وراء ذلک فکن محللات، وکذا عمومات النکاح لا توجب الفصل ثم خص عنها المحرمات المذکورات فی آیة التحریم فبقی غیرهن تحت العموم الخ. (البدائع الصنائع ۲: ۵۲۹، ۵۳۱ کتاب النکاح المحرمات بالقرابة)

﴿۳﴾ (سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک سے لڑکا پیدا ہوا تھا، اب یہ شخص وفات پا گیا اور دوسری بیوی نے دوسری جگہ نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود العنوان ۱۹۷۲ء/۵/۲۲

الجواب: اس لڑکے کیلئے سوتیلی ماں کی وہ اولاد جو کہ اس کے والد سے پیدا نہیں ہے جائز ہے، لقوله تعالیٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم﴿۱﴾ وفي الدر المختار: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال (۲: ۳۸۳) ﴿۲﴾. وهو الموفق

بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد نے یکے بعد دیگرے چار بیویاں کیں، زید کے والد کی پہلی بیوی کی ایک بہن تھی جس کا نکاح دوسری جگہ ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا بکر موجود ہے، اور بکر کی دو لڑکیاں ہیں بکر کی بڑی لڑکی کی شادی ہوئی لیکن بعد میں طلاق ہوگئی، اب وہ عدت پوری کر چکی ہے اب بکر کی چھوٹی لڑکی کا نکاح زید کے بڑے لڑکے اظہر سے ہو چکا ہے اب زید خود بکر کی بڑی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ دو بہن ایک گھر میں ایک باپ کے پاس اور ایک بیٹے کے پاس ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عادل محمود قریشی ریاض سعودی عرب......۲۱/ رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ (سورة النساء پاره: ۵ آيت: ۲۴)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

الجواب: جب زید کیلئے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ شرعی حکم یہی ہے ﴿۱﴾ تو اس کی بیٹیاں کس طرح محرمات ہوں گی، بہرحال یہ زید اس مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واحل لکم ما ورآء ذلکم ﴿۲﴾. وھو الموفق

اخیافی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سکینہ بی بی نے اللہ وسایا سے شادی کرلی، اس سے ایک لڑکا غفران پیدا ہوا، غفران سے پھر ایک لڑکی شگفتہ پیدا ہوئی اب اللہ وسایا فوت ہوگیا، اس کے بعد سکینہ بی بی نے اللہ دتہ سے شادی کرلی، اور اس شوہر سے ایک لڑکا مہربان پیدا ہوا، اب مہربان اور شگفتہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نواز لغاری آئی ڈی او مردان.....۱۹۷۲ء/۲/۹

الجواب: چونکہ شگفتہ بی بی مہربان کی بھتیجی ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام قطعی ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وبنات الاخ (الآیۃ) ﴿۳﴾ وفی الدرالمختار: حرم علی المتزوج اصلہ وفروعہ وبنت اخیہ الخ ﴿۴﴾ والمسئلۃ واضحۃ ﴿۵﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ الحصکفی: واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۳﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۴ آیت: ۲۳)

﴿۴﴾ (الدرلمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۵﴾ قال العلامۃ الکاسانی: وتحرم علیہ بنات الاخ وبنات الاخت بالنص وھو قولہ تعالیٰ (وبنات الاخ وبنات الاخت) وان سفلن بالاجماع.
(بدائع الصنائع ۲: ۵۳۰ المحرمات بالقرابۃ)

بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھانجے کی بیوی ماموں کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر زمین چارسدہ روڈ پشاور......۱۴؍جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام ارباب فتاویٰ نے زوجہ اصل یا زوجہ فرع کو محرمات سے شمار کئے ہیں ﴿۱﴾ نہ کہ زوجہ برادر یا عم وغیرہ کو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سوتیلے باپ کی بیوی اور بیٹی سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی عبداللہ اور شریف اللہ ہیں، عبداللہ نے ایک عورت شریفہ سے نکاح کیا اور اس کا ایک بیٹا عابد پیدا ہوا عبداللہ فوت ہو کر شریفہ کو شریف اللہ نے نکاح میں لے لیا، شریفہ بھی فوت ہو کر شریف اللہ نے زینب سے دوسرا نکاح کیا جس کی عابدہ بیٹی پیدا ہوئی، پھر شریف اللہ بھی فوت ہوا، اب عابد کا نکاح زینب یا عابدہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ......۱۴/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: چچا کی بیوی اور چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یہ دونوں محارم میں سے نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وزوجة اصله وفرعه مطلقا ولو بعيدا الخ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ان المحرمات بكتاب الله وسنة نبيه ﷺ تسعة اقسام: بالقرابة وبالصهرية...... فالمحرمات بالقرابة سبعة انواع...... وما عداهن من القرابات محللات بقوله تعالىٰ واحل لكم ما وراء ذلكم (الآية).

(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۲ فصل في المحرمات)

ہیں﴿۱﴾ ناکح کی والدہ کا ناکح کے چچا سے نکاح کرنا اس حلت کیلئے ضرر رسان نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح باطل اور بیوی کے نکاح کیلئے مضر نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن کو اغوا کیا نکاح کیا ہے یا نہیں، شہادت فی الحال موجود نہیں، البتہ اگر شہادت دی جائے تو کیا پہلی بہن کا نکاح باطل ہوگا یا دوسری کا، اگر نکاح نہ ہوا ہو تو پہلی بہن کے نکاح پر اثر پڑنے کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالحق امام مسجد نیلان مانسہرہ

الجواب: بیوی کی بہن سے نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے﴿۳﴾ (اگر بیوی مطلقہ یا فوت شدہ نہ ہو) نیز اس دوسری بہن سے جماع کرنا حرام اور زنا ہے، البتہ بہر حال پہلی بہن (بیوی) کے نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات فكن مما وراء ذلك فكن محللات ، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل، لم خص عنها المحرمات المذكورات في آية التحريم فبقي غيرهن تحت العموم وقد ورد نص خاص في الباب. (البدائع الصنائع ۲: ۵۳۱ المحرمات بالقرابة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلي: ولايجوز الجمع بين الاختين نكاحا...... لقوله تعالىٰ وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف، وقال عليه السلام : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماء ه في رحم اختين...... ولو تزوج اختين في عقدتين ولا يدرى ايتهما اولىٰ فرق بينه وبينهما لان نكاح احداهما باطل بيقين الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۴ فصل في المحرمات)

اورحلت پراس دوسری کے نکاح یاجماع سے کوئی اثرنہیں پڑتا ہے،یدل علی الاول ما فی الهندیة (۱:۲۹۵) وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲:۳۸۶ وفی الخلاصة وطیٔ اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته ﴿۲﴾. وهو الموفق

علاتی بھائی کیلئے اخیافی بہن سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، وہ شخص مرگیااوردونوں بیویوں کی اس شخص سے اولاد بھی ہے،ان میں سے ایک بیوی نے دوسری شادی کی اوراولاد پیداہوئی اب اس دوسرے زوج اورزوجہ کی اولاد کا نکاح دوسری بیوی کی اولاد سے جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد نورعدم پتہ......۹/ذی قعدہ۱۳۹۶ھ

الجواب: علاتی بھائی کی اخیافی بہن سے نکاح جائز ہے،کما فی شرح التنویر: وکذا نسبا بان یکون لاخیه لابیه اخت لام (هامش ردالمحتار ۲:۵۶۱) ﴿۳﴾. وهو الموفق

باپ بیوہ سے بیٹے بیوہ کی بیٹیوں سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ کی دو بیٹیاں تھیں،اسی طرح ایک شخص کے دو بیٹے تھےاس شخص نے اس بیوہ کے ساتھ نکاح کیا،کیااب ان بیٹیوں اوربیٹوں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۳۰۵ وحرم بالصهریة فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲:۴۴۳ باب الرضاع)

میں نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خلیل اللہ تھائی لینڈ......۱۹۷۷ء/۸/۱۲

الجواب: اس شخص کا نکاح اس بیوہ کے ساتھ اور اس کے بیٹوں کا نکاح بیوہ کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، قرآن وحدیث اور فقہ میں جتنی محرمات مذکور ہیں ان میں یہ صورت داخل نہیں ہے﴿۱﴾، وفی شرح التنویر: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال، هامش ردالمحتار ۲: ۳۸۳، وفی ردالمحتار ولا ام زوجة الابن﴿۲﴾. وهو الموفق

سالی کی بیٹی کو نکاح میں لینے کی مختلف صورتیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) بیوی کی حیات میں سالی حرام ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۲) بیوی کے انتقال کے بعد سالی نامحرم ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۳) بیوی کی حیات میں سالی کا اگر انتقال ہو جائے تو سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟

(۴) بیوی کی زندگی میں سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟......

﴿۱﴾قال العلامة فخر الدين الزيلعي: ان المحرمات انواع الاول المحرمات بالنسب وهن انواع فروعه واصوله وفروع ابويه وان نزلوا وفروع اجداده وجداته اذا انفصلوا ببطن واحد، والنوع الثاني المحرمات بالمصاهرة وهن انواع اربعة...... والنوع الثالث المحرمات بالرضاع والواعهن كالنسب والنوع الرابع حرمة الجمع...... والنوع الخامس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير ومعتدته والحامل بثابت النسب والنوع السادس المحرمة لعدم دين سماوي...... والنوع السابع المحرمة للتنافي كنكاح السيدة مملوكها.

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۲: ۱۰۱ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۲، ۳۰۳ فصل في المحرمات)

(۵) بیوی کی موت کے بعد سالے کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟ بینوا توجروا
المستفتی: راشد محمود ملتان...... یکم صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) سالی (بیوی کی بہن) اور سالی کی بیٹی کا یکساں حکم ہے جو حرام ہے (شامی)۔

(۲) دونوں حلال ہیں لان الممنوع هو الجمع (شامی).

(۳) بیوی کی زندگی میں سالی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ سالی زندہ ہو یا وفات پا گئی ہو (شامی)۔

(۴) حرام ہے عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع حرام ہے (شامی)۔

(۵) حلال ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے اور ہدایہ کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قولہ: ولا على ابن اخيها الخ ذكر النهي من الجانبين للمبالغة في التحريم او لازالة الاشكال ، فربما يظن ان نكاح ابنة الاخ على العمة لا يجوز ونكاح العمة على بنت الاخ يجوز لفضل العمة كما لا يجوز نكاح الامة على الحرة ويجوز نكاح الحرة على الامة كذا في الكافي، کیا اس حکم کے تحت بھتیجی کے ہوتے ہوئے عورت کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے؟ یا کیا پھوپھی کو طلاق دے کر بھتیجی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم الجمع بين المحارم نكاحا اى عقدا صحيحا وعدة ولو من طلاق بائن وحرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين ايتهما فرضت ذكرا لم تحل للاخرىٰ ابدا لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها وهو مشهور يصلح مخصصا للكتاب الخ.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل في المحرمات)

کرسکتا ہے اور پھر دوبارہ بھتیجی کی موجودگی میں اس کی اسی پھوپھی سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی عبدالخالق کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۹/۱۴

الجواب: عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع کرنا حرام ہے، خواہ پہلے بنت الاخ سے نکاح ہوا ہو یا عمہ کے ساتھ، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها، (متفق علیه) ﴿۱﴾ نهی رسول اللہ ﷺ ان تنکح المرأة علی عمتها او العمة علی بنت اخیها، (رواه الترمذی ﴿۲﴾ وابوداؤد) ﴿۳﴾، وصرح به فی الهندیة (۱:۲۹۵) ﴿۴﴾ وغیر واحد من کتب الفروع، اور جو عبارات آپ نے نقل کی ہے اس کا مقصد جواز نہیں ہے بلکہ صاحب ہدایہ کی عبارت کا سر اور حکمت ذکر کرنا ہے۔ وهو الموفق

لڑکی کے ساتھ عمہ یا خالہ ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الف ایک مرد ہے جس کا منکوحہ با موجود ہے، با کی بہن جیم ہے جیم کا ایک بیٹا دال ہے دال کی بیٹی ہا ہے، کیا با کی موجودگی میں الف یعنی شوہر

﴿۱﴾ عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها. (رواه البخاری ۷/۱۵ ومسلم ۴:۳۳)

﴿۲﴾ (سنن الترمذی ۱:۱۳۴ باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱:۲۸۹ باب ما یکره ان یجمع بینهن من النساء)

﴿۴﴾ وفی الهندیة: ولا یجوز الجمع بین امرأتین کل منهما عمة للاخریٰ ولا بین امرأتین کل منهما خالة للاخریٰ وصورة ذلک ان یتزوج کل من رجلین ام الآخر ویولدها بنتا فیکون کل واحدة من البنتین عمة للاخریٰ ولو تزوج کل من رجلین بنت الآخر واولدها کانت بنت کل واحد منهما خالة للاخریٰ کذا فی الهدایة.
(فتاویٰ عالمگیریه ۱:۲۷۹ قبیل القسم الخامس الاماء المنکوحة الخ)

ہا کو نکاح میں لاسکتا ہے یعنی با اور ہا کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سراج الدین ملازئی ڈی آئی خان

الجواب: باء اور ہاء کے درمیان نکاحاً جمع کرنا حرام ہے، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها (متفق علیه) ﴿۱﴾ قلت استنبط منه الفقهاء، لا یجمع بین امرأتین لو کانت احداهما رجلا لم یجز له ان یتزوج باخریٰ (هدایة ۲۸۹)﴿۲﴾. وهو الموفق

خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعیانیہ ہوں یا غیر اعیانیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کیا جس کے نکاح میں اس آدمی کی لڑکی کی لڑکی موجود ہے، یہ دونوں عورتیں آپس میں خالہ بھانجی بنتی ہیں جبکہ مذکورہ بالا آدمی کے نکاح میں دو بیویاں ہیں، اسلئے بعض جہال کہتے ہیں کہ چونکہ مائیں جدا جدا ہیں اسلئے یہ نکاح صحیح ہے، اور حقیقت میں یہ رشتہ سورہ میں دیا گیا ہے، اور وہ اس پر بضد ہیں اب ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اور اس نکاح خواں اور گواہوں وغیرہ سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد عثمان مدرسہ قاسم العلوم ضلع سکھر......۱۹۷۲ء/۱۲/۷

الجواب: اس لڑکی کا (یعنی بیوی کی خالہ کا) نکاح باطل ہے خواہ اعیانی خالہ ہو یا غیر اعیانی ﴿۳﴾ تمام مسلمانوں اور خصوصاً حکام پر ضروری ہے کہ اس آخری عورت کو اس آدمی سے

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ۱: ۲۷۳ باب المحرمات الفصل الاول)

﴿۲﴾ (هدایة ۲: ۳۰۹ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: فلا یجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها کذلک. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

جدا کریں، لما روی عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول اللهﷺ نهی ان تنکح المرأة علی عمتها والعمة علی بنت اخیها والمرأة علی خالتها او الخالة علی بنت اختها (رواه الترمذی) ﴿۱﴾ یہ شخص واجب القتل ہے ﴿۲﴾ (لوکان مستحلاً، (سیف) لیکن قتل کرنا چونکہ ہماری طاقت میں نہیں ہے ﴿۳﴾ لہٰذا کم ازکم اس کے ساتھ ترک موالات کرنا تو طاقت سے خارج نہیں ہے ﴿۴﴾ ۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۳۴ باب لا تنکح المرأه علی عمتها ولا علی خالتها)

﴿۲﴾ وعن البراء بن عازب قال مربی خالی ابوبردة بن نیار ومعه لواء فقلت این تذهب قال بعثنی النبیﷺ الی رجل تزوج امرأة ابیه آتیه برأسه، رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایة له وللنسائی وابن ماجه والدارمی ان اضرب عنقه وآخذماله، ذهب اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلا له علی ما یعتقده اهل الجاهلیة فصار بذلک مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلک امر بقتله واخذماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحریمها واعتقدالحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجربینهما دخول والا فان علم تحریمها فهو زان..... وان قال علمت انها علی حرام ولکن یجب المهر ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لاحدا مقدرا شرعا..... قالا والشافعی ومالک واحمد یجب حده اذا کان عالما قال ابن الهمام وفی مسئلة المحارم روایة عن جابر انه یضرب عنقه الخ. (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۶: ۲۲۷، ۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

﴿۳﴾ وفی الهندیة: وینقسم الی ماهو حق الله وحق العبد والاول یجب علی الامام...... قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغیر الحاکم الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۴﴾ قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصی) اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگرچہ علاتی ہوں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیبہ اور صائمہ علاتی بہنیں ہیں یعنی والد ایک ہے اور مائیں جدا جدا ہیں، اب حبیبہ کا شوہر چاہتا ہے کہ صائمہ کی لڑکی زینبہ کے ساتھ نکاح کرے اب اعیانی کی صورت میں تو مطلقاً ناجائز ہے، لیکن علاتی ہونے اور اخیافی ہونے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر شہزادہ خارڈاگئی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: خالہ اور بنت الاخت کے درمیان نکاح میں جمع کرنا مطلقاً ناجائز ہے کسی نے تخصیص پر قول نہیں کیا ہے، فی الهداية: لا يجمع بين المرأة وعمتها او خالتها او ابنة اخيها او ابنة اختها، لقوله عليه السلام لا تنكح المرأة الحديث (۲: ۵)﴿۱﴾ وفی الهندية: فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها كذلك الخ (۱: ۲۹۵)﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاحاً جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی یعنی منکوحہ کی

(بقیہ حاشیہ) مخصوص بمن لم يكن لهجرة سبب مشروع فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز وانه يتنوع بقدر الجرم...... الهجران على مرتبتين الهجران بالقلب والهجران باللسان فهجران الكافر بالقلب وبترك التودد والتعاون والتناصر لا سيما اذا كان حربيا الخ. (فتح الباری شرح البخاری ۱۳: ۵۹۷ باب مايجوز من الهجران لمن عصى)

﴿۱﴾ (هداية ۲: ۳۰۸ كتاب النكاح فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع ای الجمع بين ذوات الارحام)

بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفقود الخبر ۱۹۷۶ء/۱۱/۱۱

الجواب: بیوی اور اس کی بھانجی کے درمیان جمع حرام ہے البتہ انفراداً جائز ہے یعنی منکوحہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح کرنا یا صرف بیوی کو برحال آباد کرنا، **لان المحرم هو الجمع دون غيره﴿۱﴾ قال الله تعالىٰ: واحل لكم ما ورآء ذلكم﴿۲﴾. وهو الموفق**

ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہو ان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو سگے بھائی ہیں انہیں میں سے ایک بھائی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دوسرے بھائی نے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کیا، اب دونوں سے اولاد پیدا ہوگئی پھر ان اولاد کی اولاد پیدا ہوگئی اب اس بیٹی کے بیٹیوں کے بیٹیوں کا نکاح ماں کے لڑکوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرزا جان ٹیکسلا

الجواب: یہ لڑکیاں اور لڑکیوں کی لڑکیاں ان لڑکوں کے بھانجیاں اور بھانجیوں کی بیٹیاں ہیں

﴿۱﴾ وفی الهندية: وان اراد ان يتزوج احداهما بعد التفريق فله ذلك ان كان التفريق قبل الدخول وان كان بعد الدخول فليس له ذلك حتى تنقضي عدتهما وان انقضت عدة احداهما دون الاخرىٰ فله ان يتزوج المعتدة دون الاخرىٰ مالم تنقض عدتها وان دخل باحداهما فله ان يتزوجها دون الاخرىٰ مالم تنقض عدتها.

(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۸ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (سورة النساء پاره: ۴ آیت: ۲۳)

جو کہ محرمات میں سے ہیں﴿۱﴾قال اللہ تعالیٰ وبنات الاخت (الآیۃ)﴿۲﴾. وھو الموفق

ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نواسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علم کے مطابق تو یہ صورت جائز نہیں لیکن آپ کے علم کے مطابق رائے معلوم کرنے کا حصول بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی سے ایک ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹی کی ایک بیٹی ہے ان میں سے ایک بیٹی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ کیا گیا، کچھ عرصہ بعد اس دوسری لڑکی کی لڑکی یعنی نواسی کا نکاح بھی اس شخص کے ساتھ کیا گیا، اس صورت میں اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی ولی محمد بابر مدرسہ شمس المدارس ژوب شہر......۱۹۹۰ء/۹/۳

الجواب: صورت مسئولہ میں پہلا نکاح (بیٹی کے ساتھ) درست اور دوسرا نکاح کالعدم اور حرام قطعی ہے، لالاصل الشھیر: حرم الجمع بین المحارم نکاحا ووطأ بملک یمین بین امرأتین ایتھما فرضت ذکرا لم تحل للاخریٰ ابدا﴿۳﴾ پس اس شوہر پر ضروری ہے کہ دوسری عورت سے قبضہ اٹھائے، علماء اور تمام قوم اور تمام اہل اسلام پر ضروری ہے کہ اگر یہ شوہر مصر (مستحل) ہو تو اس مرتد سے مقابلہ کریں﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن الشحنۃ: ویحرم علی الرجل نکاح اصولہ...... وفروعہ...... وفروع اصولہ ای الاخوۃ والاخوات واولادھم واولاداولادھم وان نزلوا.

(لسان الحکام یلی معین الحکام ۱ :۳۱۷ الفصل الثالث عشر فی النکاح)

﴿۲﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۴ آیت: ۲۳)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲ :۳۰۸ فصل فی المحرمات)

﴿۴﴾ قال العلامۃ علی بن سلطان محمد: ذھب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علاتی دادی اور پوتی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا کی علاتی بہن ہے اور ایک آدمی کے نکاح میں ہے، اب وہ آدمی دادا کی پوتی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے کیا ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج الدین کانگڑہ چارسدہ

الجواب: ان دونوں کے درمیان جمع ناجائز ہے، وفی الهندية: والاصل ان كل امرأتين لو صورنا احداهما من اى جانب ذكرا لم يجز النكاح بينهما برضاع او نسب لم يجز الجمع بينهما (۱:۲۹۵)﴿۱﴾. وهو الموفق

عدت کے دوران میں نکاح کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے شوہر کے بھائی نے اس عورت کے ساتھ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد قدیر سواتی......۱۹۷۴ء/۳/۱۲

(بقیہ حاشیہ) اکثر اهل العلم الى ان المتزوج كان مستحلا له على ما يعتقده اهل الجاهلية فصار بذلك مرتدا محاربالله ولرسوله فلذلك امر بقتله واخذ ماله وكان ذلك الرجل يعتقد حل هذا النكاح فمن اعتقد حل شيئ محرم كفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحريم نكاح واحدة من محارمه فتزوجها لم يكفر ومن علم تحريمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بينهما وعزر هذا اذا لم يجر بينهما دخول الخ.

(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ۶:۲۲۸ باب المحرمات الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱:۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: معتدہ کا نکاح ناجائز اور کالعدم ہے، لما فی الهندية ۱: ۲۹۸ لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد﴿۱﴾. وهوالموفق

عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص عدت وفات گزارنے والی حاملہ ثابت النسب عورت سے نکاح کرے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کے حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ حاملہ ہے اگر وہ اس نکاح کی وجہ سے وطی کرے تو کیا اس پر حد جاری کیا جائے گا یعنی تعزیر دی جائے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ضیاء المرسلین دارالعلوم ربانیہ ہری پور ہزارہ......۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: خروج عدت سے قبل یہ نکاح حرام ہے، قال الله تعالیٰ: ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله (الآیة)﴿۲﴾ وقال تعالیٰ: واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (الآیة)﴿۳﴾ فالناکح ان کان جاهلا فلا یکفر وان کان عالما بالحرمة فعند الاستحلال یکفر والافیفسق ﴿۴﴾ ولا سبیل لنا الی الجزم. وهوالموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ آیت: ۲۳۵)

﴿۳﴾ (سورة الطلاق پاره: ۲۸ ایت: ۴)

﴿۴﴾ قال الملا علی بن سلطان محمد: فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذ ماله ومن جهل تحریم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحریمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بینهما وعزر هذا اذا لم یجر بینهما دخول.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح ۶: ۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران عدت ایک شخص نے بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی، طلاق کے وقت حمل کا پتہ نہیں تھا، ظاہری عدت کے بعد دوسرے آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا زوج اول سے حمل ہے، وضع حمل کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق ثلاثہ دیدی اب یہ دوسرا شوہر پھر چاہتا ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے کیا یہ نکاح درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تقدیر اللہ جہانگیرہ نوشہرہ.... ۱۹۸۴ء/۲/۲۱

الجواب: اس دوسرے آدمی سے نکاح کالعدم تھا ﴿۱﴾ اور اس کا طلاق ثلاثہ دینا بھی کالعدم تھا ﴿۲﴾ پس یہ دوسرا شوہر اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ اس نے وضع حمل کے بعد جماع کیا ہو ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندية: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد الخ.

(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر)

﴿۲﴾ وقال العلامة النظام: واما شرط (الطلاق) فشیآن احدهما قیام القید فی المرأة نکاح او عدة والثانی قیام حل محل النکاح حتی لو حرمت بالمصاهرة بعد الدخول بها حتی وجبت العدة فطلقها فی العدة الخ. (فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۳۴۸ کتاب الطلاق الباب الاول)

﴿۳﴾ وفی الهندية: ولو تزوج بمنکوحة الغیر وهو لا یعلم انها منکوحة الغیر فوطئها تجب العدة وان کان یعلم انها منکوحة الغیر لا تجب حتی لا یحرم علی الزوج وطؤها ویجوز لصاحب العدة ان یتزوجها کذا فی المحیط للسرخسی.

(فتاوىٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات لحق الغیر)

مطلقہ مغلظہ باقاعدہ نکاح وجماع وطلاق کے بعد اول شوہر سے نکاح کرسکتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں جو کہ آٹھ بچوں کی ماں ہے عدت ختم ہونے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح شرعی کیا اور خلوت صحیحہ بھی ہوگئی مہر بھی دیا گیا، اس دوسرے شوہر نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس عورت کو تین طلاق دیں اور عدت گزاری، اب اس عورت کا نکاح سابقہ شوہر سے ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسحاق عرشی مسجد راولپنڈی......۱۹۷۵ء/۶/۳

الجواب: اگر اس دوسرے شوہر نے ایک دفعہ جماع اس عورت کے ساتھ کیا ہو تو یہ عورت زوج اول کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، لوجود التحلیل هو وطی الزوج الثانی ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلاحاجة الی نقل العبارات . وهو الموفق

شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دو دن بعد نکاح کرسکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی بیوی فوت ہوجائے تو کیا شوہر کیلئے یہ جائز ہے کہ ایک یا دو دن کے بعد بیوی کی بہن سے نکاح کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شاہد لوندخوڑ......۱۹۸۵ء/۸/۲۹

﴿۱﴾ وفی الهندية: واذا كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا فی الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۴۷۳ فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

الجواب: خاوند پر نہ سوگ منانا ہے نہ عدت گزارنا ہے اس لئے بیوی کی وفات کے بعد ہر وقت نکاح کرسکتا ہے ﴿۱﴾ وفی الهندية ۱ : ۲۷۹ ویجوز لزوج المرتدة اذا لحقت بدار الحرب تزوج اختها قبل انقضاء عدتها کما اذا ماتت ﴿۲﴾. وهو الموفق

حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) حرام زادہ اور حلال زادہ بچوں بچیوں کے مراتب میں قیامت کے دن کچھ فرق ہوگا یا نہیں جبکہ دونوں کے نیکیاں برابر ہوں؟

(۲) حرام زادی بچی کے ساتھ حلال زادہ کا نکاح درست ہے؟ اسی طرح حرام زادہ کے ساتھ حلال زادی کا نکاح درست ہے؟

(۳) کیا حرام زادوں پر شرعی لحاظ سے حقیقی والدین کی طرح حقوق ہوں گے؟ جبکہ ان حرام کار والدین نے ان کو پالے ہوں تعلیم دلائی ہوں وغیرہ۔

(۴) حرام زادہ والد کا کتنے عرصہ تک فرمانبردار رہے اور والدہ کا کتنا عرصہ تک؟

(۵) اگر یہ حرام زادہ بعد از بلوغ والدین سے علیحدگی اختیار کرے تو اس کا حشر میں کیا ہوگا؟

المستفتی: زرولی خان تربیلا ڈیم

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما فى الخلاصة ..... واما ما عزى الى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲ : ۳۰۸ فصل فى المحرمات وحرم الجمع نكاحا)

﴿۲﴾ (فتاوى عالمگيريه ۱ : ۲۷۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: (۱) حلالی اور حرامی کا فرق دنیا تک محدود ہے﴿۱﴾ آخرت میں دارمدار ایمان اور عمل پر ہوگا۔

(۲) ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح درست ہے﴿۲﴾۔

(۳) والدہ کا حق اور احترام بلاشک وشبہ ثابت ہے، البتہ والد درحقیقت والد نہیں ہے اس کا کوئی پدرانہ حق نہیں ہے البتہ تربیت کا حق رکھتا ہے۔

(۴) جائز امور میں والدہ کا ہمیشہ کیلئے فرمانبردار رہے گا اور زانی والد کیلئے خاص فرمانبرداری نہیں ہے۔

(۵) بلوغ کے بعد جدا ہونے میں ہر حلالی وحرامی معاف شرعی ہے۔ وهو الموفق

ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خارو نے دلبر کی بیوی اغوا کرکے دور دراز مقامات میں لے گیا اور مدت دراز تک بیوی کی حیثیت سے رکھا، عورت مذکورہ نے خارو نے سے کئی اولاد کو جنا، اب وہ لڑکے لڑکیاں جوان ہو چکے ہیں کیا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والولد له ان جاء ت بعد النكاح لستة اشهر فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنا، والظاهر ان هذا من حيث القضاء اما من حيث الديانة فلا يجوز له ان يدعيه لان الشرع قطع نسبه منه فلا يحل له استلحاقه به ولذا لو صرح بانه من الزنا لا يثبت قضاء ايضا وانما يثبت لولم يصرح لاحتمال كونه بعقد سابق الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲:۷ ۳۱ قبيل مطلب فيما لو زوج المولىٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثىٰ مشكل والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۰ كتاب النكاح)

عورت مذکورہ کے دونوں شوہر بقید حیات ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کمال اتمان زئی چارسدہ......۱۹۶۹ء/۳/۹

الجواب: چونکہ یہ لڑکے اور لڑکیاں انسان اور مسلمان ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، کیونکہ فقہاء نے مسلمان کا نکاح غیر انسان اور غیر مسلم (علی التفصیل المشھور) سے ناجائز کہا ہے، فلیراجع الی الھندیة﴿۱﴾ والدر المختار﴿۲﴾. وھو الموفق

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ خفیہ طور پر مہر مقرر کر کے ایک دوسرے کو تن وجود بخش دیا اور اس کے بعد دونوں ہمبستری بھی کرتے رہے، عرصہ دو ماہ بعد وہ شخص اس بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکم دار خان کوہ مری راولپنڈی......۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے اور نکاح کے بعد جماع بھی جائز ہے، فی الدرالمختار ولو نکحھا الزانی حل له وطؤھا اتفاقا (ھامش ردالمحتار ۲: ۴۰۱)﴿۳﴾.

﴿۱﴾ وفی الھندیة: ومن شروطھا المحل القابل وھی المرأة التی احلھا الشرع بالنکاح کذا فی النھایة. (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: النکاح عقد یفید ملک المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثیٰ المشکل والوثنیة لجواز ذکورته والمحارم والجنیة وانسان الماء لاختلاف الجنس.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت لگائی گئی، اور حمل بھی ٹھہر گیا، لیکن زید انکار کر رہا ہے بعد میں زید نے اسی عورت کی لڑکی سے نکاح بھی کیا، کیا یہ نکاح درست ہے؟ نکاح خواں گنہگار ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ادریس مسجد مانسرہ کیمبلپور.....۱۹۷۲ء/۴/۵

الجواب: اگر اقرار یا شہادت سے زنا ثابت ہو جائے تو زید کیلئے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور اس میں تعاون بھی حرام ہے اور ثبوت سے قبل نہ حرمت نکاح موجود ہے اور نہ حرمت تعاون، وفی الهندية: فمن زنی بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت. (۱:۱ ۲۹)﴿۱﴾ . وقال الله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت جو شادی شدہ ہے سے زنا کیا، اب اس مزنیہ کی بیٹی زانی کے بھائی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب ہیں یا نہیں پوری تفصیلات سے آگاہی پر بندہ شکر گزار رہے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف شریک دورہ حدیث.....۱۹۷۲ء/۵/۳۱

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهرية)

﴿۲﴾(سورة المائدة پاره: ۶ آیت: ۲)

الجواب: جس طرح زانی کے بھائی کیلئے زانی کی بیوی کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو جائز ہے، اسی طرح مزنیہ کی بیٹی بھی جائز ہے، لان حکم الحلال والحرام واحد من الحدیث ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها، (ردالمحتار ۲: ۳۸۴)﴿۱﴾ قلت فالجواز للاخوة یکون باولیٰ. وهو الموفق

زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ

سوال: محترم المقام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر منکوحہ زانیہ کی لڑکی پیدا ہوئی جبکہ زانی کا لڑکا پیدا ہوا، اب زانی کہتا ہے کہ یہ لڑکی مجھ سے ہے، اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مضطرب الذہن ہوں ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے یہی استفتاء مولانا رسول خان صاحب کو لکھا، مولانا رسول خان صاحب نے یہ جواب لکھا ہے "الولد من النکاح لامن السفاح (شرح وقایه باب النسب ۱۵۰) جبکہ فتاویٰ عبدالحی باب ثبوت النسب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں" ثابت نہیں ہوگا عالمگیری میں ہے: قال انه منی من الزنا لا یثبت نسبه ولا یرث منه کذا فی الینا بیع، اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وارث نہ ہوگا جیسا کہ ینابیع میں ہے"۔
اب مسئلہ یہ ہے کہ بالا ینابیع کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا نسب ثابت نہ ہوا تو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما الوطء الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

اس زانی کو مزنیہ کی لڑکی کو خود بھی نکاح کرسکتا ہے اور اپنے بیٹے کیلئے بھی کرسکتا ہے کیونکہ یہ لڑکی زانی کا کچھ بھی نہیں لگتی، اب اگر مسئلہ اسی طرح ہے تو فقہ احناف میں فقہاء جو لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی عورت کو چوم لیا یعنی قبلھا تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اگر کسی نے عورت کے فرج داخل کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا یا زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور مزنیہ کی اولاد سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ٹھہرتا ہے اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نکاح جائز نہیں اب ان عبارات میں تناقض معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرما کر خلجان کو دور فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حفظ الرحمٰن خدہ بانڈہ تخت نصرتی کرک......۱۹۶۹ء/۳/۲۳

الجواب: اس زانی کا بیٹا اور زانیہ کی بیٹی باہم نکاح کرسکتے ہیں اگر چہ احتیاط نہ کرنے میں ہے کیونکہ فقہاء کرام نے اگر چہ یہ لکھا ہے، حرم اصله وفروعه وبنت اخیه واخته وبنتها ولو من زنا (درمختار) لیکن صورت مسئولہ میں یہ متعین نہیں کہ یہ لڑکی زانی سے پیدا ہوئی ہے ممکن ہے کہ اس عورت نے دوسرے شخص سے بھی زنا کیا ہو اور اس سے حاملہ ہوئی ہو، قال العلامة الشامي: ۲: ۳۸۱ (قوله ولو من الزنا) بان یزنی الزانی ببکر ویمسکها حتی تلد بنتا بحر عن الفتح، قال الحانوتی ولا یتصور کونها ابنته من الزنا الا بذلک ﴿۱﴾ پس اگر زانی نے ایسا طریقہ کیا ہو جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے پھر حرمت نکاح بلاشک وشبہ ثابت ہے، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کرے، لوجود الشبهة فلیراجع الی حدیث ابن زمعة ﴿۲﴾ یہاں حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرمت متصور

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ عن عائشة قالت کان عتبة بن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد بن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیک فلما کان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخی وقال عبد بن زمعة اخی فتساوقا الی رسول اللهﷺ فقال سعد یا رسول الله ان اخی کان عهد الی فیه وقال عبد بن زمعة اخی وابن ولیدة ابی ولد علی فراشه......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں کیونکہ زانی کے فروع کیلئے مزنیہ کے فروع حرام نہیں ہیں ﴿۱﴾۔وھو الموفق

......(محمد فرید عفی عنہ)

حبلیٰ من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواری لڑکی سے ایک غیر مرد نے ہم بستری کی جس کی وجہ سے اسے حمل ہوگیا، والدین نے غیرت بچانے کی خاطر کسی آدمی سے اس لڑکی کا نکاح کروادیا، چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کچھ دیر بعد مرگیا، کیا اس حبلیٰ من الزنا کے ساتھ یہ نکاح جائز تھا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد آفتاب بٹالین......۱۹۷۴ء/۷/۱۸

الجواب: اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح درست ہے لیکن وضع حمل سے پہلے جو جماع کیا ہے وہ حرام ہے، بشرطیکہ یہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، کما فی الدر المختار: وصح نکاح حبلی من زنا لا من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا یسقی مائہ زرع غیرہ(فروع) لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا (بحذف یسیر)(ھامش ردالمحتار ۲: ۴۰۱ قبیل الولی)﴿۲﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقال رسول اللہ ﷺ ھو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر ثم قال لسودۃ بنت زمعۃ احتجبی منہ لما رأی من شبھہ بعتبۃ فما رآھا حتی لقی اللہ، وفی روایۃ قال ھو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ ، متفق علیہ.
(مشکواۃ المصابیح ۲: ۲۸۷ باب اللعان الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الافندی: ویحل لاصول الزانی وفروعہ اصول المزنی بھا وفروعھا.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امتہ)

مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک رشتہ دار کنواری عورت سے زنا کرتا رہا، تین سال تک ان کے درمیان زن وشوہر کے تعلقات قائم رہے، بالآخر حمل ہو کر ساقط کر دیا گیا، اور بے خبری میں اس مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح پڑھایا گیا، جب یہ راز افشا ہوا تو اس لڑکی کے اقرباء نے اس بات کا بے حد برا مانا، کہ ایسے گنہگار کو ہم ہرگز لڑکی دینے کو تیار نہیں، اور پھر سورۃ النور کی اس تشریحی حکم کہ ''حرام ہے اہل ایمان کیلئے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں (عام زانیوں) کو دیں'' کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے اور ''الزانی لا ينكح الا زانية او مشركة والزانية لا ينكحها الا زان او مشرك وحرم ذلك على المؤمنين''، ویسے بھی زانی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا مطلب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سرے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اب اسلامی قوانین کے مطابق کیا اس مظلومہ منکوحہ کا نکاح اس شخص سے ختم نہیں ہو جاتا؟ بينوا توجروا

المستفتی: محمد بشیر حلیم کیملپور

الجواب: یہ دوسرا نکاح درست ہے کیونکہ مزنیہ کی پھوپھی محرمات میں سے نہیں ہے، قال الله تعالى: واحل لكم ما وراء ذلكم (الآية)﴿١﴾، واما قوله تعالى: الزانى لا ينكح (الآية) فقيل منسوخ وقيل المقصود نفي اللياقة الابه فافهم ﴿٢﴾. وللتفصيل موضع آخر. وهو الموفق

﴿١﴾ (سورة النساء پاره: ۵ آیت: ۲۴)

﴿٢﴾ قال العلامة علاؤالدين على بن محمد: وقال سعيد بن المسيب وجماعة ان حكم الاية منسوخ وكان نكاح الزانية حراما بهذه الآية ثم نسخت بقوله تعالىٰ (وانكحوا الايامىٰ منكم) فدخلت الزانية في هذا العموم واحتج من جوز نكاح الزانية بما روى عن جابر...... وقيل في معنى الآية ان الفاجر الخبيث لا يرغب في نكاح الصالحة ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاملہ مزنیہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نوجوان عاقل بالغ لڑکی بقائمی ہوش وحواس رضامندی ایک جوان العمر شخص کے ساتھ شادی کرنے کی غرض سے عدالت میں بیان قلم بند کرکے اس سے شادی کرے، گاؤں میں پارٹی بازی ہے اور ہمارا امام صاحب جو مستند عالم نہیں ہے، بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہے اور اب امام بن گیا ہے مسمی مذکورہ کے خلاف شرعاً حکم صادر کیا، جبکہ امام خود بھی ۴۵/ سال ہونے کے باوجود غیر شادی شدہ ہے، امام صاحب کو کہا گیا ہے کہ لڑکی حاملہ ہے لیکن حاملہ ہونے کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے، امام صاحب نے اسی بنیاد پر شادی کرنے والے شخص پر ایک سوبیس آدمی کی روٹی بطور ڈنٹ عائد کی اور اس کے ساتھ سلام وکلام کو بند کیا، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ نیز شادی کرنے والے پر ڈنٹ عائد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق کوہالہ مری براستہ آزاد کشمیر

الجواب: اگر یہ لڑکی حاملہ ہو تو تب بھی نکاح صحیح ہے لیکن وضع حمل سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاوے گا، جبکہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، اور اگر حمل اس لڑکے سے ٹھہرا ہو تو جماع بھی جائز ہے،

فی الدرالمختار: وصح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤها حتی تضع (فروع) لونکحها

(بقیہ حاشیہ)من النساء وانما یرغب فی نکاح فاجرة خبیثة مثله او مشرکة والفاسقة الخبیثة لا ترغب فی نکاح الصلحاء من الرجال وانما ترغب فی نکاح فاسق خبیث مثلها او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین ای صرف الرغبة بالکلیة الی نکاح الزوانی وترک الرغبة فی الصالحات العفائف محرم علی المؤمنین ولا یلزم من حرمة هذا حرمة التزوج بالزانیة.

(تفسیر خازن ۳: ۲۸۰ سورة النور آیت: ۲)

الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له انتهیٰ باختصار یسیر ﴿۱﴾.

ملاحظہ:...... غیر کفو کے ساتھ نکاح نامنظور ہے ﴿۲﴾ اور ڈنٹ رسم جاہلیت ہے۔ وهو الموفق

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسلمان ہوگئی اور دادا نے جبراً ایک غیر مسلم کو نکاح پر دے دی کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عصمت بیگم زیدہ مردان......۱۴/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کے درمیان عقد نکاح نامنظور اور کالعدم ہے، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو یا کرہاً ہو، اور خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب، کما فی البدائع (۲: ۲۷۱) ومنها اسلام الرجل اذا کانت المرأة مسلمة فلا یجوز انکاح المؤمنة الکافر لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا (الآیة) ...... والنص وان ورد فی المشرکین لکن العلة وهی الدعاء الی النار یعم الکفرة اجمع فیتعمم الحکم بعموم العلة فلا یجوز انکاح المسلمة الکتابی کما لا یجوز انکاحها الوثنی والمجوسی لان الشرع قطع ولایة الکافرین عن المؤمنین بقوله تعالیٰ: ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا (الآیة) ﴿۳﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۶، ۳۱۷ قبیل مطلب فی ما لوزوج المولیٰ امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاولی...... وله ای للولی اذا کان عصبة ...... الاعتراض فی غیر الکف فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح مالم تلدمنه ویفتی فی غیر الکف بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۲ باب الولی)

﴿۳﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ من شروط صحة النکاح ان لا تکون مشرکة)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائیہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ہو، اگر ایک مسلمان عیسائیہ عورت سے اس امید پر نکاح کرے کہ وہ مسلمان بنا ظاہر کرے کہ نکاح کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی تو اس صورت میں اس عیسائیہ سے نکاح کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں؟ **بینوا توجروا**

المستفتی: سید رحیم اللہ شاہ اضاخیل بالا نوشہرہ......۱۴۰۲ھ

الجواب: موجودہ دور کے عیسائی مسئلہ نبوت، قیامت، اور جنت و دوزخ سے منکر ہوئے ہیں لہٰذا ان سے نکاح جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر ان میں سے کوئی عورت ان امور پر قائل ہو تو اس سے نکاح

﴿۱﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں ایسوں کیلئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۲:۲۱۳ کتاب النکاح وتفسیر بیان القرآن ۳:۹)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ۲،۱: ۱۶۰)

وقال العلامة شبیر احمد العثمانی: ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا..... موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔

(فوائد عثمانیه علی تفسیر عثمانی ۱۴۶ سورة المائدة پاره:۶)

درست ہے،لیکن بہتر نہیں ہے، کما فی الھندیۃ ۱: ۲۸۱ ویجوز للمسلم نکاح الکتابیۃ الحربیۃ...... والاولیٰ ان لا یفعل﴿۱﴾. اور بسا اوقات ایک غیر افضل کام عوارض خارجیہ کی وجہ سے افضل ہو جاتا ہے، پس اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن یا مظنون ہو تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے، لیکن واقعات یہ ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے اور شوہر کا اور شوہر کی اولاد کا خلاف اسلام امور سے مالوف ہونا مظنون ہوتا ہے پس یہ حیلہ اور بہانہ سود مند نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان نوجوان عرصہ سات سال سے اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک عیسائی ملک چلا گیا ہے اس وطن کے قوانین کے مطابق وہاں سکونت اختیار کرنے کیلئے عیسائی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت والدین مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی چاہتے ہیں:

(۱) کیا موجودہ زمانہ کے عیسائی کتاب وسنت میں مذکور عیسائیوں جیسے اہل کتاب سمجھے جاتے ہیں؟

(۲) جن کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے ان میں تثلیث پرست شامل ہیں یا نہیں؟......

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿۲﴾ قال العلامۃ عبد الرحمن الجزیری: الحنفیۃ قالوا یحرم تزوج الکتابیۃ اذا کانت فی دار الحرب غیر خاضعۃ لاحکام المسلمین لان ذلک فتح لباب الفتنۃ فقد ترغمہ علی التخلق باخلاقھا التی یأباھا الاسلام ویعرض ابنہ للتدین بدین غیر دینہ ویزج بنفسہ فیما لا قبل لہ بہ من ضیاع سلطتہ التی یحفظ بھا عرضھا وغیر ذلک من المفاسد فالعقد وان کان یصح الا ان الاقدام علیہ مکروہ تحریما لما یترتب علیہ من المفاسد اما اذا کانت ذمیۃ ویمکن اخضاعھا للقوانین الاسلامیۃ فانہ یکرہ نکاحھا تنزیھا.

(الفقہ علی المذاهب الاربعۃ ۴: ۷۴ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

(۳) اور لڑکی عیسائی رہے کیا ان کا نکاح جائز ہوگا؟

(۴) نکاح کرنے سے پہلے یا بعد یہ لڑکی سسر کے ساتھ خط وکتابت شروع کرے کیا اس کا جواب دینا چاہئے؟

(۵) شادی کے بعد وہ بہو ہر مسلم وغیر مسلم سوسائٹی میں شوہر کے ہمراہ یا اس کے بغیر نقل وحرکت کرتی ہے اس صورت میں خواہ بہو عیسائی رہے یا مسلمان ہو جائے تو سسر بہو سے خط وکتابت اور لڑکی کے پاس آجا سکتا ہے؟......

(٦) بیٹا عیسائی مذہب اختیار کر لے تو اس صورت میں عیسائی بیٹے اور بہو سے کون سی تعلقات کی ممانعت ہوگی؟

نوٹ:......لڑکے نے والدین کو اس طرح کا ایک خط لکھا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

''میں لڑکی کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہوں اس کی ذات پات، اس کے رنگ، مذہب اور ملکیت وغیرہ کو نہیں پرکھتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق ہے جو باتیں پاکستان میں ضروری سمجھی جاتی ہیں ان کا یہاں شمار نہیں ہوتا مشرق اور مغرب کا ملاپ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکے گا، شادی کے بعد بھی میری طرف سے آپ سے وہی رشتہ رہے گا''۔

المستفتی: غلام نبی مدرسہ عربیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ......۱۹۷۲ء/۳/۱٦

الجواب: (۱) چونکہ موجودہ زمانہ کے عیسائی اکثر طور دہری بن چکے ہیں لہٰذا ان پر بلا تحقیق اہل کتاب کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا نبوت اور ارسال کتب سے منکر ہیں یا قیامت اور جنت ودوزخ سے منکر ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہوں گے۔﴿۱﴾......

﴿۱﴾ قال الشیخ العلامۃ الحافظ محمد ادریس الکاندھلوی: اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ مذہباً اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اعتقاد تثلیث اور بنوت عیسیٰ (عیسیٰ ابن اللہ) اہل کتاب ہونے میں مخل نہیں ہے، لانهم كانوا يعتقدون بهما في زمنه ﷺ وهو ظاهر المذهب ﴿۱﴾.

(۳) اگر یہ لڑکی اہل کتاب ہو یعنی پیغمبر اور کتاب منزل کو مانتی ہو تو نکاح جائز ہے۔

(۴) خط وکتابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵) نقل وحرکت میں مسلمہ وغیر مسلمہ کا خاص فرق نہیں ہے، خط وکتابت اور آنا جانا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۶) اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ:...... یہ زندقہ کے الفاظ ہیں۔ وهو الموفق

شیعہ سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی عورت کا شیعہ

(بقیہ حاشیہ) نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔
(تفسير معارف القرآن ۲: ۴۴۶ سورة المائدة آيت: ۵ پاره: ۶)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في البحر وحاصله ان المذهب الاطلاق لما ذكره شمس الائمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة اولا لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه في فتح القدير بان القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارىٰ انقرضوا لاكلهم مع ان مطلق لفظ الشرك اذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف الى اهل الكتاب الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ قوله وصح نكاح كتابية باب المحرمات)

آدمی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکی کی مرضی نہ ہو اور اس کے والدین نے پیسوں کی خاطر نکاح کر کے دے دیا ہو پھر یہ لڑکی اس سے بھاگ کے آگئی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، کیا یہ دوسرا نکاح بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد اکرم مین بازار سرگودھا......۱۹۷۲ء/۴/۲۵

الجواب: اگر والدین نے اس لڑکی کو بغیر اس کی مرضی کے نکاح سے دیا ہو تو یہ نکاح نامنظور اور کالعدم ہے بشرطیکہ لڑکی بالغہ ہو اور اطلاع نکاح پاتے ہی رد کر دیا ہو، (فی الھندیة ۱: ۳۰۵) لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها ﴿۱﴾ اور اگر نکاح حالت عدم بلوغ میں ہوا ہو اور یہ شیعہ کافر ہو یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف ہو وھکذا، تو یہ نکاح کالعدم اور نامنظور ہے اور دوسرا نکاح (سنی مسلمان) کے ساتھ درست ہے، لانہ کافر صرح بہ فی ردالمحتار ۳: ۴۲۸ ﴿۲﴾ ونکاح المسلمة من الکافر لا یصح اجماعا ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی اوان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳: ۳۲۱ مطلب فی حکم سب الشیخین)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: ولا یحل للمسلمة ان تتزوج الکتابی، کما لایحل لها ان تتزوج غیره (ای غیر الکتابی من الکافر) فالشرط فی صحة نکاح المسلمة ان یکون الزوج مسلماً ودلیل ذلک قوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن، (البقرة) وقوله مخاطباً للرجال: ولا تنکحوا المشرکین حتی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شیعہ عورت یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات سے نکاح کا کیا حکم ہے، کیا عدم جواز اس صورت میں ہے کہ عورت شیعہ ہو اور مرد سنی ہو یا عورت سنی اور مرد شیعہ ہو، تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سردار کوہاٹ......۱۹۷۸ء/۱۰/۵

الجواب: پاکستانی اور ایرانی شیعہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ یہ لوگ ضروریات دین سے منکر ہیں، کما یدل علیہ مافی ردالمحتار ۳:۴۲۸ وکذا قال فی شرح منیۃ المصلی ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لا یکفر بخلاف من ادعی ان علیا اله وان جبرئیل غلط (الی ان قال الشامی) وکذا یکفر قاذف عائشة ومنکر صحبة ابیها لان ذلک تکذیب صریح القرآن کما مر فی الباب السابق﴿۱﴾۔ لہٰذا شیعہ عورت یا مرد سے نکاح ان کی کفر کی وجہ سے جائز نہیں ﴿۲﴾ ای لکفرهم بعد ادعاء اسلامهم وهو ارتداد

(بقیہ حاشیہ) یؤمنوا، (البقرة) فهاتان الآیتان تدلان علی انه لا یحل للرجل ان ینکح المشرکة علی ای حال کما لایحل للمرأة ان تنکح المشرک علی ای حال الابعد ایمانهم ودخولهم فی المسلمین۔ (الفقه علی المذاهب الاربعة ۴:۷۳ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳:۳۳۹ قبیل مطلب الامام یصیر اماما بالمبایعة)

﴿۲﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: لا یحل وطٔ المشرکات بنکاح ولا بملک یمین لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن، (الآیة)...... واما المرتدة فلا یجوز لمسلم ولا لکافر ولا لمرتد نکاحها لانه لاملة لها للحال لانها ترکت ملة الاسلام فلا تقر علی ما صارت الیه من الملة۔

(تحفة الفقهاء ۲:۱۹۲،۱۹۳ بحث التحریم بسبب الشرک)

فی الحقیقة﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

رافضی اور شیعی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا اہل سنت والجماعت قریشی ہاشمی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتا ہے بدقسمتی سے میرے بڑے چچا نے نودس سال گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران میں بسر کر کے جب واپس پاکستان آئے تو کٹر قسم کے رافضی اور شیعہ بن کر آئے اور آج تک اس مسلک پر قائم ہے، بدقسمتی سے میرے چھوٹے چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی لڑکی دینے کا ابھی تک صرف وعدہ ہی کر رکھا ہے جبکہ وہ داماد بھی اپنے والد کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہے ہم سب خاندان نے ان سے قطع تعلق کر لیا ہے اب اس رشتہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد قریشی راولپنڈی......۷/ رمضان ۱۳۹۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ ایران اور پاکستان کے روافض اسلام سے خارج ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح باطل اور کالعدم ہے، اما خروجهم عن الاسلام فلانهم بعتقدون بتحريف القرآن سراً ويتهمون بالافک علی الصديقة وينكرون صحبة ابيها، وفي ردالمحتار ۲:۳۹۸ وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي (رضي الله عنه) او ان جبرئيل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (المرتد) شرعا الراجع عن دين الاسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان، قال ابن عابدين: هذا بالنسبة الى الظاهر الذى يحكم به الحاكم والا فقد تكون بدونه كما لو عرض له اعتقاد باطل او نوى ان يكفر بعد حين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۰۹ باب المرتد)

فهو کافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدین بالضرورة﴿۱﴾، انتهیٰ بقدر الضرورة.
واما عدم صحة النکاح فلقوله تعالیٰ: فان علمتموهن مؤمنات (الآیة) (ممتحنة)﴿۲﴾
قلت: انهم ادعو الاسلام اجمالا فی بدء الامر ثم خرجوا منه فی العاقبة فیکونون مرتدین ولا یکونون مثل اهل الکتاب لانهم یدعوا الاسلام فافهم، فانه من مزال الاقدام﴿۳﴾ اوراگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ رافضی (ناکح) اسلام سے خارج نہیں ہے ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے﴿۴﴾ تو اس میں عدم کفاءت کے احکام جاری ہوں گے﴿۵﴾ پس بہرحال اس نکاح سے اجتناب ضروری ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)
﴿۲﴾ (سورة الممتحنة پارہ: ۲۸ آیت: ۱۰)
﴿۳﴾ قال العلامه محمد امین افندی: ویجب اکفار الروافض بقولهم برجعة الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح وانتقال روح الا له الی الائمة وان الائمة آلهة وبقولهم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنهی الی ان یخرج وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی کرم الله وجهه واحکام هؤلاء احکام المرتدین...... اعلم ان المفهوم من هذه النقول المنقولة عن علماء مذهبنا وغیرهم ان المحکوم علیه بالکفر فی هذه المسائل حکمه حکم المرتد.
(رسائل ابن عابدین ۱: ۳۵۹ تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام)
﴿۴﴾ قال العلامة الآفندی: واما المعتزلة فمقتضی الوجه حل مناکحتهم لان الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدین. (فتاویٰ الشامیة ۲: ۳۱۴ تحت قوله وصح نکاح کتابیة فصل فی المحرمات)
﴿۵﴾ وفی الهندیة: تعتبر الکفاءة فی الدیانة...... فلا یکون الفاسق کفأ للصالحة سواء کان معلن الفسق اولم یکن . (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۹۱ الباب الخامس فی الاکفاء)

شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح منعقد ہوا جس میں لڑکی کا والد شیعہ تھا اس مجلس میں ایک مولوی صاحب بھی بیٹھا ہوا تھا جو اہل سنت سے تھا، ان کے متعلق اب بعض حضرات پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ نکاح اگرچہ اہل سنت کا تھا مگر لڑکی کا والد شیعہ تھا اسلئے اس مجلس میں یہ مولوی صاحب جو بیٹھا تھا یہ مجرم ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: انسپکٹر غلام رسول......۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: ایسی مجلس میں شامل ہونے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے البتہ نکاح محرم میں شمولیت کرنا محرم ہے، لکونہ تعاونا علی المعصیة ﴿۱﴾ وتقریرا للمنکر ﴿۲﴾. وھو الموفق

سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی المذہب ہے اور صالح شیعہ غالی ہے اب زید نے اپنی سنی لڑکی کا نکاح صالح کے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ باپ جیسا غالی شیعہ ہے، اس مجلس نکاح میں عام مسلمانوں نے بھی شرکت کی، اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان شرکاء عقد کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ان مذکورہ شرکاء کو نماز عید، جمعہ، جنازہ وغیرہ میں شریک ہونے دیا جائے یا

﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (الآیة).

(سورۃ المائدۃ پارہ: ۶ آیت: ۲)

﴿۲﴾ عن جریر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا، رواہ ابوداؤد وابن ماجة.

(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۴۳۷ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی)

نہیں؟ اور لڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی اور جگہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عطاء اللہ چکڑ الوی میانوالی......۱۹۷۶ء/۲/۵

الجواب: یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے، لکون الزوج کافراً کما فی ردالمحتار ۳۹۸:۲ وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبرئيل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة ﴿۱﴾ یہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اور یہ ناکح اور گواہ اور نکاح خوان اگر مستحل ہوں تو ان پر توبہ ﴿۲﴾ اور تجدید نکاح ضروری ہے ﴿۳﴾ ورنہ ضروری نہیں ہے اور نماز وعبادت سے ان کا روکنا حرام ہے۔ وهو الموفق

قادیانی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال قبل ایک عورت کا نکاح ایک آدمی سے ہوگیا تھا ابھی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس کے دو بچے بھی ہوگئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اختر......۱۹۷۷ء/۱۰/۳۰

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۳۱۴:۲ فصل في المحرمات كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال الملا علي قاري: اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره او ثبت بدليل ظني، وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره فقال من استحل حراما وقد علم في دين النبي ﷺ تحريمه كنكاح ذوي المحارم او شرب الخمر او اكل ميتة او دم او لحم خنزير من غير ضرورة فكافر.

(شرح فقه الاكبر ۱۵۲ ومنها استحلال المعصية)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ما يكون كفرا اتفاقا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: چونکہ قادیانی ضروریات دین سے انکار اور زندقیت کی وجہ سے کافر ہیں ﴿۱﴾ لہٰذا اس کا یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اور عورت کو جلدی جدا ہونا چاہئے ﴿۲﴾ اور اہل اسلام پر اس کی معاونت ضروری ہے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) یبطل العمل والنکاح.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۳۲۸:۳ باب المرتد)

﴿۱﴾ قال العلامة مفتی کفایت الله الدھلوی: مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں نبوت، مجددیت، محدثیت، مسیحیت، مہدویت کا اتنی صراحت اور اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ملت اسلامیہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں خواہ وہ نبوت ظلیہ بروزیہ جزئیہ کی تاویلات رکیکہ کی پناہ لے یا کھلم کھلا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہو مرزا قادیانی کے کفر کی اور بھی وجوہ ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، معجزات قرآنیہ کا انکار اور ناقابل اعتبار تاویلات سے ان کو رد کرنا یا استہزاء کرنا، اور چونکہ یہ امور مرزا صاحب کی تالیفات میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں اسلئے لاہوری جماعت کا انکار اور تاویلیں بھی لاہوری جماعت کو کفر سے نہیں بچاسکتیں، اگرچہ یہ دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی ہیں لیکن عالم اسلام کے معتمد علیہ علماء ان دونوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

(کفایة المفتی ۱: ۳۲۳ فصل چھارم فرقه قادیانی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وحرم نکاح الوثنیة) ...... ویدخل فی عبد الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة وفی شرح الوجیز وکل مذھب یکفر به معتقده قلت وشمل ذلک الدروز والنصیریة والتیامنة فلا تحل مناکحتھم الخ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال الله تعالیٰ: وتعاونوا علی البر والتقویٰ.

(سورة المائدة پاره: ۶ آیت: ۲)

مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاون کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی شخص نے اپنی لڑکی کی مرزائی شخص سے شادی کردی، جس کا عقد نکاح مرزائی نکاح خواں سے کرایا گیا، اور نکاح نامہ کی چار فہرستیں ٹائپ کر کے متعلقہ وارڈ نکاح رجسٹرار کو روانہ کیں، یعنی دفتر ٹاؤن کمیٹی میں فارم بھیج دیئے، نکاح رجسٹرار نے ان فارموں کو پڑھے بھی نہیں ہیں اب صرف فارم بوساطت نکاح رجسٹرار ٹاؤن کمیٹی کو روانہ کرنے ہیں کیا اس روانہ کرنے پر شرعی گرفت ہوگی؟ کیونکہ یہ تو مالا یطاق ترک موالات کی صورت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم کھوٹہ راولپنڈی

الجواب: اگرچہ اس میں حرج نہیں ہے لیکن آپ کیلئے ضروری ہے کہ ایسے عمل سے بھی بچنے کی کوئی تدبیر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قادیانی عورت مسلمان ہوکر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شادی شدہ جو مرزائی عقیدہ رکھتی تھی، قادیانی شوہر اور اس کے درمیان بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہوگیا، ذہنی تضاد کے باعث شوہر سے قانونی طور پر علیحدگی اختیار کرلی، اور آٹھ ماہ تک ایک سنی العقیدہ شخص کی کفالت میں رہی، اسی دوران میں اس کا شوہر مباشرت کرنے اور نان نفقہ دینے میں ناکام رہا، عورت نے دو مسلمان گواہوں کے روبرو عدالت میں پیش ہوکر مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کردیا اور ایک ممتاز عالم دین کے دست مبارک پر

﴿۱﴾ قال العلامة عمادالدین ابن کثیر: یامر الله تعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر، وترک المنکرات وهو التقویٰ وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم۔

(تفسیر ابن کثیر ۲:۱۰ سورہ المائدۃ آیت:۲)

اسلام قبول کیا، علماء دین نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر عدت کے دوران میں شوہر نے بھی اسلام قبول کر لیا، تو صحیح ورنہ بعد از عدت یہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی، لیکن حکام نے اس فتویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ملکی عائلی قوانین کے تحت اسے قادیانی کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا، کیا شرعاً یہ اس قادیانی کی بیوی ہوسکتی ہے؟ نیز ہم مذکورہ حکام کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے مستحق ہیں کہ ایک مسلمان عورت کو مرزائی کی زوجیت میں دے کر زنا کاری پر مجبور کر کے اسلام کی توہین کی جارہی ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عجائب گوندل تھر پارکر، ۱۹۶۹ء/۱۰/۹

الجواب: اگر اس عورت نے مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت دونوں سے انکار کیا ہو اور مرزائیوں کے تمام عقائد سے بیزار ہوئی ہو تو اس عورت کو قادیانی کے حوالہ کرنا حرام ہے﴿۱﴾ اور ہمیشہ کیلئے زنا پر مجبور کرنا ہے جو کہ مسلمان حاکم اور محکوم تمام کیلئے بدنما داغ ہے۔ وهو الموفق

قادیانی سے نکاح کالعدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی (لاہوری) سے کیا گیا، اور اولاد بھی پیدا ہوئی، پھر پوتے پوتیاں اب جبکہ وہ غیر مسلم قرار دئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملازم حسین راولپنڈی......۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: یہ نکاح حرام اور کالعدم ہے اور اولاد کا نسب صرف والدہ سے ثابت ہے اور اسی مرزائی سے ثابت نہیں، کما فی الدر المختار ۳: ۵۵۵ وفی مجمع الفتاویٰ نکح کافر مسلمة

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: واذا اسلم احد الزوجين عرض الاسلام على الآخر فان اسلم فبها والا بان ابى اوسكت فرق بينهما.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲. ۲۲۴ باب نكاح الكافر)

فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل ﴿۱﴾. وھوالموفق

لاعلمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گجرات کا رہائشی ہوں میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں شہباز یہ نوشہرہ صدر سے اسلامی فقہ کے مطابق نکاح کیا نکاح مولانا.........خطیب مسجد درزیان نے پڑھایا، اس دوران میں لڑکی نے خود کو مسلمان حنفی مذہب ظاہر کیا، ساڑھے تین سال جدہ میں میرے پاس آبادرہی، میں نے مسمی مذکورہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کا کہا تو اس نے نازیبا الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ میرا حج اکبر دسمبر میں ربوہ میں ہوتا ہے میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انکار کے بعد میں نے طلاق ثلاثہ دے کر پاکستان رخصت کیا، پوچھنا یہ ہے:

(۱) کہ بوجہ لاعلمی اس نکاح کے دوران میں جماع کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً کوئی تعزیر ہے؟

(۲) بعد میں سول جج باختیارات فیملی جج گجرات نے نکاح کو غیر شرعی قرار دے دیا ان کی قادیانیت ثابت ہوگئی، تاہم اس نکاح کے کرنے والے مولوی پر کوئی گناہ ہوگا؟ یا گواہان گنہگار ہوں گے؟

(۳) بوقت نکاح حق مہر پانچ ہزار معجل اور پانچ ہزار مؤجل رکھا تھا وہ نکاح کے دوسرے دن دے دیا تھا اب انکاری بھی ہے۔ اور عدالت سے رجوع کیا ہے اس مہر کا کیا حکم ہے؟......

(۴) اپنے سامان کے علاوہ تقریباً پچیس ہزار کا میرا سامان بھی لے گئی ہے اس کو واپس کرسکتا ہوں یا وہ اس کا ہوگا؟

(۵) ربوہ کا عقیدہ اور غلام احمد کو نبی کہنے والے اگر مسلمان کے ساتھ دھوکہ یا مذہبی توہین کا ارتکاب کریں تو حاکم وقت ان کا محاسبہ کرے گا یا نہیں؟ نیز حکومت نے ان کو غیر مسلم قرار دیئے ہیں، مگر یہ لوگ شناختی

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸۷ قبیل باب الحضانة)

کارڈ، پاسپورٹ اور مسلم فیملی لاء ۱۹۶۸ء کی عدالتوں کو دھوکہ دینے کیلئے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں کیا یہ لوگ مسلم فیملی لاء ۱۹۶۹ء کے تحت مسلمان کے خلاف دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اورنگزیب خان لودھی کنجاہ گجرات......۱۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) قادیانیہ عورت مرتدہ ہے اور مرتدہ سے نکاح ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے (شامی﴿۱﴾ بحر)﴿۲﴾. اور لاعلمی کی وجہ سے اس خاوند پر کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے، خصوصاً جبکہ شبہ عقد موجود ہے (شامی)﴿۳﴾.

(۲) چونکہ ناکح، خطیب (نکاح خوان) اور گواہان نے لاعلمی کی وجہ سے متعلقہ کارروائی کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا ان میں سے کوئی بھی مجرم اور گنہگار نہیں ہوگا، لحدیث ورد بذلک﴿۴﴾......

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويبطل من النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث، قال ابن عابدين: النكاح اى ولو لمرتدةمثله.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۳: ۳۳۰ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: فلا يتزوج المرتد مسلمة ولا كتابية ولا مرتدة ولا يتزوج المرتدة مسلم ولا كافر ولا مرتد.

(البحر الرائق ۳: ۲۰۹ باب نكاح الكافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا حد ايضا بشبهة العقد اى عقد النكاح، قال ابن عابدين: اى ما وجد فيه العقد صورة لاحقيقة...... او لكون اختها مثلا فى نكاحه او هى مجوسية او مرتدة فلا حد عليه وان علم الحرمة.

(الدرلمختار مع ردالمحتار ۳: ۱۶۸ مطلب فى بيان شبهة العقد كتاب الحدود)

﴿۴﴾ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال ان الله تجاوز عن امتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه رواه ابن ماجة والبيهقى وفى الجامع رواه ابن ماجة عن ابى ذر والطبرانى والحاكم فى مستدركه عن ابن عباس وفى...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(۳) صورت مسئولہ میں شبہ عقد کی وجہ سے حد ساقط ہے اور جماع کی وجہ سے مہر لازم ہے (شامی) ﴿۱﴾
(۴) آپ اپنے سامان یا اس کی قیمت لینے کے مجاز ہیں۔
(۵) مرتد لوگ اس دعویٰ کے مجاز نہ ہوں گے بلکہ فراڈ کرنے وغیرہ جرائم کی سزا ملنے کے مستحق ہیں۔ وھو الموفق

مشرکہ عورت سے دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ متشرع دیوبندی مسلک رکھنے والے مسلمان نوجوان مرد کا نکاح ایک بریلوی عقیدہ عورت جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے، عالم الغیب حاضر وناظر اور کارساز بھی ہے بشریت سے منکر ہے، نیز تمام انبیاء عظام اور اولیاء کرام حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر وناظر ہیں وغیرہ، سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الدین اٹک شہر..... ۱۹۸۳ء/۸/۷

(بقیہ حاشیہ) روایۃ للطبرانی عن ثوبان. (مرقاۃ المفاتیح ۱۱: ۱۷۴ باب ثواب ھذہ الامۃ) وفی انجاح الحاجۃ ھامش ابن ماجۃ: ان اللہ تعالیٰ رفع عن امتی الخ (ابن ماجۃ ۱: ۶۵)
وقال العلامۃ ابن عابدین: (رفع عن امتی الخطأ) قال فی الفتح ولم یوجد بھذا اللفظ فی شیئ من کتب الحدیث بل الموجود فیھا ان اللہ وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما.
(ردالمحتار ۱: ۴۵۴ مطلب فی الفرق بین السھو والنسیان)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی: وفی مسئلۃ النسیان اذالحکم فی تزوجھما معا البطلان وعدم وجوب المھر الا بالوطئ کما فی عامۃ الکتب الخ.
(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۲: ۳۱۰ باب المحرمات)

الجواب: ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے، ایسی عورت مرتدہ ہے اوراہل کتاب سے بھی بدتر ہے ﴿۱﴾ لقوله تعالىٰ: ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن (الآية) ﴿۲﴾. وهو الموفق

قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر ونیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پرست، پیر پرست غیر اللہ کے نام نذر ونیاز دینے والے اور دوسرے شرکیہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد شریف کیملپور.....۱۹۷۵ء/۲/۱۰

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے شخص کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح درست نہیں ہے، کما فی الهندية ۱: ۲۹۹ ويدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدير ﴿۳﴾. وهو الموفق

پرچمی وخلقی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ افغانستان میں پرچمی اور

﴿۱﴾ وفی الهندية: لا يجوز نكاح المجوسيات ولا الوثنيات ويدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدير.

(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ آیت: ۲۲۱)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرک)

خلقی ہیں اورمجاہدین کے مقابلہ میں لڑتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے اوران کے نکاح ختم ہو چکے ہیں یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی محمود حقانی ۱۹۸۷ء/۲/۱۴

الجواب: ہراس شخص جس کا عقیدہ کمیونزم ہواور کمیونزم کوموجب ترقی اوراسلام کوموجب تنزل کہتا ہووہ مرتد ہے﴿۱﴾ان کے ساتھ نکاح جائزنہیں،اوران کی زوجات کے ساتھ بعدازعدت نکاح کیا جاسکتا ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

فسخ نکاح کیلئے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جوکسی آدمی کامنکوحہ ہواورصرف اسی ارادے پرکہ میرانکاح ختم ہوجائے ارتداداختیار کرےاوردوسرے آدمی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾قال العلامة الافندی: ذکر فی المسایرة ان ماینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر، وقال الحصکفی: من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فھو ککفر العناد والکفر شرعا تکذیبه ﷺ فی شیئ مماجاء به من الدین ضرورة.

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

وفی الھندیة:وبتحسین امر الکفار اتفاقا. (فتاویٰ عالمگیریة ۲ :۲۷۷ کتاب الارتداد)

﴿۲﴾قال العلامة الحصکفی: لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشھر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب، قال ابن عابدین: وھل تجب العدة بعد مضی ھذه المدة فان کانت المرأة حربیة فلا لانه لا عدة علی الحربیة وان کانت ھی المسلمة فخرجت الینا فتمت الحیض ھنا فکذلک عند ابی حنیفة خلافا لھما لان المھاجرة لاعدة علیھا عنده خلافا لھما کما سیأتی بدائع وھدایة وجزم الطحاوی بوجوبھا قال البحر وینبغی حمله علی اختیار قولھما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۴ باب نکاح الکافر)

کرے تو کیا یہ پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور جب اسلام قبول کرے تو یہ دوسرا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ......۱۴۰۴ھ/۴/۴

الجواب: عورت کی ارتداد جب خاوند سے جدائی کیلئے ہو تو موجب فسخ نکاح نہیں ہے اور دوسرے خاوند کیلئے مجوز نکاح نہیں ہے، والتفصیل فی ردالمحتار ۲: ۵۴۰ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ایک لڑکی سے چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے نکاح کے وقت دونوں مسلمان تھے بعد میں مرد نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کیا، واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی بھی شیعہ ہو چکا ہے لیکن آدمی خود انکاری ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں اس صورت میں اس شخص کا پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے یا ختم ہوا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ٹانک ڈی آئی خان......۱۹۶۹ء/۱/۱۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: لو ارتدت لمجئ الفرقة منها..... تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ ولو الجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولىٰ من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر قال ابن عابدين: (قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصورا على ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلك سدا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لا كي لاتجعل ذلك حيلة......
ولا يخفىٰ ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولىٰ من الافتاء بما في النوادر الخ.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۴۲۶ باب نكاح الكافر)

الجواب: تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ یہ شخص شیعہ کے اس طائفہ میں داخل ہوا ہے جو کافر ہیں اس وقت تک پہلا نکاح باقی رہے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مہرِ معجّل کی عدمِ ادائیگی سے نکاح کو نقصان نہیں پہنچتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے لڑکے بکر کے رشتہ کے واسطے خالد کے گھر جرگہ لے جاتا ہے خالد انکار کرتا ہے لیکن زید اور خالد کے سسرال خالد کو مجبور کرتے ہیں بالآخر خالد نے ایک شرط لگائی کہ زید بکر کی طرف سے لڑکی کو دس ہزار روپیہ نقد یا اس مالیت کی زمین مہر میں دے، اس شرط کو مانتے ہوئے سسرال یعنی زینب کا جد فاسد نکاح کرا دیتا ہے جبکہ زینب اس وقت نابالغ تھی، بالغ ہونے پر زینب نے انکار کیا خالد نے متعدد دفعہ بکر سے بذریعہ جرگہ کہا کہ شرط پوری کر دو تو رشتہ اٹھالو ورنہ رشتہ نہیں دوں گا، اس بات پر زینب کا جد فاسد اپنی جائیداد بکر کے نام بیع کر دیتا ہے کہ تم شرط پوری کرو، بکر انتقال درج کراتا ہے اور بوقت تصدیق انتقال بکر اس شرط وفاء کو فسخ کر کے روپوش ہو جاتا ہے اور درج شدہ انتقال کاغذات محکمہ مال سے خارج ہو جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر بکر اس شرط کو پورا کرے تو زینب کا نکاح جو جد فاسد نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شرط پورا نہ کرے تو بھی یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زینب اس صورت حال میں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عظیم اللہ خان چھتہ بٹہ ہزارہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وبهذا ظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل في المحرمات قوله وصح نكاح كتابية)

الجواب: زینب خالد کی بیٹی کا نکاح بکر کے ساتھ تاحال موجود ہے لہٰذا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے کیونکہ مہرمعجل کے فیہ ادا نہیں سے نکاح کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، نیز خیار بلوغ کی صورت میں بغیر قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا. لان الحکم عند عدم قبض المعجل المنع الوطی وغیره فی الدر المختار: ولها منعه من الوطی ودواعیه لاخذ ما بین تعجیله انتهیٰ مختصرا، قال العلامة الشامی ۲: ۳۶۷ وکذا لولی الصغیرة المنع المذکور ﴿۱﴾ وفی الهندیة ۱: ۳۰۴ ویشترط فیه القضاء بخلاف خیار العتق کذا فی الهدایة فان اختار الصغیر او الصغیرة الفرقة بعد البلوغ فلم یفرق القاضی بینهما حتی مات احدهما توارثا ویحل للزوج ان یطأها مالم یفرق القاضی بینهما ﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی کو بلا تحقیق خنثیٰ کہہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو سن بلوغ پہنچ جانے پر حیض آتا رہتا ہے پستان عورتوں کی طرح ہیں اس کے علاوہ دایہ بھی اس کی عورت ہونے کا اعتراف کرتی ہے، اس عورت کی شادی ہوگئی اور تین ماہ تک شوہر کے پاس خلوت میں رہی، اب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ جا کیونکہ میرے پاس آپ کا رہنا گناہ ہے، تو عورت نہیں ہے خنثیٰ ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر متعلم حقانیہ......۱۴۰۱/۱/۱۶ھ

الجواب: اگر عقد نکاح ان علامات کے ظہور کے بعد ہوا ہو تو یہ عقد لازم ہے اور یہ عورت

﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۳۸۸، ۳۸۹ مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

منکوحہ ہے﴿۱﴾ بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہوسکتی اور یہ شوہر اس اقدام میں ظالم ہے، **یدل علی اصل المسئلة ما فی الهندیة ٦: ٤٦٣ ولو ظهر له ثدی کثدی المرأة او نزل له لبن فی ثدیه او حاض...... فهو امرأة﴿۲﴾. وهو الموفق**

لڑکی کے نکاح میں فریقین کا دعویٰ اور صورت فیصلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی مطلقہ کا نکاح تیرہ جون کو زید کے ساتھ اجلاس عام میں کیا گیا بعد میں اکرم نے اسے اغوا کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ۲۳/ مئی کو اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ اکرم اس تاریخ کو جیل میں پابند سلاسل تھا، اس کے چچا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے جیل میں وکالت لی تھی اور لڑکی کا ماموں کہتا ہے کہ میں نے لڑکی سے وکالت لی تھی، اور یہ دونوں گواہ بھی پیش کرتے ہیں اور زید دعویٰ کرتا ہے کہ ۱۳/ جون کے نکاح کے علاوہ ۲۶/ اپریل پر بندہ نے اس کے ساتھ گندم کی کٹائی کے دوران میں دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا ہے اب متواتر دو جرگوں نے لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں امام صاحب مسجد کا بیان ہے کہ میں تیرہ جون سے ایک ہفتہ قبل اس لڑکی کو اپنے بھتیجے کے نکاح میں لانے کیلئے اس کے گھر گیا لیکن مہر میں راضی نہ ہونے کی وجہ سے واپس آیا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نور حسین شاہ ڈم کلہ کرک......۱۹۶۹ء/۱/۲

﴿۱﴾ قال العلامة الافندی: لو زوجه ابوه او مولاه امرأة او رجلا لا یحکم بصحته حتی یتبین حاله انه رجل او امرأة فاذا ظهر انه خلاف مازوج به تبین ان العقد کان صحیحا والافباطل لعدم مصادفة المحل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ٦: ٤٥٧ الباب التاسع فی میراث الخنثیٰ)

الجواب: اگر زید نے ۲۶/اپریل کے عقد نکاح کے گواہ حکم یا حاکم کے سامنے پیش کیے تو سبقت تاریخ کی وجہ سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور فریقین کیلئے شہادت پیش کرنے سے قبل عورت اس کی ہوگی، جس کیلئے عورت اقرار کرتی ہو، صرح به في جميع معتبرات الفقه، قال صاحب الهداية ۲۱۶:۳ ويرجع الى تصديق المرأة لاحدهما وهذا اذالم يوقت البينتان فاما اذا وقتا فصاحب الوقت الاول اولىٰ (يعني اذا لم يكن الدعوىٰ بعد الطلاق) وان اقرت لاحدهما قبل اقامة البينة فهي امرأته لتصادقهما وان اقام الآخر البينة قضىٰ بها لان البينة اقوىٰ من الاقرار انتهىٰ باختصار يسير﴿۱﴾. وهوالموفق

کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان چار عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بے شمار کنیز بھی رکھ سکتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ جس کتاب کو میں مطالعہ کر رہا تھا اس میں لونڈیوں سے نکاح نہ کرنے کا لکھا تھا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی غلام نبی مردان......۱۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: مسلمان لونڈی سے مالک بغیر نکاح کے جماع کرسکتا ہے، لقوله تعالىٰ: الا على ازواجهم او ماملكت ايمانهم﴿۲﴾ لیکن بشرطیکہ یہ کنیز مسلمان یا اہل کتاب ہو لان محل الجماع هو هذا كما في ردالمحتار﴿۳﴾......

﴿۱﴾ (هداية ۲۱۸:۳ باب مايدعيه الرجلان)

﴿۲﴾ (سورة المؤمنون آیت:۶ پاره:۱۸)(وسورة المعارج آیت:۳۰ پاره:۲۹)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وحرم نكاح المولىٰ امته والعبد سيدته لان المملوكية تنافي المالكية...... وحرم نكاح الوثنية بالاجماع قال ابن عابدين:......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

...... والبدائع﴿۱﴾ اپنی کنیز سے نکاح نہیں کیا جائے گا، لانہ کاستیجار مملوکہ﴿۲﴾وایضا لقولہ تعالیٰ: کمامر. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وافاد بحرمة النکاح حرمة الوطٔ بملک الیمین کما یأتی...... قولہ کتابیة اطلقه فشمل الحربیة والذمیة والحرة والامة الخ.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۱۴ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: والاصل ان لا یحل وطء کافرة بنکاح ولا بملک یمین الا الکتابیات خاصة.

(البدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ مبحث عدم نکاح المشرکة)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا یتزوج المولیٰ امته ولا المرأة عبدها لان النکاح ما شرع الامثمراً بثمرات مشترکة بین المتناکحین والمملوکیة تنافی المالکیة فیمتنع وقوع الثمرة علی الشرکة. (هدایة ۲: ۳۱۰ فصل فی بیان المحرمات)

قال اللہ تعالیٰ :
وانزل من السمآء مآء،
فاخرجنا به ازواجا من
نبات شتیٰ۔
﴿طٰہٰ:۵۳﴾

الله
الله
مسائل شتی

مسائل شتیٰ[1]

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بیماری کی حالت میں لکھے اور سہ ماہی الفرید میں دارالافتاء کے عنوان سے شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد:۷ شمارہ:۱ سے جلد:۸ شمارہ:۴ تک کے ان مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔.....(از مرتب)

سلام کے الفاظ میں اضافی کلمات کی مقدار

سوال: اگر کوئی شخص السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کہدے تو جواب دینے والا اس پر اضافی کلمات کہیں گے یا نہیں؟ مثلاً ومغفرته وغیرہ؟

الجواب: افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اور مجیب دونوں "وبرکاته" تک الفاظ کہدیں، کما فی الهندیة ۵: ۳۲۵ والافضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته والمجیب کذلک یرد، ولا ینبغی ان یزاد علی البرکات شیئ قال ابن عباس رضی الله عنهما لکل شیئ منتهیٰ ومنتهی السلام البرکات کذا فی المحیط﴿۱﴾.

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۲۵ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

البتہ ابو داؤد۲:۳۵۹ باب کیف السلام میں ومغفرتہ کالفظ آیا ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکلنا مستحب ہے

سوال: زلزلہ کے وقت مکان سے باہر فضا میں نکلنا جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب: زلزلہ کے وقت چونکہ مکان اور چھت گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے فضا میں نکلنا مستحب ہے، کما فی الھندیة ۵: ۳۷۹ رجل کان فی البیت اخذته الزلزلة لا یکره له الفرار الی الفضاء بل یستحب لما روی عن النبی ﷺ انه مر بحائط مائل فاسرع فی المشی فقیل له أتفر من قضاء الله قال أفر من قضاء الله الی قضاء الله الخ﴿۲﴾ وھکذا فی البزازیة علی ھامش الھندیة ۲ : ۳۷۱﴿۳﴾.وھو الموفق

﴿۱﴾ عن سھل بن معاذ بن انس عن ابیه عن النبی ﷺ بمعناہ زاد ثم اتی آخر فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته فقال اربعون قال ھکذا تکون الفضائل.

(سنن ابی داؤد ۲: ۳۵۹ باب کیف السلام)

وقال الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی: وفی الدرالمختار لا یستحب ان یزید علی وبرکاته وقد ورد فی ذلک روایات مرفوعة فی مجمع الزوائد وفی جمع الفوائد عن ابن عباس ان السلام قد انتھی الی البرکة وکذا عن ابن عمر انه کرہ الزیادة وفی الدرالمنثور حکی الانتھاء الی البرکة عن عروة بن الزبیر وھکذا فی العالمگیریة عن علی وابن عباس واورد الحافظ الآثار فی ذلک فی الفتح.

(التعلیق علی بذل المجھود فی حل ابی داؤد ۵: ۳۲۲ باب کیف السلام)

وقال فی اوجز المسالک بعد ما نقل کلام الحافظ: فغایة ما یثبت به الجواز والسنة ما علیھا الروایات المعروفة .(ھامش عمل الیوم واللیلة للدینوری ۱۹۳ باب ثواب السلام)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریه ۵: ۳۷۹ الباب الثلاثون فی المتفرقات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن البزاز الکردری: واذا تزلزلت (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حدیث "من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة" ثابت نہیں ہے

سوال: کیا یہ حدیث ثابت ہے "من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة".

الجواب: ملا علی قاری نے کہا ہے، لا اصل له كما في الموضوعات الكبرىٰ صفحه: ۲۲۵ ﴿۱﴾، وفي الهندية ص ۵: ۳۸۰ اما ما يقولون في حق صفر فذلك شيئ كانت العرب يقولونه (واماالخبرالمذكورة) فهو كذب محض كذا في جواهر الفتاوىٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

گردوغبار ختم کرنے کیلئے راستوں میں بقدر حاجت پانی چھڑکنا

سوال: بارش وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے گردوغبار ختم کرنے کیلئے سڑکوں اورراستوں پر پانی ڈالنا جائز ہے؟ بينوا توجروا

الجواب: بقدر حاجت جائز ہے، کمافی الملتقط (۲۱) لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار فالزيادة على الحاجة لا تحل ﴿۳﴾، وهكذا في

(بقيه حاشيه) الارض وهو في بيته له الفرار الى الصحراء لقوله تعالىٰ ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة وفيه قيل الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين.

(فتاوىٰ بزازية على هامش الهندية ۶: ۳۷۱ كتاب الكراهية التاسع في المتفرقات)

﴿۱﴾ قال العلامة نورالدين ملا على قارى الهروى: حديث "من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة" لا اصل له، وعلى هامشه ذكره تذكرة الموضوعات ۱۱۶ وكشف الخفاء ۲: ۳۲۷.

(الموضوعات الكبرىٰ للقارى ۲۲۵ رقم حديث: ۸۸۶)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ۵: ۳۸۰ الباب الثلاثون في المتفرقات)

﴿۳﴾ (الملتقط في الفتاوىٰ الحنفية ۲۱ كتاب الطهارات)

الهندية ۵: ۳۸۱﴿۱﴾. وهو الموفق

نوافل میں آیت واحدہ کی تکرار مکروہ نہیں

سوال: بعض کتابوں نے نماز حاجت کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔مثلاً پہلی رکعت میں حسبنا الله ونعم الوکیل سوبار دوسری میں وافوض امری الی الله سوبار یا سورۃ اخلاص کو اتنی بار وغیرہ، کیا تکرار آیات ایک رکعت میں جائز ہے؟

الجواب: نفلی نماز میں یہ تکرار مکروہ نہیں اور فرض نماز میں بغیر کسی عذر اور نسیان کے مکروہ ہے، کمافی الهندية ۱: ۱۰۷ واذا كرر آية واحدة مراراً فان كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلك غير مكروه، وان كان في الصلوٰة المفروضة فهو مكروه في حالة الاختيار واما في حالة العذر والنسيان فلا بأس هكذا في المحيط﴿۲﴾. وهو الموفق

روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوکر دوسروں کا سلام پہنچانا جائز ہے

سوال: بعض لوگ روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوکر دوسرے لوگوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔کیا یہ جائز ہے؟ وہاں پر بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

الجواب: یہ سلام پہنچانا جائز ہے، کما في الهندية ۱: ۲۶۵ ويبلغه سلام من اوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك الى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين﴿۳﴾، اور یہ سلف صالحین کا معمول رہا ہے، کما في الملتقط ۹۴

﴿۱﴾وفي الهندية: لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار والزيادة على الحاجة لا تحل. (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۸۱ قبیل کتاب التحری)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱: ۱۰۷ الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره)

﴿۳﴾(فتاوی عالمگیریه ۱: ۲۶۵ خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

قال عمر بن عبد العزیز لرجل اذا قدمت المدینة واتیت قبر النبی ﷺ فاقرأہ منی السلام ﴿۱﴾، سوائے نجدی لوگوں کے کسی نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے۔

نابالغ یا کافر نے آیت سجدہ پڑھ لیا تو مکلّف سامع پر سجدہ واجب ہے

سوال: کسی کافر یا نابالغ نے آیت سجدہ تلاوت کی یہ دونوں چونکہ اہل نہیں ہیں تو ان سے سننے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نابالغ اور کافر پر سجدہ نہیں البتہ سننے والا اگر اہل اور مکلّف ہے تو اس پر واجب ہے، کما فی الملتقط ۵۲ الصبی اذا تلا آیة السجدة لا یجب علیه السجدة وتجب علی من سمع ذلک وکذلک الکافر والحائض ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ۹۴ مطلب فی الحاج عن الغیر)

وقال الشاہ اشرف علی التھانوی: حضرت عمر بن عبدالعزیز (جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں) سے ثابت ہے کہ روضہ اقدس پر سلام پہنچانے کیلئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہوگیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کیلئے سفر جائز ہے لانه اقرب الی الضرورة لکونه عملا لنفسه، اور وہ روایت یہ ہے: فی خلاصة الوفاء ۴۷ للسمھودی المتوفی ۱۰۱۱ھ وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز انه کان یبرد البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول الله ﷺ، وقال الامام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسک له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اھل الفن) وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی المدینة لیقرئ النبی ﷺ السلام ثم یرجع. (کذا کتب الی المولوی محمد شفیع من الدیوبند).

(بوادر النوادر ۴۰۳ تحقیق اعراس وزیارت روضہ مقدسہ)

﴿۲﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة ۵۲ مطلب فی زیارة القبور)

کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا

سوال: کیا کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا جائز ہے۔کیا یہ کاغذ کی بے حرمتی نہیں؟بینوا توجروا

الجواب: کھانا کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کما فی الھندیة ۵:۳۲۲ حکی الحاکم عن الامام انه کان یکره استعمال الکواغذ فی ولیمة لیمسح بها الاصابع وکان یشدد فیه ویزجر عنه زجراً بلیغاً کذا فی المحیط﴿۱﴾،البتہ یہ مخصوص قسم کا کاغذ جو صفائی کیلئے بنایا گیا ہے مکروہ نہیں، لانه لا قیمة له بعد القطع وکذا لیس هذا للکتابة فافهم﴿۲﴾، البتہ انگلیوں کو صاف کرنے سے پہلے چاٹنا سنت ہے،کما فی الهندیة ۵:۳۳۷ ومن السنة لعق الاصابع قبل المسح بالمندیل کذا فی الوجیز للکردری﴿۳﴾.وهو الموفق

امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

سوال: امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ۵:۳۲۲ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾قال العلامة ابن عابدین: واذا کانت العلة فی الابیض کونه آلة للکتابة کما ذکرناه یؤخذ منها عدم الکراهة فیما لا یصلح لها اذا کان قالعا للنجاسة غیر متقوم کما قدمناه من جوازه بالخرق البوالی وهل اذا کان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قیمة لها بعد القطع یکره الاستنجاء بها ام لا الظاهر الثانی لانه لم یستنج بمتقوم نعم قطعه لذلک الظاهر کراهته لو بلا عذر بان وجد غیره لان نفس القطع اتلاف.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۵۰ فصل فی الاستنجاء)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵:۳۳۷ الفصل الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل وما یتصل به)

الجواب: تبع تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص کی صحابیت اور امام مالک کا ان سے روایت کرنا ثابت ہے، ذکرہ فی المرقاۃ ۱۸:۱ وقیل من التابعین اذروی انه روی عن عائشة بنت سعدبن ابی وقاص وصحبتها ثابتة﴿۱﴾. وهو الموفق

موبائل میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا ذکر اللہ کی آواز بھر دینا

سوال: موبائل سیٹوں میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا کسی دوسرے ذکر وغیرہ کی آواز بھردی جاتی ہے۔کیا یہ جائز ہے؟بینوا توجروا

الجواب: چونکہ اس سے مقصود اخبار اور اعلام ہوتا ہے اور فقہاء نے ذکر وغیرہ کو آلہ اعلام واخبار بنانا مکروہ کہا ہے۔ کما فی الدر المختار :وقد کرهوا والله اعلم ونحوه لإعلام ختم الدرس حین یقرر،وقال الشامی :فإنه استعمله آلة للإعلام ونحوه إذا قال الداخل یا الله مثلاً لیعلم الجلاس بمجیئه لیهینوا له محلاً ویوقروه.(۳۰۶:۵قبیل کتاب احیاء الموات)﴿۲﴾ البتہ اس میں ساز وسرود نصب کرنا بھی جائز نہیں۔ عام گھنٹی جو بغیر ساز کی ہو نصب کرنے کی اجازت ہے۔وهو الموفق

مخصوص قسم کے کتوں کے ذریعے قاتل وچور کا کھوج لگانا

سوال: فوجی لوگ مخصوص قسم کے بیرونی ممالک سے کتے لاکران کے ذریعہ قاتل، چور وغیرہ کا کھوج لگاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکوة ۱۸:۱ تذکرة الامام مالک رحمه الله تعالیٰ)

﴿۲﴾(الدر المختار مع ردالمحتار ۳۰۶:۵ قبیل کتاب احیاء الموات کتاب الحظر والاباحة)

الجواب: یہ یقینی نہیں بلکہ ظنی امر ہے، اور تجربہ سے یہ غلط بھی ثابت ہوا ہے، لہٰذا ایک شخص کے متہم ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے یہ عمل جائز نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور اگر اتباع قرائن میں معتبر مانا جائے تو آیت قرآن کو مدنظر رکھنا چاہئے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تقف مالیس لک بہ علم (الآیۃ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ کسی بھی ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کیلئے شریعت مقدسہ نے ظاہر پر بنا کیا ہے کہ یا شہادت شرعیہ موجود ہو جائے یا اقرار سے ثابت ہو جائے تب کوئی ملزم مجرم ثابت ہو سکتا ہے، قال العلامة عبد الله الموصلي: وتثبت السرقة بما يثبت به القذف يعني بالاقرار مرة وبشهادة شاهدين كسائر الحقوق ..... وينبغي ان يلقن المقر الرجوع احتيالا للدرء فقد روى: انه عليه الصلاة والسلام اتى بسارق فقال له: اسرقت؟ ما اخاله سرق؟ ..... ويسأل الشهود عن كيفيتها وزمانها ومكانها وما هيتها ..... ولا بد من حضور المسروق منه عند الاقرار والشهادة والقطع الخ (الاختيار لتعليل المختار ۲:۳۵۷ كتاب السرقه)

اس کے علاوہ کتوں کے ذریعہ معلوم کرنا یا عملیات کے ذریعہ کسی چور وغیرہ یا سحر کرنے والا معلوم کرنا مفید شبہ ہو سکتا ہے لیکن مفید ظن غالب اور یقین ہرگز نہیں ہے، اور شبہات یا ظنیات کی بنا پر کسی کو مجرم ٹھہرانا ہرگز شریعت میں جائز نہیں اور کتوں کے بارے میں تو عام قومی اخبارات میں بھی یہ بیان آیا تھا کہ ضلع کرک میں کتوں کے ذریعے ایک قاتل کا کھوج لگایا گیا تھا پھر مہینہ بعد وہ غلط نکلا اور اصل قاتل کوئی اور تھا، اور امام ولی اللہ الدہلوی نے برائے شناختن دزد القول الجمیل میں ایک عمل لکھا ہے اور اس کے بعد خود فرمایا ہے: قلت ويجب على من اطلع على السارق بامثال هذه ان لا يجزم بسرقته ولا يشيع فاحشته بل يتبع القرائن فانما هي طريق اتباع القرائن قال الله تعالىٰ ولا تقف ما ليس لك به علم (القول الجميل ۱۷۲).

اور حضرت شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں حضرت شاہ صاحب کے اس عمل کے بارے میں استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا تفحص بطریق شرعی کریں لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ یہ عمل کیسا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک بالکل ناجائز اس لئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۴:۸۸ تعویذات و اعمال) ..... (از مرتب)

﴿۲﴾ (سورۃ بنی اسرائیل پارہ: ۱۵ آیت ۳۶)

مردوں کیلئے سرخ کپڑے پہننا جائز نہیں

سوال: بعض لوگ قومی یا طبقاتی تعصب میں سرخ کپڑے پہنتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: مردوں کیلئے سرخ لباس پہننا جائز نہیں ہے کمافی ردالمحتار﴿۱﴾وایضاً رجح الحرمة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة﴿۲﴾،قلت ویؤیدالحرمةالروایات الحدیثیة ایضا﴿۳﴾.وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فا فادانها تحریمیة الخ) هذا مسلم لو لم یعارضه تصریح غیره بخلافه ففی جامع الفتاویٰ قال ابو حنیفة والشافعی ومالک یجوز لبس المعصفر وقال جماعة من العلماء مکروه بکراهة التنزیه وفی منتخب الفتاوی قال صاحب الروضة یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلا کراهة وفی الحاوی الزاهدی یکره للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان او غیره اذا کان فی صبغه دم والا فلا ونقله عن عدة کتب وفی مجمع الفتاویٰ لبس الاحمر مکروه ...... اقول ولکن جل الکتب علی الکراهة کالسراج والمحیط والاختیار والمنتقی والذخیرة وغیرها وبه افتی العلامة قاسم.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۵۲ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾قال العلامة محمد امین: وما فی المجتبیٰ وشرح النقایة لابی المکارم الحنفی لابأس بلبس الثوب الاحمر یفید کراهة التنزیه لکن صرح صاحب تحفة الملوک بالحرمة فافادان المراد کراهة التحریم وهو المحمل عند الاطلاق...... ومثله فی معین المفتی وفی الاختیار شرح المختار ویکره الاحمر والمعصفر لانه علیه السلام نهی عن لبس المعصفر، وفی المحیط ویکره لبس الثوب الاحمر والمعصفر قال علیه الصلاة والسلام ایاکم والحمرة فانها زی الشیطان ولانها کسوة النساء ویکره التشبیه بهن وللعلامة قاسم فتوی مفصلة طویلة فی حرمة لبس الاحمر کمافی فتاویٰ الکازرونی الخ.
(تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۲: ۳۵۵ تحریر مسئلة لبس الاحمر)

﴿۳﴾عن عبد الله بن عمر وقال مر رجل وعلیه ثوبان احمران ... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

خراب انڈا خریدنے کے بعد دکاندار کو واپس کرنے کا مسئلہ

سوال: کسی نے انڈے خریدے، توڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندے اور بے کار ہیں، کیا دکاندار کو واپس کرکے وہ رقم واپس لے سکتا ہے؟

الجواب: دکاندار کو واپس کرکے رقم (قیمت) واپس لے سکتا ہے، کما فی الهداية من اشترى بيضاً او بطيخاً او قثاءً او خياراً او جوزاً فكسره فوجده فاسداً فان لم ينتفع به رجع بالثمن (باب خيار العيب ٣:٢٧)﴿١﴾. وهو الموفق

منگنی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی وغیرہ بھیجنا

سوال: یہاں جب منگنی ہوجاتی ہے تو جانبین ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی وغیرہ بھیجتے ہیں شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے۔

لاوارث میت کے حقوق مالی کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: ایک شخص کی میرے پاس کچھ رقم تھی، میں انکار کررہا تھا، اب اس کا کوئی وارث نہیں ہے، اس کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کروں؟

الجواب: اس لاوارث میت کی جانب سے اس کا وہ مال صدقہ کرے، في شرح فقه الاكبر:

(بقيه حاشيه) فسلم على النبي ﷺ فلم يرد عليه رواه الترمذي وابوداؤد، وعن عمران بن حصين ان نبي الله ﷺ قال لا اركب الارجو ان الخ رواه ابوداؤد.

(مشكواة المصابيح ٢:٣٧٥ كتاب اللباس)

﴿١﴾ (هداية على صدر فتح القدير ٦:١٨ باب خيار العيب)

رجل لہ حق علی خصم فمات ولا وارث لہ تصدق عن صاحب الحق بقدر مالہ علیہ لیکون ودیعة عند اللہ، یوصلھا الی خصمائہ یوم القیامة (۱۵۸)﴿۱﴾.وھوالموفق

وضو میں گردن کا مسح مشروع اور ثابت ہے

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب لاؤڈ سپیکر پر ترجمہ کر رہا ہے کہتا ہے کہ مسح عنق حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: مسح عنق مشروع اور مستحب ہے۔عندنا وعنداحمد وعند الشافعی فی روایة،اورروایات سے ثابت ہے، رواہ ابوعبید والدیلمی وتاریخ اصفھان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انہ امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقہ وقی الغل یوم القیمة،وکذامارواہ ابوداؤد مرفوعاًیمسح راسہ حتی بلغ القذال وھواول القفا وجہ الدلالة ان بلوغ منتھی الیدالی القذال یستلزم مسح العنق،وقال مسدد مسح رأسہ من مقدمتہ الی مؤخرہ حتی اخرج یدیہ تحت اذنیہ وھوواضح الدلالة﴿۲﴾.وھوالموفق

﴿۱﴾ (شرح فقہ الاکبر للقاری ۱۵۸ بحث التوبة)

﴿۲﴾ وفی المنھاج: اعلم ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد وقال بہ الامام الشافعی فی روایة، والحجة علی مشروعیتہ ما رواہ ابوعبید والدیلمی وتاریخ اصفھان عن ابن عمر مرفوعا وموقوفا انہ امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقہ وقی الغّل یوم القیامة وکذا ما رواہ ابوداؤد مرفوعا یمسح رأسہ حتی بلغ القذال وھو اول القفا، وجہ الدلالة ان بلوغ منتھی الید الی القذال یستلزم مسح العنق . وقال مسدد مسح رأسہ من مقدمہ الی مؤخرہ حتی اخرج یدیہ تحت اذنیہ وھو واضح الدلالة، واعلم انہ لم یرو ان العنق من الرأس وکذا لم یثبت اخذ الماء الجدید لہ فالانسب ان یمسح ببلة ظھور الکفین بعد الاذنین.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اجتماعی ختم خواجگان پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہے

سوال: بعض لوگ اجتماعی ختم خواجگان پڑھتے ہیں کیا اس کا ہمیشہ پڑھنا بدعت نہیں؟

الجواب: منکرات (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاًلله) سے خالی ختم خواجگان

(بقیہ حاشیہ)(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۱ :۱۲۸ باب ان الاذنين من الرأس)

وقال العلامة عبد الحئ اللكهنوى: ما روى ابو داؤد واحمد من حديث طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأيت رسول اللهﷺ يمسح رأسه مرة واحدة حتى بلغ القذال، ووقع فى سنن ابى داؤد هو اول القفا...... ومنها ما روى الطحاوى فى شرح معانى الآثار......عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأيت رسول اللهﷺ مسح مقدم رأسه حتى بلغ القذال من مقدم عنقه ومنها ما ذكره ابن السكن فى كتاب الحروف من حديث مصرف بن عمر...... قال رأيت رسول اللهﷺ توضأ فمسح لحيته وقفاه...... ومنها ما رواه ابونعيم فى تاريخ اصبهان من حديث ابن عمران النبىﷺ قال من توضأ ومسح عنقه وقى الغل يوم القيامة ومنها ما رواه الديلمى فى مسند الفردوس من حديث ابن عمر مسح الرقبة امان من الغل يوم القيامة...... ومنها ما رواه ابو عبيد فى كتاب الطهور عن عبد الرحمن بن مهدى عن المسعودى عن القاسم بن عبد الرحمن عن موسىٰ بن طلحة انه قال من مسح قفاه مع رأسه وقى الغل يوم القيامة قال العينى فى شرح الهداية هذا وان كان موقوفا لكن له حكم الرفع لانه لا مجال للرأى فيه، ومنها ما حكاه ابن الهمام من حديث وائل فى صفة وضوء رسول اللهﷺ ثم مسح على رأسه ثلاثا وظاهر اذنيه ثلاثا وظاهر رقبته واظنه قال ظاهر لحيته ثم غسل قدمه اليمنىٰ الحديث رواه الترمذى ثم قال ابن الهمام فيه دليل على ان مسح الرقبة ادب الخ.

(مجموعة سبع رسائل ۵، ۶، ۷ تحفة الطلبة فى تحقيق مسح الرقبة)

حصول برکت کیلئے مشائخ کا مجرب عمل ہے﴿۱﴾، اور کسی بھی امر مندوب اور مستحسن پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہوتا ہے، والمعروف هو الدوام لا الالتزام فافهم﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ...... ☆قال الشيخ العالم الفاضل محمد مراد القزاني: واما هذه الختمات فالمروى منها من قدماء اكابر النقشبندية هو ختم خواجكان وكانوا يستعملونه عند ظهور حادثة ووقوع بلية برعاية شروطه من عدم الزيادة على الاعداد المعينة والنقص عنها ويصرفون همتهم لدفعها لا انهم كانوا يستعملونه في جميع الاوقات وانما كان استعماله واستعمال غيره من الختمات على سبيل الدوام عند مشائخنا المتأخرين ويمكن اختيارهم ذلك على الدوام لامرين احدهما كثرة الحوادث والبلية في زماننا بحيث لا يخلو منها وقت كما يحكم به المشاهدة والثاني ان لكل مقام مقالا ولكل ميدان رجالا فانهم لما رأوعدم تأثر بعض الطالبين من طريق الخفية واحتظاظهم به اختاروا المداومة على تلك الختمات من اجلهم وذلك جائز بل مطلوب الخ.

(هامش رشحات عين الحياة ۲۳۲ بيان الطريقة النقشبندية)

☆قال الاستاذ الكامل السيد محمد حقي النازلي: اعلم ان الامام جعفر الصادق وابويزيد البسطامي وابوالحسن الخرقاني ومن دونهم الى شاه النقشبندية قدس الله اسراهم انهم اتفقوا في قضاء الحاجات وحصول المرادات ودفع البلاء وقهر الاعداء والحساد ورفع الدرجات ووصول القربات وظهور التجليات قد استعملوا هذه الفائدة الجليلة والاسرار العربية وهي الاستغفار مأة مرة والفاتحة سبع مرات الخ.

(خزينة الاسرار الكبرىٰ للحقي ۲۲۰ باب خواص ختم خواجكان)

﴿۲﴾ التزام ما لا یلزم یعنی کسی شے کا اپنی حیثیت سے مافوق اہتمام کرنا بدعت ہوتا ہے التزام دو قسم کا ہے ایک التزام حقیقی کہ ایک شے لازم اور واجب نہ ہو اور اس کے لزوم اور وجوب کا اعتقاد کیا جائے تو یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر کے سوا مکروہ اور بدعت ہے اور دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی چیز کو لازم اور واجب نہیں سمجھتا لیکن پابندی سے ہمیشہ اس کا اہتمام کرتا ہو جیسا کہ [illegible] کا التزام۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روٹی کے اوپر سلاد کے پتے یا نمک رکھنا مکروہ نہیں

سوال: بعض علماء نے لکھا ہے کہ روٹی کے اوپر کاسہ وغیرہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن عام طور پر سلاد اور نمکدان اس پر رکھے جاتے ہیں کیا یہ بھی مکروہ ہے؟

(بقیہ حاشیہ) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی (یا ایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان (البقرة)) اور اسی طرح انصار کی ابتلاء میں یہ آیت نازل ہوئی (لیس البر بان تأتوا البیوت من ظهورها) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا، اسی طرح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ان پر جو نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازمی سمجھ رہے تھے، حیث قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاته یری ان حقا علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه (بخاری ۱: ۱۱۸) اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال. (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکواۃ ۲: ۵۳)

البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے کسی مستحب کا التزام ممنوع ہے اور اس پر دوام مطلوب ہے، قال رسول اللہ ﷺ خیر العمل ما دیم علیه وقال رسول الله ﷺ احب الاعمال الی الله ادومها وان قل، (رواه البخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها) پس امر مندوب و مستحسن پر دوام مندوب ہے، الا تری الی مداومة المحقق البغدادی علی تلاوة سورة الملک کل لیلة حیث حمد الله بذلک مع ان تلاوة سورة الملک من المستحسنات لا من الواجبات وکذا اهتمام بلال رضی الله عنه لتحیة الوضوء واهتمام الصلحاء القیام للتهجد وغیر ذلک من المستحبات.

التزام اور دوام کے درمیان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے پس جو شخص کسی مستحب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے اور التزام کے ساتھ کرتا ہے وہ دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا، اور جو شخص کسی مستحب کو کبھی کبھی کرتا ہے البتہ التزام کے اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں کیا، اور جو شخص کسی مستحب و مندوب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم سمجھتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ مکروہ نہیں ہے، فی الهندية(۵: ۳۴۱) ویجوز وضع کاغذ فیها ملح علی الخبز ووضع البقول علیه قال شمس الائمة الحلوانی کل ذلک جائز﴿۱﴾.

سنن قبلیہ نہیں پڑھے اور امامت کرے

سوال: جو امام ظہر کے پہلے چار سنن نہ پڑھے اور امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصل اربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها (ترمذی ۱: ۵۷) قلت ظاهر هذا الحدیث یدل علی جواز امامة الذی لم یصل الراتبة﴿۲﴾. فافهم

دو آدمی اکٹھا ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے

سوال: کوئی شخص ذبح کر رہا ہو لیکن اس میں پوری قوت نہیں ہے، لہٰذا دوسرا شخص اس کے ساتھ چھری پکڑ کر ذبح کر رہا ہے، تو ان میں سے کس پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے؟

الجواب: دونوں پر پڑھنا واجب ہے، فی الدر المختار: وضع یده مع ید القصاب فی الذبح واعانه علی الذبح سمی کل وجوباً فلو ترکها احدهما اوظن ان تسمیة احدهما تکفی حرمت (۵: ۲۳۵ کتاب الاضحیة)﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نے دوام کیا اور التزام نہیں کیا اور بدعت سے بچ گیا، ہمارے حضرت (مفتی) صاحب کے ایک مرید نے آپ سے کہا کہ ہمیں ختم خواجگان کی اجازت دیجئے تو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اسے فرمایا کہ یہ کوئی لازمی چیز نہیں البتہ مجرب اور مستحسن ہے اور پھر اجازت دیکر فرمایا کہ کبھی کبھی چھوڑ دیا کریں اور طریقے کے اسباق کی پابندی کیا کریں (ماخوذ از مقالات فریدیہ وغیرہ)۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۱ الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل)

﴿۲﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲: ۲۹۴ باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۵: ۲۳۵ قبیل کتاب الحظر والاباحة)

پہلے سلام کرے یا اجازت طلب کرے؟

سوال: کوئی شخص مکان کے اندر یا کمرہ میں بیٹھا ہوا اور دوسرا شخص آ جائے تو پہلے سلام کرے گا یا اجازت طلب کرے گا؟

الجواب: پہلے اجازت مانگے گا پھر سلام کرے گا، بخلاف الفضاء کہ پہلے سلام کرے گا پھر کلام کرے گا، کما فی الهندية (۵: ۳۲۴) اذا اتی الرجل باب دار انسان يجب ان يستأذن قبل السلام ثم اذا دخل يسلم اولا ثم يتكلم وان كان في الفضاء يسلم اولا ثم يتكلم ﴿۱﴾. وهو الموفق

کیک اور ڈبل روٹی چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے

سوال: بعض لوگ چھری یا چاقو کے ساتھ ڈبل روٹی اور کیک کاٹتے ہیں کیا یہ بے ادبی نہیں؟

الجواب: جائز ہے بے ادبی نہیں ہے، وفی الهندية (۵: ۳۴۱) وسئل عن (قطع الخبز بالسكين) على بن احمد فقال ينظر ان كان خبز مكة معجونا بالحليب فلا يكره ولا بأس واما اذا لم يكن كذلك فهو من اخلاق الاعاجم كذا في التتارخانية ﴿۲﴾.

حدیث ''کل قرض جر نفعا فهو ربا'' کا ثبوت

سوال: کیا حدیث ''کل قرض جر نفعا فهو ربا'' ثابت ہے؟

الجواب: ثابت ہے۔ عن علي قال: قال رسول الله ﷺ كل قرض جر منفعة فهو رباً، قال العسقلاني: رواه الحارث بن ابي اسامة واسناده ساقط وله شاهد ضعيف

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۳۲۴ الباب السابع في السلام وتشميت العاطس)

﴿۲﴾ (الفتاویٰ الهندية ۵: ۳۴۱ قبيل الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

عن فضالة بن عبيد عند البيهقي و آخر موقوف عن عبد الله بن سلام عند البخاري، (بلوغ المرام لابن الحجر ۲۸۲ باب الربا)﴿۱﴾ قلت وله شواهد كثيرة تثبت صحته ومعناه، مثل مارواه ابن ماجة (۱۷۷) باب القرض، عن انس بن مالک قال قال رسول اللهﷺ اذا اقرض احدكم قرضا فاهدى له اوحمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله الا ان يكون جرى بينه وبينه قبل ذلک﴿۲﴾، وهكذا رواه البيهقي في شعب الايمان كمافي المشكوٰة (۱: ۲۴۶) الربا، وهكذا عن انس عن النبیﷺ قال اذا اقرض الرجل الرجل فلا ياخذ هدية رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقى (مشكوٰة)﴿۳﴾. وهوالموفق

زندہ آدمی کا اپنے لئے قبر تیار کرنے کا مسئلہ

سوال: بعض صوفی قسم کے لوگ اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ فقہاء نے لاباس بہ کہا ہے، کما فی الشامية:

﴿۱﴾ (بلوغ المرام من ادلة الاحكام ۲۸۲ قبيل باب التفليس والحجر)

﴿۲﴾ سنن ابن ماجه ۱۷۷ باب القرض)

﴿۳﴾ (مشكواة المصابيح ۱: ۲۴۶ باب الربوا الفصل الثالث)

وفي المنهاج: قال النبیﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا اخرجه الحارث بن ابی اسامةعن علي امير المؤمنين وله شواهد كثيرة روى ابن ماجه عن انس مرفوعا بمعناه وروى عن ابي بن كعب وابن عباس وابن مسعود وفضالة بن عبيد وغيرهم موقوفا او هو محمول على اختلاف الانواع كما قال الطبري.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۵: ۲۴ باب ماجاء فی الصرف)

ویحفر قبراً لنفسه ای ولاباس به وفی التتارخانیة لاباس به ویؤجر علیه هکذا عمل عمر بن عبد العزیز والربیع بن خیثم وغیرهما (ردالمحتار کتاب الجنائز ۱:۲۰۶)﴿۱﴾.
وهوالموفق

نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنا

سوال: بعض لوگ درود شریف وغیرہ پڑھتے وقت نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: یہ بدعت نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے مارواہ مسلم (۲:۲۴۵) عن ابی هریرة قال: قال رسول اللهﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة، اور رسول اللہ ﷺ دنیا وآخرت میں سید ہیں، قال النووی: قوله ﷺ یوم القیامة مع انه سیدهم فی الدنیا والآخرة فسبب التقیید ان فی یوم القیامة یظهر سودده لکل احد ولا یبقی منازع ولا معاند ونحوه بخلاف الدنیا الخ، (نووی علی مسلم ۲:۲۴۵)﴿۲﴾.

مدارس دینیہ میں دستار بندی کی شرعی حیثیت

سوال: مدارس دینیہ میں دستار بندی کی جو رسم جاری ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: دورہ حدیث کے طلباء کی دستار بندی تبرک اور اظہار اعتماد کیلئے کی جاتی ہے اس کیلئے اصل موجود ہے، اما التعمیم للتبرک فیدل علیه ما رواه ابو داؤد عن عبد الرحمن بن عوف وفی اسناده شیخ مجهول وکذا یدل علیه ما رواه ابونعیم ان رسول اللهﷺ عمم علی بن ابی طالب فی غدیر خم، وما رواه عن عمار بن یاسر ان

﴿۱﴾ ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱:۶۶۷ بعید مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبی ﷺ)
﴿۲﴾ (شرح الکامل للنووی علی مسلم ۲:۲۴۵ کتاب الفضائل)

رسول اللہ ﷺ عمم علیا حین بعثه الی خیبر، وکذا التعمیم لاظهار الاعتماد جائز ایضا یدل علیه ما رواه البخاری ان النبی ﷺ عند اول الهجرة لم ینکر علی تعمیمهم عبد الله بن ابی، والتفصیل فی منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۲﴿۱﴾. وهو الموفق

ذبح کے وقت تسمیہ کس وقت کہنا چاہیے؟

سوال: ذبح کے وقت تسمیہ پہلے سے شروع کرنا چاہیے یا چھری رکھ کر پڑھنا چاہیے؟

الجواب: یہ دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہیے اگر کچھ سیکنڈ تقدیم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، وفی الهندیه: واما وقت التسمیة فوقتها علی الذکاة الاختیاریة وقت الذبح لا یجوز تقدیمها علیه الابزمان قلیل لا یمکن التحرز عنه واما وقت الاضطراریة فوقتها وقت الرمی والارسال ص: ۵: ۲۸۶﴿۲﴾. وهو الموفق

حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: حکومت اپنے ملازمین کو مختلف سکیموں کے ذریعے حج کراتے ہیں کیا اس طرح حج فرض شمار ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: اس سے حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یہ حج کرانا اور رقم دینا بطور تعاون ہے نہ کہ حج بدل، فی ردالمحتار: بخلاف ما لو خرج لیحج عن نفسه وهو فقیر فانه

﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ۵: ۲۱۱، ۲۱۲ باب سدل العمامة بین الکتفین)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۵: ۲۸۶ کتاب الذبائح الباب الاول)

وصوله الى الميقات صار قادرا بقدرة نفسه ص ۴۶۰: ۲ كتاب الحج﴿۱﴾.

عورت کیلئے پاکستان سے جدہ تک جہاز میں بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: اگر کوئی عورت صرف جہاز میں محرم کے بغیر سفر کرے پشاور ائیر پورٹ تک محرم ساتھ ہو پھر جدہ میں بھی ہوائی اڈے پر محرم کھڑا ہو، اور پھر اپنے بیٹے کے ساتھ افعال حج ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: پشاور سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر جائز نہیں ہے، كما فى الصحيحين: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخرة تسافر مسيرة يوم وليلة الا مع ذى محرم عليها﴿۲﴾، اور حج ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ ضرور ہے، فى الدر المختار ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة ص ۴۶۵: ۲ كتاب الحج﴿۳﴾. وهو الموفق

صاحب استطاعت کیلئے تبلیغ پر حج مقدم ہے

سوال: ایک شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو گیا ہے جبکہ وہ تبلیغ میں سال لگانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے اب کونسی عبادت مقدم کرے؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۲ مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ قال ابن الهمام: ما فى الصحيحين عن قزعة عن ابى سعيد الخدرى مرفوعا لا تسافر المرأة يومين الا ومعها زوجها او ذومحرم منها واخرجا عن ابى هريرة مرفوعا لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر ان تسافر مسيرة يوم وليلة الا مع ذى محرم عليها وفى لفظ لمسلم مسيرة ليلة وفى لفظ يوم وفى لفظ لابى داؤد بريد او هو عند ابن حبان فى صحيحه والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم وللطبرانى فى معجمه ثلاثة اميال فقيل له ان الناس يقولون ثلاثة ايام فقال وهموا. (فتح القدير ۲: ۳۳۱ كتاب الحج)

﴿۳﴾ (الدر المختار هامش على ردالمحتار ۲: ۱۵۸ قبيل مطلب فى فروض الحج وواجباته)

الجواب: جب حج فرض ہو چکا ہے تو تمام چیزوں پر حج کو مقدم رکھے، تبلیغ میں جانا عذر شرعی نہیں، اگر ایک سفر میں دونوں ہو سکتے ہوں تو بہت اچھا ہے۔

حالت فقر میں حج کے بعد دوبارہ حج لازمی نہیں

سوال: بعض فقیر لوگ عمرہ پر جا کر وہاں حج کیلئے ٹھہرتے ہیں حالانکہ ان پر حج فرض نہیں ہوتا یہ شخص غنی ہو کر دوبارہ حج کرے گا یا اس سے فریضہ ساقط ہوا ہے؟

الجواب: فرضی حج کی ادائیگی کیلئے غنا شرط نہیں بلوغ کے بعد حج ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے، قال ابن عابدین: الفقير الافاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي......وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوى نفلاً على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه﴿۱﴾، ردالمحتار ص ۴۶۰: ۲ مطلب في من حج بمال حرام. وهو الموفق

خطبہ نکاح کا سننا واجب اور اس دوران باتیں وغیرہ کرنا جائز نہیں

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران میں لوگ آرام سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، کیا خطبہ نکاح میں بھی یہ احکام لاگو ہوں گے؟

الجواب: ہر خطبہ خواہ عیدین و جمعہ ہو یا نکاح اس کا سننا واجب اور اس دوران میں باتیں کرنا اور دوسرے امور میں مشغول رہنا وغیرہ ناجائز ہیں، كما في الدر المختار: وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد ص: ۲۹۷: ۲﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ كتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۰۶ مطلب في حكم المرقى بين الخ باب الجمعة)

مکانات پر هذا من فضل ربی لکھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ نئے مکانات بنا کر اس پر هذا من فضل ربی کا بورڈ لگاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر یہ مکان حرام مال سے بنایا گیا ہو تو اس پر یہ لکھنا جائز نہیں ہے۔

افطاری کے وقت دعا میں "وبک امنت" کہنے کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعائے افطاری میں وبک آمنت کہنا بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ الفاظ معنیً صحیح ہیں البتہ ماثور نہیں، قال الملا علی قاری : وبک امنت لا اصل لها وان کان معناها صحیحا وکذا زیادة علیک توکلت ولصوم غد نویت بل النیة باللسان من البدعة الحسنة ، مرقاة شرح مشکواة ص ۲۶۸ : ۴ قبیل تنزیه الصوم﴿۱﴾. وهو الموفق

آب زمزم کی خرید وفروخت کا مسئلہ

سوال: حج سے واپسی پر بعض حاجی جدہ اور کراچی میں آب زمزم خرید کر لاتے ہیں کیا آب زمزم کی خرید وفروخت جائز ہے؟ بینوا توجروا

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتیح شرح المشکواة ۴:۲۶۸ قبیل تنزیه الصوم) وقال الشیخ محمد زکریا الکاندهلوی: وفی روضة المحتاجین ما اشتهر علی الالسنة من زیادة (وبک آمنت) کذا زیادة (وعلیک توکلت) لا اصل لها وان کان معناها صحیحا. ویظهر منه ان الزیادة ثابتة فی روایة اخریٰ قلت وزاد فی الاذکار للنووی علی روایة ابی داؤد من روایة ابن عباس فتقبل منا انک انت السمیع العلیم. (هامش بذل المجهود ۳: ۳۵۰ کتاب الصوم باب القول عند الافطار)

الجواب: آب محرز میں تقوم اور ملک صحیح ہے کما صرحوا به﴿۱﴾ پس اس کی خرید وفروخت میں کوئی امر مانع نہیں ہے، واما کونه تبرکا فایضا لیس بمانع کبیع المصحف وغیره. وهو الموفق

متعدد اموات کو ایک چیز کا ایصال ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے

سوال: ایصال ثواب مثلاً ختم قرآن یا صدقہ وغیرہ متعدد لوگوں کو متجزی ہو کر پہنچتا ہے یا بلا تجزی پورا پورا ملتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: بلا تجزی ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے، صرح به الفقهاء وقال الحافظ ابن الحجر المکی: وهو اللائق بسعة الفضل (ردالمحتار) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا یصح وقیل ان تعارفوه صح...... نعم لو کان محرزا باناء فانه یملک.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شیئ...... قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم او یصل لکل منهم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۲۶ مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له)

﴿۳﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: فی ردالمحتار ویوضحه انه لو اهدی الی اربعة یحصل لکل منهم ربعه فکذا لو اهدیٰ الربع لواحد وابقی الباقی لنفسه ملخصا قلت لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ...... مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کی اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں، اس لئے بدون نص اس پر کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا، البتہ حدیث طبرانی (عن ابی عمرو قال قال رسول الله ﷺ اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا) کو ظاہر الفاظ سے عدم تجزی پر دال کہا جا سکتا ہے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ کیلئے کئے گئے تیمّم پر فرض نماز پڑھنے کا مسئلہ

سوال: جنازہ کیلئے تیمم کیا، کیا اس تیمم سے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب: پڑھی جاسکتی ہے، کما فی الھندیة ۱ : ۲٦ لو تیمم لصلاة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزأه ان یصلی به المکتوبة بلا خلاف کذا فی المحیط﴿۱﴾.

وھو الموفق

کفار کے شکار کئے ہوئے مچھلیوں کا حکم

سوال: عرب ممالک بلکہ اب پاکستان میں بھی کفار ممالک سے بند ڈبوں میں مچھلیاں آتی ہیں جو کفار کے شکار کئے ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: کفار کے شکار کئے ہوئی مچھلی بشرطیکہ طافی نہ ہو﴿۲﴾ کھانا جائز ہے﴿۳﴾ ......

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ اجرھا کا مرجع صدقہ ہے جس کا حقیقی مفہوم کل الصدقة ہے نہ کہ جزو الصدقة اور لھما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنیٰ یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا۔

(بوادر النوادر ۳۵۴ اسی ویں حکمت)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ۱ : ۲٦ الباب الرابع فی التیمم)

﴿۲﴾ وفی الھندیة: السمک والجراد یؤکلان غیر ان الجراد یوکل مات بعلة او بغیر علة والسمک اذا مات بغیر علة لا یؤکل کذا فی الظھیریة.

(فتاویٰ عالمگیریه ۵ : ۴۲۸ الباب السادس فی صید السمک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ حیاۃ الحیوان میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ستر صحابی کو مجوسی کا شکار کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابوالمکارم رحمہ اللہ شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: وفی المحیط لا بأس باکل سمکة...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لانها تحل بدون التسمية والذبح﴿۱﴾. وهو الموفق

چاند پرنماز پڑھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ اب چاند پر لوگ آتے جاتے ہیں وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھ کرادا ہوتا ہے؟

الجواب: چاند پر نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی محظور شرعی نہیں اور تحری سے سمت قبلہ معلوم کیا کریں﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه)اصطادها المجوسی لانها تحل بدون التسمية فالمجوسی وغيره فيه سواء، مچھلی جسے مجوسی نے شکار کیا ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مچھلی بغیر خدا کا نام لئے ہوئے بھی حلال ہے پس مجوسی اور دوسرے لوگ سب اس معاملے میں مساوی ہیں۔

(مجموعة الفتاویٰ ۲: ۳۰۶ كتاب الاكل والشرب)

﴿۱﴾قال العلامة شمس الدين السرخسی: ذكاة السمک والجراد اخذه ومراده بيان ان الذكلة ليست بشرط فيهما بل يثبت الحل فيهما بالاخذ من غير ذكاة الاترىٰ انه لا تثبت الحرمة بكون الآخذ مجوسيا او وثنيا وما يشترط فيه الذكاة يشترط فيه الاهلية للمذكی وحيث لم يشترط فی السمک والجراد.

(كتاب المبسوط للسرخسی ۱۱: ۲۲۹ كتاب الصيد)

﴿۲﴾وفی المنهاج: فان قيل ان السجدة لا بد ان تكون على الارض او على ما قام مقام الارض والمعلق فی الجو والفضاء ليس هكذا قلنا: كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلک الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السمآء جسم ليس بارض ولا قام مقامها وتصح الصلوٰة فيها لقوله تعالیٰ: واوصانی بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حيا، ولاستقرار الجبهة عليها، فكذلک يقال فی الصلوٰة فی القمر والمريخ وغيرهما. (منهاج السنن شرح ترمذی ۲: ۲۳۴ باب الصلوٰة على الدابة)

صوفیاء کے اشغال واذکار کا حکم

سوال: صوفیاء کرام کے اشغال واذکار مثلاً حبس دم وغیرہ جواحادیث سے ثابت نہیں بدعت ہیں یانہیں؟بینوا توجروا

الجواب: احسان اور اخلاص عنداللہ محبوب اور بندہ سے مطلوب ہے،ان مدارج اوران کے مبادی کا نظیر علم قرآن کے حصول جیسا ہے،پس جس طرح لسان عربی کے مبادی میں مشغول رہنا عبادت ہے بدعت نہیں ہے اسی طرح حصول احسان کے مبادی میں مشغول ہونا اور مجاہدات کرنا عبادت ہے بدعت نہیں ﴿۱﴾ اور مبادی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نص صریح سے ثابت ہوں البتہ یہ ضروری ہے کہ نص سے متصادم نہ ہوں کما اشیر الیه فی حدیث مسلم اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیه شرک﴿۲﴾. وهو الموفق

تالی سوار ہے اور سامع پیادہ جارہا ہے سجدہ تلاوت کے تکرار کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک آدمی سوار ہے اور اس کے پیچھے دوسرا آدمی پاپیادہ جارہا ہے جبکہ سوار آدمی نے آیت سجدہ کئی بار تلاوت کیا اب ایک سجدہ کافی ہے یا سب سجدے؟بینوا توجروا

الجواب: اتحاد مجلس کی وجہ سے تلاوت کرنے والے پر ایک سجدہ واجب ہے اور سامع پر سب

﴿۱﴾قال الفقیه العلامة رشید احمد الجنجوهی: اشغال صوفیا بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں،ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیه ۱۹۴ کتاب الاخلاق والتصوف)

﴿۲﴾(صحیح مسلم ۲:۲۲۴ قبیل باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة)

واجب ہیں، لاختلاف المجلس (قاضی خان)﴿۱﴾. وهو الموفق

وساوس اور رغبت معصیت دور کرنے کا وظیفہ

سوال: وسوسوں اور گناہوں میں رغبت زیادہ ہے اور دل کی صفائی نہیں ہوتی اس کیلئے کونسا وظیفہ بہتر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اعوذ بالله من الشیطن الرجیم لاحول ولا قوة الا بالله، کثرت سے پڑھا کریں﴿۲﴾ یا ۳۱۳ بار روزانہ وظیفہ بنالے﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة فخر الدين الفرغاني: المصلي اذا قرأ آية السجدة على الدابة مرارا وخلفه رجل يسوق الدابة يسجد المصلي سجدة واحدة والسائق يسجد لكل مرة.

(فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهنديه ۱ : ۱۵۹ فصل في قراءة القرآن)

﴿۲﴾عن مكحول عن ابي هريرة قال قال لي رسول الله ﷺ اكثر من قول لاحول ولا قوة الا بالله فانها من كنز الجنة، قال مكحول فمن قال لاحول ولاقوة الا بالله ولا منجأ من الله الا اليه كشف الله عنه سبعين بابا من الضر ادناها الفقر، رواه الترمذي...... وعن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا حول ولا قوة الا بالله دواء من تسعة وتسعين دآء ايسرها الهم، وعنه قال قال رسول الله ﷺ الا ادلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة لا حول ولا قوة الا بالله يقول الله تعالىٰ اسلم عبدي واستسلم رواهما البيهقي في الدعوات الكبير.

(مشكوٰة المصابيح ۱ : ۲۰۲ باب ثواب التسبيح الفصل الثالث)

﴿۳﴾قال الامام ولي الله الدهلوي: اعلم ان الشرع لم يخص عدداً ولا مقداراً دون نظيره الالحكم ومصالح وان كان الاعتماد الكلي على الحدس المعتمد على معرفة حال المكلفين وما يليق بهم عند سياستهم وهذه الحكم والمصالح ترجع الى اصول الاول ان الوتر عدد مبارك لا يجاوز عنه ما كان فيه كفاية الخ.

(حجة الله البالغة ۱ : ۱۰۰ باب اسرار الاعداد والمقادير)

قرآنی آیات اور دعائیں لکھ کر پینے اور پلانے کا مسئلہ

سوال: بعض عامل قرآنی آیات اور دعائیں وغیرہ لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ یا بدعت اور ناجائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: جن تعویذات کا مضمون معلوم اور جائز ہو اس کا پینا اور پلانا برائے علاج جائز ہے، خیر القرون میں ﴿۱﴾ اور مشائخ کے ہاں معمول اور مجرب ہے ﴿۲﴾ ۔وھو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: اذا عسر علی المرأة ولدها اخذ اناء لطيفا يكتب فيه (كانهم يوم يرون ما يوعدون) الی آخر الآية، و(كانهم يوم يرونها لم يلبثوا الا عشية او ضحاها)، و (لقد كان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب) الی آخر الآية، ثم يغسل ويسقی المرأة منه وينضح علی بطنها وفرجها. (الحديث)

قال عبد الرحمن البرنی: ذكره السيوطی فی الدر المنثور، وقال: اخرجه ابن السنی والديلمی، وفيه عبد الله بن محمد المغيرة، قال ابو حاتم: ليس بالقوی، وقال ابن يونس، منكر الحديث. (عمل اليوم والليلة المعروف بابن السنی ۵۷۶ باب ما تعوذ به المرأة التی تطلق)

﴿۲﴾ قال العلامة عمر بن احمد الخربوتی: فی المواهب نقل عن القشيری ان ولده مرض مرضا شديدا حتی اشرف علی الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت رسول الله ﷺ فی المنام فشكوت اليه ما بولدی، فقال: اين انت من آيات الشفاء فانتبهت فتفكرت فيها فاذا هی فی ستة مواضع من كتاب الله تعالیٰ (ويشف صدور قوم مؤمنين، وشفاء لما فی الصدور، يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس، وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين، واذا مرضت فهو يشفين، قل هو للذين آمنوا هدی وشفاء ٥) قال فكتبتها ثم محوتها بالماء وسقيته اياها فكانما نشط من عقال.

(شرح الخربوتی علی قصيدة البردة ۱۴۶ كم ابرأت وصبا الخ)

العقائد الاسلامیه باللغة السلیمانیه

چالیس عقائد اور چالیس مہم احکام پر پشتو زبان میں شائع کی گئی ہیں۔
اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت جلد شائع کیا جائے گا۔

مسائل حج

حج کے اہم مسائل واحکام اور جدید دور میں پیش آنے والے
واقعات کو قدیم کتب کے حوالوں سے مزین کر کے لکھا گیا ہے۔

رسالہ قبریہ

میت کے موت سے کفن دفن تک تمام اہم مسائل اس میں جمع کیے گئے ہیں۔
بہت سے اختلافی مسائل واضح اور مدلل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

مولفات حضرت مفتی اعظم محدث کبیر مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتی اعظم عارف بالله

مولانا مفتی محمد فريد الزروبوی المجددی النقشبندی

المفتی والشيخ بدار العلوم حقانيه اكوڑه خٹک

کل صفحات/ ۱۳۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل

الشيخ المفتی **محمد فريد** المجددی الزروبوی

جامعة دار العلوم الحقانية اكوره ختك باكستان

ويليه

المقدمة فی مصطلحات علم الحديث

للشيخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله

اعداد وتقديم

مفتی محمد وهاب المنجلوری

خادم العلم والافتاء بدار العلوم صديقيه

.......: الناشر :.......

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدیر دار العلوم صدیقیه زروبی (صوابی)

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هداية القاری

علیٰ

صحيح البخاری

للعلامہ فضیلۃ الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجددی النقشبندی الزروبوی

بخاری شریف کے مطول اور ضخیم شروح کا ملخص، اکابر محدثین کے امالی کا نچوڑ

کل صفحات/۲۵۲

ناشر: دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم

شرح

مقدمة المسلم

لفضیلۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید مجددی الشیخ والمفتی بدار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کل صفحات/۵۲

یہ شرح دس مباحث پر مشتمل ہے، طلباء حدیث کیلئے مشعل راہ ہے۔

: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی